بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡد

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ

جلد 61

ایڈیٹر
منیر احمد خادم

نائبین
قریشی محمد فضل اللہ
تنویر احمد ناصر ایم اے

شمارہ
11-12

شرح چندہ
سالانہ 350 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
35 پاؤنڈ یا 60 ڈالر امریکن
65 کینیڈین ڈالر یا 40 یورو

حضرت مسیح موعودؑ نمبر

هفت روزه

بدر
قادیان

The Weekly
BADR Qadian

Postal Reg. No. L/P/GDP-1, DEC 2012

11-18 ربیع الثانی 1432 ہجری، 17-24 امان 1390 ہجری شمسی، 17-24 مارچ 2011ء
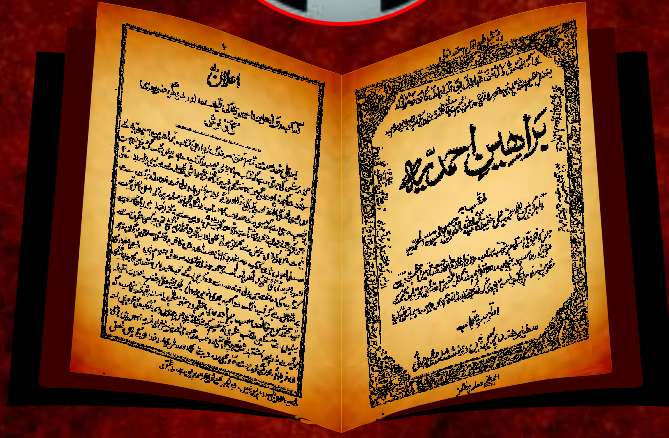
وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے اُمیدوار
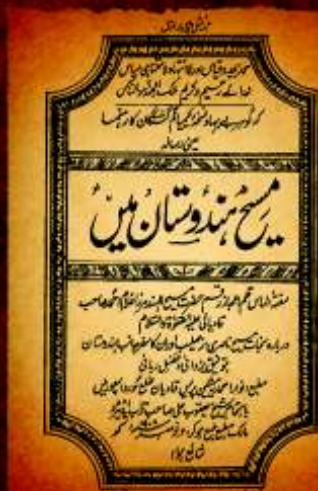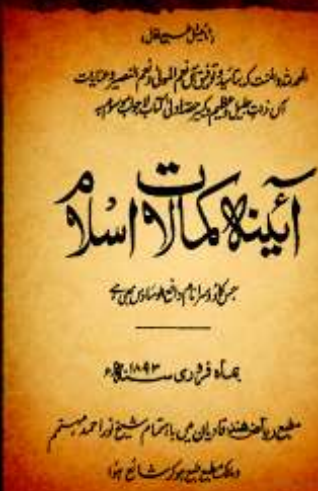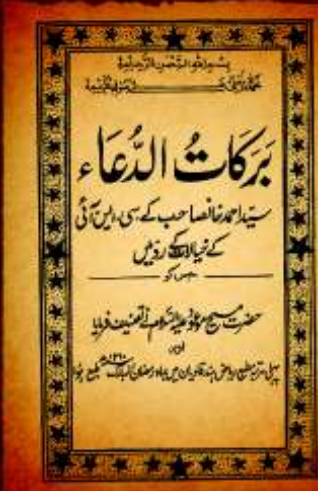
میں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر　　میں وہ ہوں نورِ خدا جس سے ہوا دن آشکار

شبیہ مبارک سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام (1835-1908)

حضرت امام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ظہور ہو چکا ہے

قارئین! اِسلام دین کامل ہے اس میں انسانیت کی روحانی وجسمانی اور مادی ومعنوی ہر حالت کا مکمل لحاظ رکھا گیا ہے۔اس کے جملہ احکامات قیامت تک کیلئے بنی نوع انسان کے لئے رہنما اصول ہیں۔ دین اسلام کی تکمیل آنحضرت ﷺ کے ذریعہ آج سے 1400 سال قبل ہو چکی ہے لیکن اشاعت دین کی تکمیل کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بروز کامل حضرت امام مہدیؑ کے آنے کی پیشگوئی فرمائی تھی۔ چنانچہ احادیث کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ حضرت امام مہدیؑ کی آمد قطعی اور یقینی ہے اور حضرت امام مہدیؑ کا ظہور قیامت کے آثار میں سے ایک اہم کڑی ہے اور حضرت امام مہدیؑ کی بعثت آنحضرت ﷺ کی زندہ پیشگوئیوں میں سے ایک زندہ جاوید پیشگوئی ہے۔

چنانچہ امام مہدیؑ کی بعثت کی اہمیت بتاتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اس کی مدد کرے اور اُسے قبول کرے (ابوداؤد باب ذکر المہدی) ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب تم اُس کا زمانہ پاؤ تو اس کی بیعت کرنا اور اگر تمہیں برف کے پہاڑوں پر گھٹنوں کے بل جانا پڑے تب بھی اس کی خدمت میں حاضر ہونا کیونکہ وہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہے۔(کنز العمال کتاب القیامۃ وخروج المہدی) ایک حدیث میں رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ جب مہدی آئیں انہیں میرا اسلام پہنچایا جائے۔ مہدی کے بارے میں احادیث تواتر سے مروی ہیں یہی وجہ ہے کہ مہدی کی آمد کو مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ قرار دیا گیا ہے۔اسی طرح احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ مسیح ومہدی ایک ہی وجود کے دو نام ہیں۔ (ابن ماجہ باب شدۃ الزمان)

حضرت امام مہدی علیہ السلام کے کام پر جب ہم نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے احادیث اس پر بھی کافی وشافی روشنی ڈالتی ہیں۔سورہ الصّف کی آیت ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ کی تشریح میں مفسرین نے لکھا ہے کہ تکمیل اشاعتِ اسلام مسیح ومہدی کے ذریعہ ہوگی۔سورہ جمعہ کی آیت و آخرین منھم لما یلحقوا بھم کی تشریح میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کے پوچھنے پر فرمایا۔آخرین فارسی الاصل خاندان کے لوگ ہیں جو پھر ایمان زمین پر لائیں گے۔ بخاری کی حدیث ہے کہ اس کے ذریعہ صلیبی عقیدہ کا بطلان ہوگا۔ابوداؤد میں ہے کہ اس کے ذریعہ اسلام سب ادیان پر غالب آئے گا۔

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت امام مہدیؑ کی آمد اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا باعث ہوگی۔اس کے عہد مبارک میں اسلام دوبارہ ترقی کی نئی منزلیں طے کرے گا اور خدا اور اُس کے رسول کے وعدے پورے ہوں گے۔ ان وعدوں کی وجہ سے اُمت اس موعود کی منتظر تھی یہاں تک کہ مشہور صحابی حضرت ابوھریرہؓ فرماتے تھے کہ اگر وہ میری زندگی میں آ گئے تو اسلام کی سربلندی کے لئے میں اُن کے ساتھ ہوں گا اور اس کے نتیجہ میں جہنم کی آگ سے آزاد ہوں گا"۔(نسائی باب غزوۃ الہند) اسی طرح اُمت کے نثر نگار وشعراء نے اُن کے جلد آنے کیلئے خدا تعالیٰ کے حضور دعائیں کی ہیں۔

احادیث متواترہ اور مسیح ومہدی کے کاموں کے ساتھ ساتھ مسیح ومہدی کے زمانہ کا تعین بھی ایک انتہائی مرحلہ ہے۔مگر خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس نے اپنی کامل کتاب قرآن مجید میں اور آنحضرتؐ نے اپنی احادیث مبارکہ میں مہدی ومسیح کے زمانہ کا تعین فرما دیا ہے۔قرآن مجید نے آخری زمانہ کی علامات اور قرب قیامت کی علامات کے ذکر میں چھاپہ خانوں کی کثرت کتب ورسائل کے دنیا بھر میں کثرت سے پھیلنے اور سفر کی آسانیوں، سمندروں کے باہم مل جانے اور آثار قدیمہ کی دریافت وغیرہ کا ذکر فرمایا ہے۔ (تفصیل کیلئے سورۃ التکویر اور انفطار دیکھیں)

جبکہ احادیث میں مہدی کے زمانہ کا تعین کرتے ہوئے خود سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے یہ علامت بیان فرمائی کہ مہدی کیلئے رمضان کے مہینہ میں چاند اور سورج کو مقررہ

(باقی صفحہ 49 پر ملاحظہ فرمائیں)

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ہفت روزہ بدر "حضرت مسیح موعود علیہ السلام نمبر"

قارئین بدر کی خدمت میں
حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نمبر کی
مبارک باد (ادارہ)

120 واں جلسہ سالانہ قادیان 2011

26-27-28 دسمبر بروز سوموار، منگلوار، بدھوار

احباب جماعت کی اطلاع کیلئے اعلان کیا جاتا ہے کہ سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 120 ویں جلسہ سالانہ قادیان 2011ء کی ازراہ شفقت منظوری مرحمت فرمادی ہے۔الحمد للہ علی ذالک۔انشاء اللہ تعالیٰ یہ جلسہ مورخہ 26-27-28 دسمبر بروز سوموار۔منگلوار اور بدھوار منعقد ہوگا۔

احباب کرام سے درخواست ہے کہ اس للٰہی اور بابرکت جلسہ سالانہ میں شرکت کیلئے ابھی سے نیت کر کے تیاری شروع کر دیں۔احباب جماعت بالخصوص زیر تبلیغ افراد کو اس جلسہ میں شرکت کی تحریک کرتے رہیں۔تا زیادہ سے زیادہ تعداد میں احباب اس جلسہ میں شرکت فرمائیں۔نیز جلسہ سالانہ کی نمایاں کامیابی اور ہر جہت سے بابرکت ہونے کے لئے دُعائیں جاری رکھیں۔ (ناظر اصلاح وارشاد قادیان)

آنے والے مسیح کی ایک یہ فضیلت ہوگی کہ وہ قرآنی فہم اور معارف کا صاحب ہوگا
وہ صرف قرآن سے استنباط کر کے لوگوں کو اُن کی غلطیوں سے متنبہ کرے گا جو حقائق قرآن کی ناواقفیت سے لوگوں میں پیدا ہوگئی ہوں

ارشاد باری تعالیٰ

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَافِى السَّمٰوٰتِ وَمَافِى الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ٥ هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ق وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ٥ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْابِهِمْ ط وَهُوَالْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ٥ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ط وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ٥

ترجمہ: اللہ ہی کی تسبیح کرتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے وہ بادشاہ ہے قدوس ہے۔ کامل غلبہ والا (اور) صاحب حکمت ہے۔ وہی ہے جس نے اُمی لوگوں میں انہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کیا۔ وہ اُن پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی کھلی گمراہی میں تھے۔ اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (اسے مبعوث کیا ہے) جو ابھی اُن سے نہیں ملے اور وہ کامل غلبہ والا (اور) صاحب حکمت ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ اُس کو جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَخْرُجُ الْمَهْدِىُّ مِنْ قَرْيَةٍ يُقَالُ لَهَا كَدْعَهْ وَيُصَدِّقُهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَيَجْمَعُ اَصْحَابَهٗ مِنْ اَقْصَى الْبِلَادِ عَلٰى عِدَّةِ اَهْلِ بَدْرٍ بِثَلَاثِ مِائَةٍ وَّثَلَا ثَةَ عَشَرَ رَجُلاً وَمَعَهٗ صَحِيْفَةٌ مَخْتُوْمَةٌ فِيْهَا عَدَدُ اَصْحَابِهٖ بَاَسْمَآئِهِمْ وَبِلَادِهِمْ وَخِلَالِهِمْ ٥

(كذافى الاربعين جوواهر الاسرار قلمى صفحه ۵۶ مصنفه حضرت شيخ على حمزه بن على الملك الطوسى ارشادات فريدى جلد۳ صفحه ۷۰ مطبوعه عام پريس آگره ۱۳۳۰ هجرى)

صاحب جواہر الاسرار لکھتے ہیں کہ اربعین میں یہ روایت بیان ہوئی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ مہدی ایک ایسے گاؤں سے مبعوث ہوگا جس کا نام ''کدعہ'' [1] ہوگا اللہ تعالیٰ اس کی تصدیق میں نشان دکھائے گا۔ اور بدری صحابہؓ کی طرح مختلف علاقوں کے رہنے والے تین سو تیرہ ۳۱۳ جلیل القدر صحابہ اسے عنایت فرمائے گا۔ جن کے نام اور پتے ایک مستند کتاب میں درج ہوں گے۔ ([1] غالباً قادیان کی طرف اشارہ ہے)

عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ رضى الله عنه اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَا يَزْدَادُ الْا مْرُاِلَّا شِدَّةً وَلَا الدُّنْيَا اِلَّا اِدْبَارًا وَلَا النَّاسُ اِلَّا شُحًّاوَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا عَلٰى شِرَارِ النَّاسِ وَلَا الْمَهْدِىُّ اِلَّا عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ۔

(ابن ماجه باب شدة الزمان صفحه ۲۵۷ مصرى مطبه علميه ۱۳۱۳ھ كنز العمال صفحه ۱۸۶/۷)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: معاملات شدت اختیار کرتے جائیں گے، دنیا پر ادبار چھا جائے گا لوگ بخیل ہو جائیں گے۔ شریر لوگ قیامت کا منظر دیکھیں گے۔ ایسے ہی نازک حالات میں اللہ تعالیٰ کا مامور ظاہر ہوگا۔ عیسیٰ کے سوا اور کوئی مہدی نہیں (یعنی مسیح ہی مہدی ہوں گے کیونکہ مہدی کا کوئی الگ وجود نہیں ہے۔)

فرمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام

''خدا کے کلام میں یہ امر قرار یافتہ تھا کہ دوسرا حصہ اِس اُمّت کا وہ ہوگا جو مسیح موعود کی جماعت ہوگی اِسی لئے خدا تعالیٰ نے اِس جماعت کو دوسروں سے علیحدہ کر کے بیان کیا جیسا کہ وہ فرماتا ہے وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ یعنی اُمتِ محمدیہ میں سے ایک اور فرقہ بھی ہے جو بعد میں آخری زمانہ میں آنے والے ہیں اور حدیث صحیح میں ہے کہ اس آیت کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ سلمان فارسی کی پُشت پر مارا اور فرمایا لَوْكَانَ الْاِ يْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَنَا لَهٗ رَجُلٌ مِّنْ فَارِسَ اور یہ میری نسبت پیشگوئی تھی جیسا کہ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں اس پیشگوئی کی تصدیق کیلئے وہی حدیث بطور وحی میرے پر نازل کی اور وحی کی رُو سے مجھ سے پہلے اس کا کوئی مصداق معین نہ تھا اور خدا کی وحی نے مجھے معین کر دیا۔ فالحمد للہِ''۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ حاشیہ)

''رجل فارس اور مسیح موعود ایک ہی شخص کے نام ہیں جیسا کہ قرآن شریف میں اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور وہ ہے۔ وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ یعنی آنحضرت ﷺ کے اصحاب میں سے ایک اور فرقہ ہے جو ابھی ظاہر نہیں ہوا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اصحاب وہی کہلاتے ہیں جو نبی کے وقت میں ہوں اور ایمان کی حالت میں اُس کی صحبت سے مشرف ہوں اور اس سے تعلیم اور تربیت پاویں۔

پس اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنے والی قوم میں ایک نبی ہوگا کہ وہ آنحضرت ﷺ کا بروز ہوگا اس لئے اس کے اصحاب آنحضرت ﷺ کے اصحاب کہلائیں گے اور جس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے رنگ میں خدا تعالیٰ کی راہ میں دینی خدمتیں ادا کی تھیں وہ اپنے رنگ میں ادا کریں گے۔ بہرحال یہ آیت آخری زمانہ میں ایک نبی کے ظاہر ہونے کی نسبت ایک پیشگوئی ہے ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ ایسے لوگوں کا نام اصحاب رسول اللہ رکھا جائے جو آنحضرت ﷺ کے بعد پیدا ہونے والے تھے جنہوں نے آنحضرت ﷺ کو نہیں دیکھا۔ آیت ممدوحہ بالا میں یہ تو نہیں فرمایا وَاٰخَرِيْنَ مِنَ الْاُمَّةِ بلکہ یہ فرمایا وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُم۔ اور ہر ایک جانتا ہے کہ مِنْهُم کی ضمیر اصحاب رضی اللہ عنہم کی طرف راجع ہے لہٰذا وہی فرقہ مِنْهُمْ میں داخل ہوسکتا ہے جس میں ایسا رسول موجود ہو کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز ہے۔''

(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۷)

''جو کچھ اللہ نے چاہا تھا اس کی تکمیل دو ہی زمانوں میں ہونی تھی ایک آپ کا زمانہ اور ایک آخری مسیح و مہدی کا زمانہ یعنی ایک زمانہ میں تو قرآن اور سچی تعلیم نازل ہوئی لیکن اُس تعلیم پر فیج اعوج کے زمانہ نے پردہ ڈال دیا جس پردہ کا اُٹھایا جانا مسیح کے زمانہ میں مقدر تھا جیسے کہ فرمایا کہ رسولِ اکرمؐ نے ایک تو موجودہ جماعت یعنی جماعتِ صحابہ کرامؓ کا تزکیہ کیا اور ایک آنے والی جماعت کا جس کی شان میں لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ آیا ہے۔ سو یہ ظاہر ہے کہ خدا نے بشارت دی کہ ضلالت کے وقت اللہ تعالیٰ اس دین کو ضائع نہ کرے گا بلکہ آنے والے زمانہ میں خدا حقائق قرآنیہ کو کھول دے گا۔ آثار میں ہے کہ آنے والے مسیح کی ایک یہ فضیلت ہوگی کہ وہ قرآنی فہم اور معارف کا صاحب ہوگا اور صرف قرآن سے استنباط کر کے لوگوں کو اُن کی غلطیوں سے متنبہ کرے گا جو حقائق قرآن کی ناواقفیت سے لوگوں میں پیدا ہوگئی ہوں۔''

(رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء صفحہ ۵۲-۵۳)

کلام سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

ہست فرقاں آفتاب علم و دین

ہست فرقاں آفتاب علم و دین
تا برندت از گمان سوئے یقین
ہست فرقاں از خدا حبل المتین
تا کشندت سوئے رب العالمین
ہست فرقاں روز روشن از خدا
تا دہندت روشنئے دیدہ ہا
حق فرستاد ایں کلام بے مثال
تا رسی در حضرت قدس و جلال
داروئے شک است الہام خدا
کاں نماید قدرت تام خدا
ہر کہ روئے خود زِ فرقاں در کشید
جان او روئے یقین ہرگز نہ دید
جان خود رامے کنی در خودروی
بازمے مانی ہماں گول و غوی

کاش جانت میل عرفان داشتے
کاش سعیت تخم حق را کاشتے
خود نگہ کن از سر انصاف و دین
از گماں ہا کے شود کار یقین
ہر کہ را سویش درے بکشودہ است
از یقیں نے از گماں ہا بودہ است
قدر فرقاں نزدت اے غدار نیست
ایں ندانی کت جزا زوے یار نیست
وحی فرقاں مردگاں را جاں دہد
صد خبر از کوچۂ عرفاں دہد
از یقیں ہامے نماید عالمے
کاں نہ بیند کس بصد عالم ہمے

(براہین احمدیہ حصہ سوئم صفحہ 160)

قرآن کریم علم اور دین کا سورج ہے
سنو! وہ تمہیں شک سے یقین کی طرف لے جائے گا
قرآن کریم منجانب اللہ مضبوط رسّی ہے
وہ تجھے رب العالمین کی طرف کھینچ کر لے جائے گی
قرآن کریم منجاب اللہ روشن دن کی مانند ہے
وہ تیری نگاہوں کو نور بخشے گا
اس بے مثل کلام کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے
تاکہ صاحب قدس وجلال کی درگاہ تک تیری رسائی ہو
خدا کا الہام رفع شبہات کیلئے دوا ہے
کیونکہ وہ خدا کی کامل قدرت کو نمایاں کرتا ہے
جس کسی نے بھی قرآن سے روگردانی کی
اس نے یقین کامنہ کبھی نہیں دیکھا
تو تکبر کی وجہ سے اپنی جان کو ہلاک کرتا ہے
پھر بھی تو اُسی طرح نادان اور بھٹکا ہوا ہے
کاش تیرا دل عرفان الٰہی کی طرف راغب ہوتا
اورتیری کوشش راستی کا بیج بوتی
تو خود ہی دیانتداری اور انصاف سے غور کرکے دیکھ لے
کہ یقین کا کام کس طرح گمان سے حاصل ہوگا
جس آدمی کا دروازہ اس کی طرف کھل گیا ہے
وہ یقین کی وجہ سے کھلا ہے نہ کہ گمان کی وجہ سے
اے غدار قرآن کی قدر ومنزلت تیرے اندر نہیں ہے
اور تجھے معلوم نہیں کہ اس کے سوا کوئی تیرا مددگار نہیں ہے
قرآن کی وحی مردوں کے اندر جان ڈالتی ہے
اور عرفان الٰہی کی سوآگہی دیتی ہے
اور یقین کا ایسا عالم دکھاتی ہے
جسے کوئی سو عالم میں بھی نہیں دیکھ سکتا

......فارسی ترجمہ......

(ابن صدیق الپوروی اخوند جامعہ احمدیہ قادیان)

میں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر
میں وہ ہوں نورِ خدا جس سے ہوا دن آشکار

کلام امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کیوں عجب کرتے ہو گر میں آگیا ہو کر مسیح
خود مسیحائی کا دَم بھرتی ہے یہ بادِ بہار
آسماں پر دعوتِ حق کے لئے اِک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اُتار
آرہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زِندہ وار
کہتے ہیں تثلیث کو اب اہلِ دانش الوِداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار
روضۂ آدم کہ تھا وہ نامکمل اب تلک
میرے آنے سے ہوا کامل بجملہ برگ وبار
وہ خدا جس نے نبیؐ کو تھا زرِ خالص دِیا
زیورِ دیں کو بناتا ہے وہ اب مثلِ سُنار
یہ کرم مُجھ پر ہے کیوں کوئی تو اس میں بات ہے
بے سبب ہرگز نہیں یہ کاروبارِ کردگار
مُجھ کو خود اس نے دیا ہے چشمۂ توحیدِ پاک
تا لگا وے ازسرِ نو باغِ دیں میں لالہ زار
دوش پر میرے وہ چادر ہے کہ دی اُس یار نے
پھر اگر قُدرت ہے اے منکر تو یہ چادر اُتار
خیرگی سے بدگمانی اس قدر اچھی نہیں
اِن دنوں میں جب کہ ہے شورِ قیامت آشکار
ایک طُوفاں ہے خُدا کے قہر کا اب جوش پر
نوحؑ کی کشتی میں جو بیٹھے وہی ہو رستگار
صدق سے میری طرف آؤ اِسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حِصار
پُشتیِ دیوارِ دیں اور مامن اسلام ہوں
نارسا ہے دستِ دُشمن تا بفرقِ ایں جدار
جاہلوں میں اِس قدر کیوں بدگمانی بڑھ گئی
کچھ بُرے آئے ہیں دن یا پڑگئی لعنت کی مار
کچھ تو سمجھیں بات کو یہ دل میں ارماں ہی رہا
واہ رے شیطاں عجب ان کو کیا اپنا شکار
اے کہ ہر دم بدگمانی تیرا کاروبار ہے
دوسری قوت کہاں گم ہوگئی اے ہوشیار
میں اگر کاذب ہوں کذّابوں کی دیکھوں گا سزا
پر اگر صادق ہوں پھر کیا عُذر ہے روزِ شمار
اس تعصّب پر نظر کرنا کہ میں اسلام پر
ہوں فدا پھر بھی مجھے کہتے ہیں کافر بار بار
دوش پر میرے وہ چادر ہے کہ دی اُس یار نے
پھر اگر قدرت ہے اے منکر تو یہ چادر اُتار
میں وہ پانی ہوں کہ آیا آسمان سے وقت پر
میں وہ ہوں نورِ خدا جس سے ہوا دن آشکار
وہ خدا جس نے نشانوں سے مجھے تمغہ دیا
اب بھی وہ تائید فرقان کر رہا ہے بار بار
سر کو پیٹو آسماں سے اب کوئی آتا نہیں
عمر دنیا سے بھی اب ہے آگیا ہفتم ہزار

تشنہ بیٹھے ہو کنارے جوئے شیریں حیف ہے
سرزمین ہند میں چلتی ہے نہر خوشگوار

(درثمین اردو)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ آپ کی تحریرات کی روشنی میں

’’مَیں خدا تعالیٰ کے ان تمام الہامات پر جو مجھے ہو رہے ہیں ایسا ہی ایمان رکھتا ہوں جیسا کہ توریت اور انجیل اور قرآن مقدس پر ایمان رکھتا ہوں۔ اور مَیں اس خدا کو جانتا اور پہچانتا ہوں۔.....سومَیں اس وحی پاک سے ایسا ہی کامل حصہ رکھتا ہوں جیسا کہ خدا تعالیٰ کے کامل قرب کی حالت میں انسان رکھ سکتا ہے۔ جب انسان ایک پُر جوش محبت کی آگ میں ڈالا جاتا ہے جیسا کہ تمام نبی ڈالے گئے تو پھر اس کی وحی کے ساتھ اضغاث احلام نہیں رہتے بلکہ جیسا کہ خشک گھاس تنور میں جل جاتا ہے ویسا ہی وہ تمام اوہام اور نفسانی خیالات جل جاتے ہیں اور خالص خدا کی وحی رہ جاتی ہے۔ اور یہ وحی صرف انہی کو ملتی ہے جو دنیا میں کمال صفا۔ محبت اور محویت کی وجہ سے نبیوں کے رنگ میں ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۰۴ اٹھارویں سطر میں یہ الہام میری نسبت ہے ’’جری اللہ فی حلل الانبیاء‘‘ یعنی خدا کا فرستادہ نبیوں کے حلّہ میں۔ سومَیں شکّی اور ظنّی الہام کے ساتھ نہیں بھیجا گیا بلکہ یقینی اور قطعی وحی کے ساتھ بھیجا گیا ہوں..... مجھے اس خدا کی قسم ہے کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ مجھے دلائل قاطعہ سے یہ علم دیا گیا ہے اور ہر ایک وقت میں دیا جاتا ہے کہ جو کچھ مجھے القاء ہوتا ہے اور جو وحی میرے پر نازل ہوتی ہے وہ خدا کی طرف سے ہے نہ شیطان کی طرف سے۔ مَیں اس پر ایسا ہی یقین رکھتا ہوں جیسا کہ آفتاب اور ماہتاب کے وجود پر۔ یا جیسا کہ اس بات پر کہ دو اور دو چار ہوتے ہیں۔ ہاں جب میں اپنی طرف سے کوئی اجتہاد کروں یا اپنی طرف سے کوئی الہام کے معنے کروں تو ممکن ہے کہ کبھی اس معنی میں غلطی بھی کھاؤں۔ مگر مَیں اس غلطی پر قائم نہیں رکھا جاتا۔ اور خدا کی رحمت جلد تر مجھے حقیقی انکشاف کی راہ دکھا دیتی ہے اور میری رُوح فرشتوں کی گود میں پرورش پاتی ہے۔‘‘ (تبلیغ رسالت ہشتم صفحہ ۶۴۔۶۵)

اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان کامل کس طرح پیدا ہو سکتا ہے

ارشادات عالیہ حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدئ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اس میں کچھ شک نہیں کہ بلا دغدغہ انسان کا ایسا نیک خاتمہ ہوجانا جس پر بالیقین نجات کی اُمید ہو۔ اس بات پر موقوف ہے کہ اس کو صانع حقیقی کے وجود اور اس کے قادر مطلق ہونے کی نسبت اور اس کے وعدہ جزا سزا کی بابت یقین کامل کا مرتبہ حاصل ہوجائے۔ اور یہ امر صرف ملاحظہ مخلوقات سے حاصل نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اس مرتبہ یقین تک پہنچانے کے لئے ایک ایسی الہامی کتاب کی ضرورت ہے۔ جس کی مثل بنانا انسانی طاقتوں سے باہر ہو۔ اب اس تقریر کو اچھی طرح سمجھانے کے لئے دو باتوں کا بیان کرنا ضروری ہے اول یہ کہ یقینی طور پر نجات کی امید یقین کامل سے کیوں وابستہ ہے۔ دوم ۲ یہ کہ وہ یقین کامل صرف ملاحظہ مخلوقات سے کیوں حاصل نہیں ہوسکتا۔ سو پہلے یہ سمجھنا چاہیئے کہ یقین کامل اس اعتقاد صحیح جازم کا نام ہے جس میں کوئی احتمال شک کا باقی نہ رہے۔ اور امر مقصود التحقیق کی نسبت پوری پوری تسلی اور تشفی دل کو حاصل ہوجائے۔ اور ہر یک اعتقاد جو اس حد سے متنزل اور فروتر ہو وہ مرتبہ یقین کامل پر نہیں ہے بلکہ شک یا غایت کار ظن غالب ہے۔

مدار نجات:

اور یقینی طور پر نجات کی امید یقین کامل پر اس لئے موقوف ہے کہ مدار نجات کا اس بات پر ہے کہ انسان اپنے مولیٰ کریم کی جانب کو تمام دنیا اور اس کے عیش وعشرت اور اس کے مال ومتاع اور اس کے تمام تعلقات پر یہاں تک کہ اپنے نفس پر بھی مقدم سمجھے۔ اور کوئی محبت خدا کی محبت پر غالب ہونے نہ پاوے۔ لیکن انسان پر یہ بلا وارد ہے کہ وہ برخلاف اس طریقہ کے جس پر اس کی نجات موقوف ہے۔ ایسی چیزوں سے دل لگا رہا ہے جن سے دل لگانا خدا سے دل ہٹانے کا مستلزم ہے اور دل بھی ایسا لگایا ہوا ہے کہ یقینی طور پر سمجھ رہا ہے کہ تمام راحت اور آرام میرا انہیں تعلقات میں ہے اور نہ صرف سمجھ رہا ہے بلکہ وہ لذات بہ یقین کامل اس کے لئے مشہود اور محسوس ہیں جن کے وجود میں اس کو ذرا سا شک نہیں۔ پس ظاہر ہے کہ جب تک انسان کو خدا تعالیٰ کے وجود اور اس کی لذت وصال اور اس کی جزا و سزا اور اس کی آلاء نعماء کی نسبت ایسا ہی یقین کامل نہ ہو جیسا اس کو اپنے گھر کی دولت پر۔ اور اپنے صندوق کے گنے ہوئے روپیوں پر۔ اور اپنے ہاتھ کے لگائے ہوئے باغوں پر۔ اور اپنی زرخرید یا موروثی جائداد پر۔ اور اپنی آزمودہ اور چشیدہ لذتوں پر۔ اور اپنے دلآرام دوستوں پر حاصل ہے تب تک خدا کی طرف جوش دلی سے رجوع لانا محال ہے۔

کیونکہ کمزور خیال زبردست خیال پر غالب نہیں آسکتا اور بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ جب ایسا آدمی جس کا یقین بہ نسبت امور آخرت کے دنیا پر زیادہ ہے اس مسافر خانہ سے کوچ کرنے لگے اور وہ نازک وقت جس کو جان کندن کہتے ہیں یکایک اس کے سر پر نمودار ہوکر اس کو اس یقینی لذات سے دور ڈالنا چاہے جو دنیا میں اس کو حاصل ہیں اور اُس کو اُن پیاروں سے علیحدہ کرنا چاہے جن کو وہ یقیناً بچشم خود ہر روز دیکھتا ہے۔ اور ان مالوں اور ملکوں اور دولتوں سے اس کو جدا کرنے لگے جن کو وہ بلاشبہ اپنی ملکیت سمجھتا ہے تو ایسی حالت میں ممکن نہیں کہ اس کا خیال خدائے تعالیٰ کی طرف قائم رہے۔ مگر صرف اسی صورت میں کہ جب اس یقین کامل کے مقابل پر خدائے تعالیٰ کے وجود اور اس کی لذتِ وصال اور اس کے وعدہ جزا سزا پر بھی ایسا ہی یقین کامل بلکہ اس سے زیادہ ہو۔ اور اگر اس آخری وقت میں اس درجہ کا یقین جو خیالات دینوی کی مدافعت کرسکے اس کو حاصل نہ ہو۔ تو یہ امر غالبًا اس کے لئے بدخاتمہ کا موجب ہوگا۔

قیاس اور تعین میں فرق :

قیاس اور تعین میں فرق اور یہ بات کہ صرف ملاحظہ مخلوقات سے یقین کامل حاصل نہیں ہوسکتا۔ اس طرح پر ثابت ہے کہ مخلوقات کوئی ایسا صحیفہ نہیں ہے کہ جس پر نظر ڈال کر انسان یہ لکھا ہوا پڑھ لے کہ ہاں اس مخلوق کو خدا نے پیدا کیا ہے اور واقعی خدا موجود ہے اور اسی کی لذت وصال راحت حقیقی ہے۔ اور وہی مطیعوں کو جزا اور نافرمانوں کو سزا دے گا۔ بلکہ مخلوقات کو دیکھ کر اور اس عالم کو ایک ترتیب احسن اور ابلغ پر مرتب پاکر فقط قیاسی طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس مخلوقات کا کوئی خالق ہونا چاہیئے۔ اور لفظ ہونا چاہیئے اور ہے کے مصداق میں بڑا فرق ہے۔ مفہوم ہونا چاہیئے اس یقین جازم تک نہیں پہنچا سکتا جس تک مفہوم ہے کا پہنچاتا ہے۔ بلکہ اُس میں کسی قدر رگِ شک باقی رہ جاتی ہے۔ اور جو شخص کسی امر کی نسبت بطور قیاسی ہونا چاہیئے کہتا ہے اس کے قول کا صرف اس قدر خلاصہ ہے کہ میرے قیاس میں تو ہونا لازم ہے۔ اور آگے مجھے خبر نہیں کہ واقعہ میں ہے بھی یا نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ فقط مخلوقات پر نظر کرنے والے گزرے ہیں۔ وہ نتیجہ نکالنے میں کبھی متفق نہیں ہوئے اور نہ اب ہیں اور نہ آئندہ ہونا ممکن ہے۔ ہاں اگر آسمان کے کسی گوشہ پر موٹی اور جلی قلم سے یہ لکھا ہوا ہوتا کہ میں بے مثل و مانند خدا ہوں جس نے ان چیزوں کو بنایا ہے اور جو نیکوں اور بدوں کو ان کی نیکی اور بدی کا عوض دے گا۔ تو پھر بلاشبہ ملاحظہ مخلوقات سے خدا کے وجود پر اور اس کی جزا سزا پر یقین کامل ہوجایا کرتا۔ اور ایسی حالت میں کچھ ضرور نہ تھا کہ خدائے تعالیٰ کوئی اور ذریعہ یقین کامل تک پہنچانے کا پیدا کرتا۔ لیکن اب تو وہ بات نہیں ہے۔ اور خواہ تم کیسی ہی غور سے زمین آسمان پر نظر ڈالو۔ کہیں اس تحریر کا پتہ نہیں ملے گا۔ صرف اپنا قیاس ہے اور بس۔ اسی جہت سے تمام حکماء اس بات کے قائل ہیں کہ زمین آسمان پر نظر ڈالنے سے وجود باری کی نسبت شہادت واقعہ حاصل نہیں ہوتی۔ صرف ایک شہادت قیاسی حاصل ہوتی ہے جس کا مفہوم فقط اس قدر ہے کہ ایک صانع کا وجود چاہیئے۔ اور وہ بھی اس کی نظر میں کہ جو وجود اُن چیزوں کا خود بخود ہونا محال سمجھتا ہو۔ لیکن دہریہ کی نظر میں وہ شہادت درست نہیں کیونکہ وہ قدامت عالم کا قائل ہے۔ اسی بناء پر اس کی یہ تقریر ہے کہ اگر کوئی وجود بے موجد جائز نہیں ہے تو پھر خدا کا وجود بے موجد کیوں جائز ہے۔ اگر جائز ہے تو پھر انہیں چیزوں کا وجود جن کو کسی نے بنتے ہوئے بچشم خود نہیں دیکھا بے موجد کیوں نہ مانا جاوے۔ اب ہم کہتے ہیں کہ وجود قدیم حضرت باری میں تب ہی دہریہ کو ایک قیاس پرست کے ساتھ نزاع کرنے کی گنجائش ہے کہ مخلوقات پر نظر کرنے سے واقعی شہادت صانع عالم پر پیدا نہیں ہوتی یعنے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ فی الحقیقت ایک صانع عالم موجود ہے۔ بلکہ صرف اس قدر ظاہر ہوتا ہے کہ ہونا چاہیئے۔ اور اسی وجہ سے امر معرفت صانع عالم کا صرف قیاسی طور سے دہریہ پر مشتبہ ہوجاتا ہے۔ چنانچہ ہم اس مطلب کو کسی قدر حاشیہ نمبر ۴ میں بیان کر آئے ہیں جس میں ہم نے اس بات کا ثبوت دیا ہے کہ عقل صرف موجود ہونے کی ضرورت کو ثابت کرتی ہے خود موجود ہونا ثابت نہیں کرسکتی۔ اور کسی وجود کی ضرورت کا ثابت ہونا شے دیگر ہے اور خود اس وجود ہی کا ثابت ہوجانا یہ اور بات ہے۔ پس جس کے نزدیک معرفت الٰہی صرف مخلوقات کے ملاحظہ تک ہی ختم ہے۔ اس کے پاس اس اقرار کرنے کا کوئی سامان موجود نہیں کہ خدا فی الواقعہ موجود ہے۔ بلکہ اس کا علم کا اندازہ صرف اس قدر ہے کہ ہونا چاہیئے اور وہ بھی تب کہ جب دہریہ مذہب کی طرف نہ جھک جائے۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ حکماء متقدمین میں سے محض قیاسی دلائل کے پابند رہے انہوں نے بڑی بڑی غلطیاں کیں اور صدہا طرح کا اختلاف ڈال کر بغیر تصفیہ کرنے کے گزر گئے اور خاتمہ ان کا ایسی بے آرامی میں ہوا کہ ہزارہا شکوک اور ظنون میں پڑ کر اکثر ان میں سے دہریئے اور طبعی اور ملحد ہوکر مرے اور فلسفہ کے کاغذوں کی کشتی ان کو کنارے تک نہ پہنچا سکی۔ کیونکہ ایک طرف تو حب دنیا نے انہیں دبائے رکھا اور دوسری طرف انہیں واقعی طور پر معلوم نہ ہوا کہ آگے کیا پیش آنے والا ہے۔ سو بڑی بےقراری کی حالت میں حق الیقین سے دور اور مہجور رہ کر اس عالم سے انہوں نے سفر کیا۔ اور اس بارے میں ان کا آپ ہی اقرار ہے کہ ہمارا علم صانع عالم اور دوسرے امور آخرت کی نسبت من حیث الیقین نہیں بلکہ من حیث ما ہو اشبہ ہے یعنے اس قسم کا ادراک ہے کہ جیسے کوئی بغیر اطلاع حقیقت حال کے یونہی اٹکل سے ایک چیز کی نسبت کہے کہ اس چیز کی حالت کے یہی لائق ہے کہ ایسی ہو اور اصل میں نہ جانتا ہو کہ ایسی ہے یا نہیں۔ حکیموں نے جس امر کو اپنی رائے میں دیکھا کہ ایسا ہونا مناسب ہے اُس کو اپنے گھر میں ہی تجویز کرلیا کہ ایسا ہی ہوگا۔ جیسے کوئی کہے کہ مثلاً زید کا اس وقت ہمارے پاس آنا مناسب ہے۔ پھر آپ ہی دل میں ٹھہرا لے کہ ضرور آتا ہوگا۔ اور پھر سوچے کہ زید کا گھوڑے پر ہی آنا لائق ہے اور پھر تصور کرلے کہ گھوڑے پر ہی آیا ہوگا۔ ایسا ہی حکیم لوگ اٹکلوں پر اپنا کام چلاتے رہے اور خدا کو موجود فی الحقیقت یقین کرنا انہیں نصیب نہ ہوا بلکہ ان کی عقل نے اگر

بہت ہی ٹھیک ٹھیک دوڑ کی تو فقط اِس قدر کی کہ ایک صانع کے موجود ہونے کی ضرورت ہے اور سچ تو یہ ہے کہ اس ادنیٰ خیال میں بھی بے ایمانوں کی طرح ان کو شکوک اور شبہات ہی پڑتے رہے اور طریقہ حقہ پر ان کا قدم نہیں پڑا۔ بعض خدا کے مدبر و خالق بالا رادہ ہونے سے انکاری رہے۔ بعض اس کے ساتھ ھیولی کو لے بیٹھے۔ بعض نے جمیع ارواح کو خدا کی قدامت میں بھائی بندوں کی طرح حصہ دار ٹھہرایا۔ جن کے وارث اب تک آریہ سماج والے چلے آتے ہیں۔ بعض نے ارواح انسانیہ کی بقا کو اور دار جزا سزا کو تسلیم نہ کیا۔ بعض نے زمانہ کو ہی خدا کی طرح موثر حقیقی قرار دے دیا۔ بعض نے خدا کے عالم بالجزئیات ہونے سے منہ پھیر لیا۔ بعض بتوں پر ہی قربانیاں چڑھاتے رہے اور مصنوعی دیوتوں کے آگے ہاتھ جوڑتے رہے اور بہتیرے بڑے بڑے حکیم خداوند تعالیٰ کے وجود سے ہی منکر رہے اور کوئی ان میں ایسا نہ ہوا کہ ان تمام مفاسد سے بچ رہتا۔

یقین کامل کا واحد ذریعہ:

اب ہم اصل کلام کی طرف رجوع کر کے لکھتے ہیں کہ مجرد ملاحظہ مخلوقات سے ہرگز یقین کامل حاصل نہیں ہوسکتا اور نہ کبھی کسی کو ہوا۔ بلکہ جس قدر حاصل ہوسکتا ہے اور شاید بعضوں کو ہوا ہو وہ اسی قدر ہے کہ جو ہونا چاہیئے کا مصداق ہے اور یہ بھی وجود صانع عالم کی بابت ہے اور جزا و سزا وغیرہ میں تو اتنا بھی نہیں۔ اور جب کہ مخلوقات پر نظر ڈالنے سے یقین کامل حاصل نہ ہوسکا تو دو باتوں میں سے ایک بات ماننی پڑی۔ یا تو یہ کہ خدا نے یقین کامل تک پہنچانے کا ارادہ ہی نہیں کیا۔ اور یا یہ کہ ضرور اس نے یقین کامل تک پہنچانے کے لئے کوئی ذریعہ رکھا ہے۔ لیکن امر اول الذکر تو بدیہی البطلان ہے اور کسی عاقل کو اس کے باطل ہونے میں کلام نہیں۔ اور امر دویم کے قرار دینے کی حالت میں یعنی اس صورت میں کہ جب ہم تسلیم کریں کہ خدا نے مخلوقات کی نجات کے لئے ضرور کوئی کامل ذریعہ ٹھہرایا ہے۔ بجز اس بات کے ماننے کے اور کوئی چارہ نہیں کہ وہ کامل ذریعہ ایسی کتاب الہامی ہوگی جو اپنی ذات میں بے مثل و مانند ہو اور اپنے بیان میں قانونِ قدرت کے ہریک اجمال کو کھولتی ہو۔ کیونکہ جب کامل ذریعہ کے لئے یہ شرط ہوئی کہ وہ چیز بے مثل و مانند ہو اور نیز اُس میں منجانب اللہ ہونے کے بارے میں اور ہریک امر دینی کے لئے تحریری شہادت بھی موجود ہو۔ تو یہ تمام صفات صرف کتاب الہامی میں جو بے مثل و مانند ہو جمع ہوں گی اور کسی چیز میں جمع نہیں ہوسکتیں۔ کیونکہ یہ خوبی صرف کتاب الہامی میں متحقق ہوسکتی ہے کہ اپنے بیان اور اپنی بے نظیری کی حالت کے ذریعہ سے یقین کامل اور معرفت کامل کے مرتبہ تک پہنچاوے۔ وجہ یہ کہ آسمان و زمین کے وجود پر اگر کوئی کم بخت دہریہ شک کرے تو کرے کہ یہ قدیم سے چلے آتے ہیں۔ پر ایک کلام کو انسانی طاقتوں سے بالاتر تسلیم کر کے پھر انسان اِس اقرار کرنے سے کہاں بھاگ سکتا ہے کہ خدا فی الواقع موجود ہے جس نے اس کتاب کو نازل کیا۔ علاوہ اس کے اس جگہ خدا کا وجود ماننا صرف اپنا ہی قیاس نہیں بلکہ وہی کتاب بطور خبر واقعہ کے یہ بھی بتلاتی ہے کہ خدا موجود ہے اور جزا سزا برحق ہے۔ پس جس یقین کامل کو طالب حق زمین و آسمان میں تلاش کرتا ہے اور نہیں پاتا وہ مراد اس کو اس جگہ مل جاتی ہے۔ لہٰذا دہریہ کو خدا کے قائل کرنے کے لئے جیسا کلام بے مثل سے علاج متصور ہے ویسا زمین و آسمان کے ملاحظہ سے ہرگز ممکن نہیں۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ ہریک انسان میں کہ جو مجرد قیاس پرست ہے دہریہ پن کی ایک رگ ہے۔ وہی رگ دہریہ میں کچھ زیادہ پھول کر ظاہر ہو جاتی ہے اور اوروں میں مخفی رہتی ہے۔ اس رگ کو وہی الہامی کتاب کاٹتی ہے جو فی الواقع انسانی طاقتوں سے باہر ہو۔ کیونکہ جیسا ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔ آسمان زمین سے نتیجہ نکالنے میں ہمیشہ لوگوں کی سمجھ مختلف رہی ہے۔ کسی نے یوں سمجھا اور کسی نے ووں سمجھا۔ لیکن یہ اختلاف کلام بے مثل میں نہیں ہوسکتا۔ اور گو کوئی دہریہ ہی ہو۔ پر کلام بے مثل کی نسبت یہ رائے ظاہر نہیں کرسکتا کہ وہ بغیر تکلم کسی متکلم کے زمین آسمان کی طرح خود بخود قدیم سے وجود رکھتی ہے۔ بلکہ کلام بے مثل میں اسی وقت تک دہریہ بحث و تکرار کرے گا جب تک اس کے بے مثل ہونے میں اس کو کلام ہے اور جب ہی اس نے اس بات کو قبول کر لیا کہ فی الواقعہ بنانا اس کا انسانی طاقتوں سے باہر ہے۔ اسی وقت سے خدا کے ماننے کے لئے اس کے دل میں ایک تخم بویا جاوے گا۔ کیونکہ اس وہم کے کرنے کی اس کو گنجائش ہی نہیں کہ اس کلام کے متکلم کا وجود قیاسی ہے نہ واقعی۔ اس جہت سے کہ کلام کا وجود بغیر وجود متکلم کے ہو ہی نہیں سکتا۔ ماسوا اس کے کلام بے مثل میں یہ بھی خوبی ہے کہ جو کچھ علم مبدء اور معاد کا تکمیل نفس کے لئے ضروری ہے۔ وہ سب بطور امر واقعہ کے اس میں لکھا ہوا موجود ہے۔ اور یہ خوبی بھی زمین آسمان میں موجود نہیں۔ کیونکہ اول تو ان کے ملاحظہ سے اسرار دینیہ کچھ معلوم ہی نہیں ہوتے۔ اور اگر کچھ ہوں بھی تو اکثر اوقات وہی مثل مشہور ہے کہ گونگے کے اشارے اس کی ماں ہی سمجھے۔ اب اس تمام تقریر سے ظاہر ہو گیا کہ بے مثل ہونا کلام الٰہی کا صرف اسی جہت سے واجب نہیں کہ استحفاظ سلسلۂ قانون قدرت کا اس پر موقوف ہے۔ بلکہ اس جہت سے بھی واجب ہے کہ بغیر بے مثل کلام کے نجات کا امر ہی ادھورا رہتا ہے۔ کیونکہ جب خدا پر ہی یقین کامل نہ ہوا تو پھر نجات کیسی اور کہاں سے۔ جو لوگ خدا کی کلام کا بے مثل و مانند ہونا ضروری نہیں سمجھتے۔ ان کی کیسی نادانی ہے کہ حکیم مطلق پر بدگمانی کرتے ہیں کہ ہر چند اس نے کتابیں بھیجیں پر بات وہی بنی بنائی رہی جو پہلے تھی۔ اور وہ کام نہ کیا جس سے لوگوں کا ایمان اپنے کمال کو پہنچتا۔ افسوس ہے کہ یہ لوگ سوچتے نہیں کہ خدا کا قانون قدرت ایسا محیط ہے کہ اس نے کیڑوں مکوڑوں کو بھی کہ جن سے کچھ ایسا بڑا فائدہ متصور نہیں بے نظیر بنانے سے دریغ نہیں کیا تو کیا اس کی حکمت پر یہ اعتراض نہ ہوگا کہ اس کو دریغ کرنے کا مقام کہاں آ کر سوجھا جس سے تمام انسانوں کی کشتی ہی غرق ہوتی ہے اور جس سے یہ خیال کرنا پڑتا ہے کہ گویا خدا کو ہرگز منظور ہی نہیں کہ کوئی انسان نجات کا مرتبہ حاصل کرے۔ مگر جس حالت میں خدائے تعالیٰ کی نسبت ایسا گمان کرنا کفر عظیم ہے۔ تو بالآخر یہ دوسری بات جو خدا کی شان کے لائق اور بندوں کی حاجت کے موافق ہے ماننی پڑی۔ یعنے یہ کہ خدا نے بندوں کی نجات اور تکمیل معرفت کے لئے ضرور ایسی کتاب بھیجی ہے جو عدیم النظیر ہونے کی وجہ سے معرفت کامل تک پہنچاتی ہے اور جو کام مجرد عقل سے نہیں ہوسکتا۔ اس کو پورا کر کے دکھاتی ہے۔ سو وہ کتاب قرآن شریف ہے جس نے اس کمال تام کا دعویٰ کیا ہے اور اس کو بپایۂ صداقت پہنچایا ہے۔ (براہین احمدیہ حصہ سوم صفحہ 152 سے 160)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خداداد حفاظت

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ بیان فرماتے ہیں:۔ آپ کو طرح طرح سے مارنے کی کوشش کی گئی۔ لوگ مارنے پر متعین ہوئے جن کا علم ہو گیا اور وہ اپنے ارادے میں ناکام ہوئے، مقدمے آپ پر جھوٹے اقدام قتل کے بنائے گئے۔ چنانچہ ڈاکٹر مارٹن کلارک نے جھوٹا مقدمہ اقدام قتل کا بنایا اور ایک شخص نے کہہ بھی دیا کہ مجھے حضرت مرزا صاحب نے متعین کیا تھا- مجسٹریٹ وہ جو اس دعویٰ کے ساتھ آیا تھا کہ اس مدعی مہدویت و مسیحیت کو اب تک کسی نے پکڑا کیوں نہیں میں پکڑوں گا مگر جب مقدمہ ہوتا ہے وہی مجسٹریٹ کہتا ہے کہ میرے نزدیک یہ جھوٹا مقدمہ ہے۔ بار بار اس نے یہی کہا اور آخر اُس شخص کو عیسائیوں سے علیحدہ کر کے پولیس افسر کے ماتحت رکھا گیا اور وہ شخص رو پڑا اور اس نے بتا دیا کہ مجھے عیسائیوں نے سکھایا تھا اور خدا نے اس جھوٹے الزام کا قلع قمع کر دیا۔

اسی طرح ہماری جماعت کے پُر جوش مبلغ مولوی عمر الدین صاحب شملوی اپنا واقعہ سنایا کرتے ہیں کہ وہ بھی اسی معیار پر پرکھ کر احمدی ہوئے ہیں- وہ سناتے ہیں کہ شملہ میں مولوی محمد حسین اور مولوی عبدالرحمٰن سیاح اور چند اور آدمی مشورہ کر رہے تھے کہ اب مرزا صاحب کے مقابلہ میں کیا طریق اختیار کرنا چاہئے- مولوی عبدالرحمٰن صاحب نے کہا کہ مرزا صاحب اعلان کر چکے ہیں کہ میں اب مباحثہ نہیں کروں گا ہم اشتہار مباحثہ دیتے ہیں اگر وہ مقابلہ پر کھڑے ہو جائیں گے تو ہم کہیں گے کہ انہوں نے جھوٹ بولا کہ پہلے تو اشتہار دیا تھا کہ ہم مباحثہ کسی سے نہ کریں گے اور اب مباحثہ کے لئے تیار ہو گئے اور اگر مباحثہ پر آمادہ نہ ہوئے تو ہم شور مچا دیں گے کہ دیکھو مرزا صاحب ہار گئے ہیں۔ اس پر مولوی عمر الدین نے کہا کہ اس کی کیا ضرورت ہے میں جاتا ہوں اور جا کر ان کو قتل کر دیتا ہوں۔ مولوی محمد حسین نے کہا کہ لڑکے تجھے کیا معلوم یہ سب کچھ کیا جا چکا ہے۔ مولوی عمر الدین صاحب کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ جس کی خدا اتنی حفاظت کر رہا ہے وہ خدا ہی کی طرف سے ہوگا۔ انہوں نے جب بیعت کر لی تو واپس جاتے ہوئے مولوی محمد حسین بٹالہ کے سٹیشن پر ملے اور کہا تو کدھر؟ انہوں نے کہا کہ قادیان بیعت کر کے آیا ہوں۔ کہا تو بہت شریر ہے تیرے باپ کو لکھوں گا۔ انہوں نے کہا کہ مولوی صاحب یہ تو آپ ہی کے ذریعہ ہوُا ہے جو کچھ ہوُا ہے۔ (معیار صداقت انوار العلوم جلد 6 صفحہ 61-62)

مکتوب سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام

بنام

حضرت حاجی مولانا حکیم نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا ایک مکتوب ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ اس مکتوب سے اس امر پر روشنی پڑتی ہے کہ حضور کے دل میں اسلام کی اشاعت اور اسلام پر ہونے والے اعتراضات کا جواب دینے کا جذبہ کس قدر تھا۔ اس مکتوب میں حضور نے اسلام کا دفاع کرنے والوں کیلئے فرمایا ہے۔ ’’میرے نزدیک آج جو شخص میدان میں آتا ہے اور اعلائے کلمۃ الاسلام کے لئے فکر میں ہے وہ پیغمبروں کا کام کرتا ہے۔‘‘ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی یہ عبارت ہر ایک قاری کیلئے مشعلِ راہ ہے۔ (مدیر)

مکتوب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

مخدومی مکرمی اخویم مولوی حکیم نورالدین صاحب سلّمہٗ تعالیٰ۔ بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج نصف قطعہ نوٹ پانسو روپیہ بذریعہ رجسٹری شدہ پہنچ گیا۔ اب آں مخدوم کی طرف سے پانسو ساٹھ روپے پہنچ گئے اس ضرورت کے وقت جس قدر آپ کی طرف سے غمخواری ظہور میں آئی ہے اس سے جس قدر مجھے آرام پہنچا ہے اس کا اندازہ نہیں کرسکتا۔ اللہ جلشانہٗ دنیا و آخرت میں آپ کو تازہ تازہ خوشیاں پہنچاوے اور اپنی خاص رحمتوں کی بارش کرے۔

میں آپ کو ایک ضروری امر سے اطلاع دیتا ہوں کہ حال میں لیکھرام نام ایک شخص نے میری کتاب براہین کے ردّ میں بہت کچھ بکواس کی ہے اور اپنی کتاب کا نام تکذیب براہین احمدیہ رکھا ہے۔ یہ شخص اصل میں غبی اور جاہل مطلق ہے اور بجز گندی زبان کے اور اس کے پاس کچھ نہیں۔ مگر معلوم ہوا ہے کہ اس کتاب کی تالیف میں بعض انگریزی خواں اور دنی استعداد ہندوؤں نے اس کی مدد کی ہے۔ کتاب میں دو رنگ کی عبارتیں پائی جاتی ہیں۔ جو عبارتیں دشنام دہی اور تمسخر اور ہنسی اور ٹھٹھے سے بھری ہوئی ہیں اور لفظ لفظ میں توہین اور ٹوٹی پھوٹی عبارت اور گندی اور بدشکل ہیں۔ وہ عبارتیں تو خاص لیکھرام کی ہیں اور جو عبارت کسی قدر تہذیب رکھتی ہے اور کسی عملی طور سے متعلق ہے وہ کسی دوسرے خواندہ آدمی کی ہے۔ غرض اس شخص نے خواندہ ہندوؤں کی منت سماجت کرکے اور بہت سی کتابوں کا اس نے خیانت آمیز حوالہ لکھ کر یہ کتاب تالیف کی ہے۔ اس کتاب کی تالیف سے ہندوؤں میں بہت جوش ہو رہا ہے۔ یقین ہے کہ کشمیر میں بھی یہ کتاب پہنچی ہوگی۔ کیونکہ میں نے سنا ہے کہ لالہ لچھمن داس صاحب ملازم ریاست کشمیر نے تین سَو روپیہ اس کتاب کے چھپنے کیلئے دیا ہے۔ شاید یہ بات سچ ہو یا جھوٹ ہو لیکن اس پُر افتراء کتاب کا تدارک بہت جلد از بس ضروری ہے اور یہ عاجز ابھی ضروری کام سراج منیر سے، جو مجھے درپیش ہے بالکل عدیم الفرصت ہے اور میں مبالغہ سے نہیں کہتا اور نہ آپ کی تعریف کی رو سے بلکہ قوی یقین سے خداتعالیٰ نے میرے دل میں یہ جما دیا ہے کہ جس قدر اللہ تعالیٰ کے دین کی نصرت کیلئے آپ کے دل میں جوش ڈالا ہے اور میری ہمدردی پر مستعد کیا ہے۔ کوئی دوسرا آدمی ان صفات سے موصوف نظر نہیں آتا۔ اس لئے میں آپ کو یہ بھی تکلیف دیتا ہوں کہ آپ اوّل سے آخر تک اس کتاب کو دیکھیں اور جس قدر اس شخص نے اعتراضات اسلام پر کئے ہیں۔ ان سب کو ایک پرچہ کاغذ پر بیادداشت صفحہ کتاب نقل کریں اور پھر ان کی نسبت معقول جواب سوچیں اور جس قدر اللہ تعالیٰ آپ کو جوابات معقول دل میں ڈالے وہ سب الگ الگ لکھ کر میری طرف روانہ فرماویں اور جو کچھ خاص میرے ذمہ ہوگا، میں فرصت پاکر اس کا جواب لکھوں گا۔ غرض یہ کام نہایت ضروری ہے اور میں بہت تاکید سے آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ آپ بہمہ جدوجہد جانفشانی اور مجاہدہ سے اس طرف متوجہ ہوں اور جس طرح مالی کام میں آپ نے پوری پوری نصرت کی ہے اس سے یہ کم نہیں ہے کہ آپ خداداد طاقتوں کی رُو سے بھی نصرت کریں۔ آج ہمارے مخالف ہمارے مقابلہ پر ایک جان کی طرح ہو رہے ہیں اور اسلام کو صدمہ پہنچانے کے لئے بہت زور لگا رہے ہیں۔ **’’میرے نزدیک آج جو شخص میدان میں آتا ہے اور اعلائے کلمۃ الاسلام کے لئے فکر میں ہے وہ پیغمبروں کا کام کرتا ہے۔‘‘** بہت جلد مجھ کو اطلاع بخشیں۔ خداتعالیٰ آپ کے ساتھ رہے اور آپ کا مددگار ہو۔ آپ اگر مجھے لکھیں تو میں ایک نسخہ کتاب مذکور کا خرید کر آپ کی خدمت میں بھیج دوں۔ والسلام

خاکسار

غلام احمد از قادیان

۲۶ رجولائی ۱۸۸۷ء

(بحوالہ مکتوبات احمد جلد دوئم صفحہ ۴۲۔۴۳)

نزول مسیح علیہ السلام کے سلسلہ میں

آپ کے عقیدہ کی کوئی بنیاد ہے؟

نوٹ: نزولِ مسیح علیہ السلام کے سلسلہ میں اپنے عقیدہ کا قرآن کریم اور ارشاداتِ نبویہؐ کی روشنی میں جائزہ لیں۔ بہت نافع علم حاصل ہوگا! انشاء اللہ!

سوال نمبر 1: کیا آپ حضرت امام مہدی علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کا عقیدہ رکھتے ہیں؟

سوال نمبر 2: کیا حضرت امام مہدی علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن کے آخری زمانہ میں آنے کا احادیث نبویہؐ میں ذکر ہے، ایک ہی شخصیت کے دو نام ہیں یا وہ دو علیحدہ علیحدہ وجود ہیں؟

سوال نمبر 3: اگر آپ کے عقیدہ کے مطابق حضرت امام مہدی علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو علیحدہ علیحدہ وجود ہیں تو:۔

☆۔ حضرت امام مہدی علیہ السلام کن لوگوں میں سے ہوں گے۔ قریش، اہل بیت یا اہل فارس؟

☆۔ حضرت امام مہدی علیہ السلام کب تشریف لائیں گے؟

☆۔ حضرت امام مہدی علیہ السلام کی شناخت کیا ہوگی؟

سوال نمبر 4: اُنہیں امام مہدی کون مقرر کرے گا؟ اللہ تعالیٰ بذریعہ......وحی یا......لوگ بذریعہ......انتخاب؟

☆۔ حضرت امام مہدی علیہ السلام بریلوی، دیوبندی، چکڑالوی، اثناعشریہ، منہاج القرآن، جماعت اسلامی وغیرہ میں سے کس فرقہ کو فرقہ ناجیہ یعنی جنتی فرقہ قرار دیں گے۔

☆۔ یا حضرت امام مہدی علیہ السلام اپنا فرقہ بناکر باقی سب کو غیر ناجیہ قرار دیں گے؟

سوال نمبر 5: حضرت امام مہدی علیہ السلام کس فقہ پر عمل کریں گے؟ مالکیؒ۔ شافعیؒ۔ حنبلیؒ۔ حنفیہؒ۔ یا جعفریہؒ پر؟

☆۔ کسی ایک فقہ کے انتخاب پر دیگر فقہوں کے پیروکاروں کا ردّعمل کیا ہوگا؟

☆۔ اگر آپ علیہ السلام نے خود اجتہاد فرماکر اپنا فقہ رائج فرمایا۔ تو مقلدوں اور غیر مقلدوں کا ردِّعمل کیا ہوگا؟

سوال نمبر 6: آخری زمانہ میں آنے والے حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہی اسرائیلی نبی ہیں جو دو ہزار سال پہلے تشریف لائے تھے؟

اگر جواب ...... ہاں ...... میں ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر بجسدِ عنصری چلے جانے، آج تک زندہ ہونے اور آخری زمانہ میں آسمان سے نزول فرمانے پر قرآن کریم سے کوئی دلیل؟

سوال نمبر 7: جب یہ اسرائیلی نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے تو کیا اللہ تعالیٰ کے نبی ہوں گے یا نہیں؟

☆۔ اگر نبی نہیں ہوں گے تو جو آیاتِ قرآنیہ اُنہیں اور رسولاً الی نبی اسرائیل کہتی ہیں وہ قرآن کریم میں سے نکال دی جائیں گی؟ اگر جواب......ہاں......میں ہے تو کس کے حُکم سے؟

☆۔ وہ اسرائیلی نبی جو صرف رسُولاً الی بنی اسرآئیل بن کر آئے تھے دوبارہ عالمی نبی بن کر آئیں گے تو ختم نبوت کے منکر کون ہوئے؟ ظاہر ہے مزعومہ ختم نبوت کے مدعی۔

قارئین کرام! گذشتہ 121 سال سے جماعت احمدیہ عقیدہ نزول مسیح علیہ السلام کے حوالہ سے مسلم علماء سے وقتاً فوقتاً یہی سات سوالات دریافت کررہی ہے۔ ان کا صرف ایک ہی جواب ہوسکتا ہے کہ اُن کا عقیدہ قرآن کریم اور ارشاداتِ نبویہؐ سے مطابقت نہیں رکھتا۔

خطبہ جمعہ

اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کا معیار جذبہ اور نسبت کا ہے، مقدار کا نہیں۔

قربانیوں کی قبولیت بھی نیت کے مطابق اور عمل کے مطابق درجہ پاتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قربانی کی جو روح جماعت میں پیدا کی ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس میں جماعت ترقی کرتی چلی جارہی ہے۔ صحابہ کی قربانیوں کے نمونے نئے آنے والے بھی زندہ رکھے ہوئے ہیں۔

ہندوستان اور افریقہ کے غریب احمدیوں کے مالی قربانی کے حیرت انگیز اور نہایت ایمان افروز واقعات کا تذکرہ

وقف جدید کے 53ویں سال کے اختتام اور نئے سال کے آغاز کا اعلان۔ گزشتہ سال وقف جدید میں جماعت کو 41 لاکھ 83 ہزار پاؤنڈز سے زائد کی قربانی کی توفیق ملی۔ پاکستان اول، امریکہ دوم اور یو کے تیسرے نمبر پر رہے

گھانا اور نائیجیریا کے لئے اگلے سال کم از کم مزید 50 ہزار افراد کو وقف جدید میں شامل کرنے کا ٹارگٹ۔

مختلف پہلوؤں سے ممالک اور جماعتوں کی قربانیوں کا جائزہ۔

مکرم ہدایت اللہ ہیوبش صاحب آف جرمنی کی وفات اور مرحوم کے خصائل حمیدہ کا تذکرہ۔ نماز جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ 07؍جنوری 2011ء بمطابق 07؍صلح 1390 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ بدر الفضل انٹرنیشنل کے شکریہ کے ساتھ شائع کررہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ ۔

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَاوَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ وَاللّٰهُ بِمَاتَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۔ (البقرہ۔266)

اور اُن لوگوں کی مثال جو اپنے اموال اللہ کی رضا چاہتے ہوئے اور اپنے نفوس کو ثبات دینے کے لئے خرچ کرتے ہیں، ایسے باغ کی سی ہے جو اونچی جگہ پر واقع ہو اور اسے تیز بارش پہنچے تو وہ بڑھ چڑھ کر اپنا پھل لائے اور اگر اسے تیز بارش نہ پہنچے تو تھوڑی سی بارش ہی کافی ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔

آج دنیا میں بسنے والا ہر احمدی جس نے احمدیت کو سمجھا ہے، وہ اس یقین پر قائم ہے کہ احمدیت اور ہر احمدی اُس آخری شرعی کتاب پر یقین رکھتا ہے یا احمدیت آخری شرعی کتاب پر یقین رکھتی ہے جو قرآن کریم کی صورت میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتری اور اس کا ہر حکم قابلِ عمل ہے۔ اور اس کے ہر حکم کی بجا آوری ایک مومن کو حقیقی مومن بناتی ہے۔ اور خدا کی راہ میں مالی قربانی بھی خدا تعالیٰ کے اہم حکموں میں سے ایک حکم ہے جس کے بارے میں سورۃ بقرہ کی ابتدائی آیات میں ہی یہ فرمایا ہے کہ قرآنِ کریم متقیوں کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہے۔ اُن کے لئے جو اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ (البقرۃ:4) یعنی غیب پر ایمان لانے والے ہیں۔ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ (البقرۃ:4) اور نمازوں کو قائم کرنے والے ہیں۔ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (البقرۃ:4)۔ اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے، اس میں سے خرچ کرنے والے ہیں۔ پس یہ تینوں باتیں متقی ہونے کے لئے اور قرآنِ کریم سے ہدایت پانے کے لئے ضروری ہیں۔ جن میں سے ایک جیسا کہ مَیں نے کہا، اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہے۔ اور پھر سورۃ البقرۃ میں ہی آخر تک متعدد جگہ قربانیوں کا اور مالی قربانیوں کا مختلف رنگ میں، مختلف حوالوں سے بیان ہوا ہے۔ اور اسی طرح باقی قرآنِ کریم میں بھی بے شمار جگہ پر رزق کی قربانی کے بارے میں ذکر آتا ہے۔ پس ایک احمدی مسلمان مالی قربانی کی اہمیت کو سمجھتا ہے اور جب اس تعلیم پر عمل کرتے ہوئے قربانیاں پیش کرنے کے بعد جب وہ براہِ راست خدا تعالیٰ کے غیر معمولی اسلوب کا مورد بنتا ہے تو اس مالی قربانی پر ایمان اور یقین اور خدا تعالیٰ کی ہستی پر یقین، اور اسلام کی سچائی پر یقین اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت پر یقین اور پختہ ہو جاتا ہے۔

یہ آیت جو مَیں نے تلاوت کی ہے اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے حوالے سے ہی بات ہو رہی ہے۔ فرمایا کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے وہ لوگ ہیں جو اپنی دولت کا اظہار نہیں چاہتے، جو کسی پر احسان کرنے کے لئے خرچ نہیں کرتے، جو خرچ کرنے کے بعد احسان جتانے کے لئے خرچ نہیں کرتے بلکہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ اپنے میں سے کمزوروں کو مضبوط کرنے کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ جماعت کو مضبوط کرنے کے لئے خرچ کرتے ہیں اور اپنے ایمانوں کو مضبوط کرنے کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا چاہنا اور اپنے نفس اور اپنے لوگوں کو ثبات دینے کی خواہش، مضبوط کرنے کی خواہش ہر شریف الطبع اور نیک فطرت کو ہوتی ہے اور ہو سکتی ہے۔ بدفطرت کو تو یہ خواہش کبھی نہیں ہو سکتی۔ ایسے لوگ جو اپنی ذات سے بالا تر ہو کے سوچتے ہیں اُن کو یہ خواہش ہوتی ہے۔ پس جو اپنی ذات

سے بالا ہوکر سوچتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے خواہش مند ہیں، اُن کا خرچ کبھی دولت کے اظہار کے لئے نہیں ہوتا۔ نہ احسان کرنے اور احسان جتانے کے لئے ہوتا ہے۔ اور ایسے خرچ میں صرف دولتمند ہی شامل نہیں ہوتے بلکہ غریب بھی شامل ہوتے ہیں۔ غریب بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے خواہشمند ہوتے ہیں بلکہ عموماً دولتمندوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے خواہشمند غریب لوگ ہوتے ہیں۔ انبیاء کی جماعتیں جب بنتی ہیں تو ان میں بھی اکثریت غرباء کی ہوتی ہے اور اس غربت کے باوجود اپنے بھائیوں کی مدد کر کے اُن کی خدمت کرتے ہیں اور جماعت کی بھی جو خدمت وہ کر سکتے ہیں، جس حد تک اُن کی وسعت ہو وہ کرتے ہیں اور اسے مضبوط کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ انفرادی طور پر ایک دوسرے کو مضبوط کرنے کی اعلیٰ ترین مثال ہمیں آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں ہجرتِ مدینہ کے وقت نظر آتی ہے کہ جب انصار نے مہاجرین کو اُن کے پاؤں پر کھڑا کرنے کے لئے، اُن کی مدد کرنے کے لئے بے مثال قربانی دی۔ پھر جماعتی طور پر بھی صحابہ کے ہی نمونے نظر آتے ہیں۔ جب بھی کسی مہم کے لئے آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے چندے کی تحریک ہوئی یا کسی بھی مقصد کے لئے چندے کی تحریک ہوئی تو جو کچھ پاس ہوتا اُس کا بہترین حصہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے دیتے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی تحریک امیر اور غریب دونوں کو کی ہے۔ یہ تحریص ہر ایک کو دلائی ہے کہ اگر خدا کی راہ میں خرچ کرو گے تو اپنی اپنی طاقت اور حیثیت کے مطابق جو بھی کوئی خرچ کر رہا ہوگا، اُس کی اس قربانی کے دوگنے پھل اسے ملیں گے۔ غریبوں کو بھی تسلی کروادی کہ خالص ہوکر جو خرچ اللہ تعالیٰ کے لئے ہو اور اُس کی رضا چاہتے ہوئے کیا جائے تو خدا تعالیٰ ضرور اس کا بدلہ دیتا ہے، جس کے بارہ میں دوسری جگہ قرآنِ کریم میں بھی بیان ہوا ہے کہ سات سو گنا یا اس سے بھی زیادہ خدا دے سکتا ہے۔ یہاں یہ کوئی شرط نہیں ہے کہ بڑی رقموں کو اور بڑی قربانیوں کو قبول کیا جائے گا بلکہ اصل قربانی کی روح ہے جسے خدا تعالیٰ قبول کرتا ہے۔ بلکہ ہر عمل کی نیت ہے جسے خدا تعالیٰ قبول کرتا ہے۔ بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ بڑی قربانی کے مقابلے میں بظاہر چھوٹی سی قربانی زیادہ رتبہ پاتی ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک درہم، ایک لاکھ درہم کے مقابلے میں آج سبقت لے گیا۔ صحابہ نے عرض کی کہ کس طرح؟ آپ نے فرمایا کہ ایک شخص کے پاس دو درہم تھے۔ اُس نے ایک درہم کی قربانی کردی۔ اور ایک دوسرے شخص کے پاس بے شمار دولت اور جائیداد تھی اس نے اس میں سے ایک لاکھ درہم کی قربانی کی۔ (سنن النسائی کتاب الزکاۃ باب جہد المقل حدیث نمبر 2527) جو اس کی دولت کے مقابلے میں بہت کم تھی، گو کہ بہت بڑی رقم ہے۔

پس اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کا معیار جذبہ اور نسبت کا ہے، مقدار کا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں بھی اس آیت میں غریبوں کی تسلی فرمادی کہ جس طرح زرخیز زمین پر تھوڑی بارش باغ کو پھلوں سے بھر دیتی ہے اسی طرح اپنی حیثیت کے مطابق نیک نیتی سے کی گئی تھوڑی سی قربانی بھی نیک عمل کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت کا درجہ پا کر بڑی قربانی کرنے والوں کے برابر لا کھڑا کرتی ہے۔ بلکہ بعض دفعہ درجہ میں بڑھا بھی دیتی ہے۔ جیسا کہ اس ایک مثال سے ثابت ہے جو میں نے پیش کی۔

پھر اللہ تعالیٰ اسی آیت میں فرماتا ہے وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (البقرہ۔266) کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُسے دیکھ رہا ہے۔ یہ کہہ کر یہ واضح کردیا کہ اللہ تعالیٰ دلوں کا حال جانتا ہے۔ وہ تمہارے جذبے کو جانتا ہے۔ وہ اس روح کو جانتا ہے جس سے تم قربانی کرتے ہو۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں جب بدلے ملتے ہیں تو دلوں کے اور نیتوں کے عمل کے مطابق ملتے ہیں، نیتوں کے مطابق ملتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مالی حیثیت جانتا ہے۔ تم نے جو قربانی کی اگر اس حیثیت سے کی تو جو بھی بدلہ ملے گا اس کے مطابق ملے گا۔ اس لئے قربانیوں کی قبولیت بھی اس نیت کے مطابق اور عمل کے مطابق درجہ پاتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانے میں بھی جب آپ مالی تحریک فرماتے تو غریب بھی اور امیر بھی اپنی اپنی حیثیت کے مطابق مالی قربانی کرتے تھے۔ آپ کے ماننے والوں کی اکثریت بھی غرباء کی تھی اور ان کی قربانیاں بھی رقم کے لحاظ سے بہت معمولی ہوا کرتی تھیں لیکن یہ جو طَلٌّ معمولی بارش بھی ہے، ایسی فائدہ مند ہوئی کہ اُن قربانیوں کو اتنے پھل لگے جو آج تک اُن بزرگوں کی نسلیں کھا رہی ہیں۔ پس یہ اُن نسلوں کی بھی ذمہ داری ہے کہ جن میں سے بعض آج بہت زیادہ حیثیت کے ہو چکے ہیں، مالی لحاظ سے بہتر ہو چکے ہیں کہ اُن کی قربانیوں کو اب وَابِلٌ تیز بارش کا نمونہ دکھانا چاہئے۔ یہ صورت اختیار کرنی چاہئے تاکہ اُن کے اور ان کی نسلوں کے اعمال کے درخت ہمیشہ سرسبز رہتے چلے جائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے تو ایک روپیہ قربانی کرنے والے کا ذکر بھی اپنی کتابوں میں فرمایا ہے جو معمولی قربانی تھی، جس نے مستقل اپنے اوپر لازم کرلیا تھا کہ ایک روپیہ ہر مہینہ ادا کریں گے۔ آپ کے صحابہ کے کیسے کیسے قربانی کے نمونے تھے اُن میں سے مَیں ایک مثال دیتا ہوں۔

چوہدری عبدالعزیز صاحب احمدی اوجلوی پٹواری تھے۔ اُن کے بارے میں قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری فرماتے ہیں کہ گورداسپور میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے مالی قربانی کی تحریک کی۔ چوہدری عبدالعزیز صاحب پٹواری خود آ کر حضور علیہ السلام کی خدمت میں ایک سو روپیہ چاندی کا پیش کر کے گئے اور کہا کہ خاکسار کے پاس یہی رقم موجود تھی جو مَیں لے آیا ہوں۔ قاضی صاحب کہتے ہیں کہ مجھے اس پٹواری کی اس قربانی پر بڑی حیرت ہوئی اور رشک بھی آیا کہ ایک پٹواری جس کو چھ روپے ماہانہ تنخواہ ملتی ہے اس نے کس طرح اخلاص کے ساتھ قربانی پیش کی ہے۔ قاضی صاحب پھر لکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اس کے اخلاص کے عوض اس پر بڑے فضل کئے۔

یہاں یہ بھی واضح کردوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے صحابہ میں تقویٰ بہت تھا۔ تقویٰ میں بڑھے ہوئے تھے۔ آپ سے جو براہِ راست فیض پا رہے تھے اس کی وجہ سے اُن کے تقویٰ کے معیار بہت بلند تھے۔ چوہدری صاحب بھی تقویٰ میں بڑھے ہوئے تھے۔ دوسرے پٹواریوں کی طرح نہیں تھے۔ ہمارے ملک میں پٹواریوں کے بارے میں مشہور ہے کہ تنخواہ بیشک ان کی تھوڑی ہو لیکن ان کی زائد آمدنی بہت زیادہ ہوجاتی ہے جو مختلف ذریعوں سے وہ زمینداروں سے، چھوٹے زمینداروں سے وصول کرتے رہتے ہیں۔ اور بعض ایسے بھی ہیں جو جب ریٹائر ہوتے ہیں تو اُن کے پاس دولت بھی ہوتی ہے، کئی کئی ایکڑوں کے مالک ہوتے ہیں بلکہ سو سو ایکڑوں کے مالک بن جاتے ہیں۔

مجھے یاد آیا کہ میرے ساتھ سکول میں ایک پٹواری کا لڑکا پڑھا کرتا تھا اور اس کا رہن سہن رکھ رکھاؤ، کپڑے ایسے ہوتے تھے جو ہزاروں کمانے والا کوئی بچہ بھی نہیں رکھ سکتا۔ اور خود بتاتا تھا کہ میرے باپ کی تنخواہ تو پینتالیس روپے ہے لیکن اللہ کا بڑا فضل ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے جو معیار ہیں وہ بدل گئے ہیں۔ جو ناجائز آمد ہے وہ اللہ کا فضل بن گیا اور جو جائز آمد ہے وہ حکومت کی تنخواہ بن گئی۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے آ کر ہمیں بتایا کہ صحیح اللہ کا فضل کیا ہوتا ہے۔ اب یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں نہ کسی مہدی کی ضرورت ہے، نہ مسیح کی ضرورت ہے، نہ مصلح کی ضرورت ہے۔ اگر اس چیز کو یہ تسلیم کرلیں کہ اس کی ضرورت ہے اور ماننے والے کو مان لیں تو تب صحیح پہچان ہوسکتی ہے کہ اللہ کا فضل کس طرح ہوتا ہے اور کیا چیز ہے؟ یہ تو احمدی کو پتہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی خاطر ہر قسم کی قربانی کا کرنا اور اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کا فضل کس طرح ہوتا ہے؟ وَابِلٌ ہو یا طَلٌّ، تیز بارش ہو یا ہلکی بارش، بڑی قربانی ہو یا تھوڑی قربانی، دولتمند ہوں یا غریب، اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کی گئی قربانیاں دوگنے پھل لاتی ہیں۔ جیسا کہ حضرت چوہدری عبدالعزیز صاحب کے بارہ میں حضرت قاضی محمد یوسف صاحب نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے اس اخلاص کے بے انتہا پھل لگائے۔ تنخواہ کے ساتھ شاید تھوڑی سی اُن کی زمین بھی ہو۔ پٹواری عموماً دیہاتوں کے رہنے والے ہوتے ہیں اور کچھ نہ کچھ زمیندارہ ہوتا ہے جس کی آمد بھی ہوتی ہوگی۔ اس کی وجہ سے کچھ رقم بھی جمع کرلی ہوگی۔ وہ سب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے قدموں میں لا کے رکھ دی۔

ہمیشہ یادرکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کوکبھی پیسوں کی ضرورت نہیں ہوتی کہ اللہ تعالیٰ کو بندوں سے پیسوں کی ضرورت ہو۔ اللہ تعالیٰ جب قربانی کے لئے فرماتا ہےتو بندے کوثواب دینے کی خاطر۔اوریہی حال اللہ تعالیٰ کے انبیاء کا ہوتا ہے۔انہیں اس بات کی فکرنہیں ہوتی کہ جماعت کے جواخراجات ہیں کس طرح پورے ہوں گے؟ اللہ تعالیٰ جب کام شروع کرواتا ہے،کسی کوبھیجتا ہےتو اس کے لئے اسباب بھی مہیا فرما دیتا ہے۔ظاہری تحریک انبیاءضرورکرتے ہیں اوراس کے بعد خلفاءبھی کرتے ہیں لیکن ضرورت پوری کرنے کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہوا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی یہ وعدہ ہے۔اس لئے آپ نے ایک جگہ اس بات کا اظہار بھی فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وعدہ فرمایا ہے کہ خرچ کے لئے رقم کہاں سے آئے گی۔آپ نے فرمایا یہ تو بہت آئے گی لیکن اس کو دیکھ کرتم لوگ دنیادار نہ ہوجانا۔یعنی انفرادی طور پر بھی جماعت کوخوشخبری دے دی کہ تم لوگوں کوکشائش عطاہوگی اور جماعتی طور پربھی کشائش پیدا ہوگی۔پس جماعتی طور پر جو کشائش پیدا ہوتو جن کے ہاتھ میں خرچ ہےاُن کوبھی ہمیشہ اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ ہم کسی بھی قسم کا غیرضروری خرچ نہ کریں۔ ہر پیسے کوسنبھال کےاوراحتیاط سے خرچ کریں۔غریب قربانی کررہے ہیں یاامیر قربانی کررہے ہیں،اس کوسوچ سمجھ کرخرچ کرنا یہ خرچ کرنے والوں کا کام ہے اور بہت اہم کام ہے تا کہ جہاں وہ خدمتِ دین کررہے ہیں، خدمتِ سلسلہ کررہے ہیں تو ان خرچوں کوسنبھال کراللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بھی بنیں۔

حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے قربانی کی جوروح جماعت میں پیدا کی ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس میں جماعت ترقی کرتی چلی جارہی ہے۔صحابہ کی قربانیوں کے نمونے نئے آنے والے بھی زندہ رکھے ہوئے ہیں۔دنیا کے دوردراز علاقوں میں جہاں جہاں بھی جماعتیں قائم ہورہی ہیں،غریب لوگ ہیں لیکن مالی قربانیاں بھی کرتے ہیں۔ہلکی بارش بھی ان کی قربانیوں کو پھلوں سے لادرہی ہےاوروَابِلٌ کےنمونے بھی ہمیں نظرآتے ہیں۔تیز بارش کی طرح مالی قربانیوں میں ان کے ہاتھ کھلے ہوئے ہیں۔اوراس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی بارش اُن کے کاروباروں کوکئی گنا بڑھاتی چلی جارہی ہے۔اس وقت میں نے چندواقعات لئے ہیں جوآپ کے سامنےپیش کرتا ہوں۔

مثلاً انڈیا سے وہاں کے ناظم وقفِ جدید لکھتے ہیں کہ گزشتہ سال2010ءمیں گجرات کے دورے پر گیا تو وہاں گاندھی دھام ایک جگہ ہےاس کے ایک دوست کے پاس جب وقفِ جدید کا چندہ لینے گیا تو ان کا چندہ وقفِ جدید اس وقت تیرہ ہزارروپے تھا۔ کہتے ہیں کہ مَیں ان کے مالی حالات جانتا تھا۔مَیں نے انہیں تحریک کی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت نوازا ہے۔آپ اپنا وعدہ پچاس ہزارروپے کردیں۔موصوف نے اسی وقت پچپن ہزارروپے کا چیک کاٹ کردے دیااور کہا کہ دعا کریں میرا ایک کاروبار ہے اس میں میرے اکیس لاکھ روپے پھنسے ہوئے ہیں جو ملنے کی امیدنہیں بن رہی۔لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل فرمایا کہ دوچاردن کے بعد ہی اُن کی جو رُکی ہوئی رقم تھی وہ اکیس لاکھ روپیہ ان لوگوں نے خودآ کران کودے دیا۔

اسی طرح ہمارے انسپکٹر وقفِ جدید ہیں، وہ کہتے ہیں کوئمبٹور جماعت میں تامل ناڈو میں ایک مخلص دوست جنہوں نے دس سال پہلے بیعت کی تھی۔جب انہیں وقفِ جدید کی اہمیت کے بارے میں بتایااوران کوکہا کہ آپ تیس ہزارروپے اپنا وعدہ لکھوائیں کیونکہ آپ کی آمد کافی ہے۔ انہوں نے کہا مولوی صاحب!مَیں نے آپ کی باتیں سن لی ہیں۔مَیں تیس ہزارنہیں بلکہ پچاس ہزارروپے کا وعدہ لکھواتا ہوں۔اس پر کہتے ہیں مَیں نے اُن سے کہا کہ یہ شاید آپ کی طاقت سے بڑھ کرہوگا۔انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی خاطر جودینا ہےتو پھرآپ کواس سے کیا؟ مجھے پتہ ہے کتنی میری طاقت ہےاوراللہ تعالیٰ کس طرح نوازتا ہے۔رمضان کے مہینے میں پھرانہوں نے اپنا وعدہ پوراکردیااور کہتے ہیں میری آمداب اتنی بڑھ گئی ہے کہ اس سال کے لئے انہوں نےتحریکِ جدید اوروقفِ جدید دونوں کا اپنا وعدہ ایک ایک لاکھ روپیہ لکھوایا ہے۔

پھرصوبہ بنگال کے انسپکٹر وقفِ جدید شیخ محمد داؤد ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ ایک نواحمدی ہیں جو مدرسہ میں پڑھاتے تھے۔اس کے بعد پھرانہوں نےمعلم کی ٹریننگ لی اور پانچ سوروپیہ چندہ دیتے تھے۔اس کے بعداللہ تعالیٰ نے ان پرفضل فرمایا۔اب ان کا پانچ ہزارروپیہ چندہ ہے۔وہ کہتے ہیں کہ جب میں غیراحمدی تھا تو لوگوں کے دروازے پرجا کرکھانا کھاتا تھااوراب بیعت کرنے کے بعد چندے کی برکت سے لوگ میرے دسترخوان پر کھاتے ہیں۔ پہلے جائیدادنہیں تھی اوراب جائیدادبھی بن گئی ہے۔

پھرتامل ناڈوکی جماعت کوئمبٹورکی جواکثریت ہے وہ نواحمدیوں کی ہےجس میں زیادہ تر احبابِ جماعت نے دس سے پندرہ سال قبل بیعت کی تھی۔سواس میں سے اللہ کےفضل سے پچاس فیصدجوزیادہ کمانے والے ہیں وہ اب تک موصی بن چکے ہیں۔چندسال پہلے ایک شخص نے بیعت کی اوراللہ تعالیٰ نے ان کوتوفیق دی کہ چندے میں غیرمعمولی اضافہ کیا۔اوروہ کہتے ہیں کہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے میرے کاروبار میں اضافہ کردیا ہےاورمیرے غیرازجماعت رشتےدارحیران ہیں کہ تمہارے پاس اتنا پیسہ کہاں سے آرہاہے۔مَیں ان کو یہی کہتا ہوں جوبھی ہےاللہ تعالیٰ کا فضل اوراحمدیت کی برکت ہے۔یہ تومَیں نے انڈیاکےحالات بتائے ہیں۔

افریقہ میں وہاں کے دور دراز علاقوں میں لوگوں کا قربانی کرنے کا کیا جذبہ ہے،یہ دیکھیں۔گیمبیا کے امیر صاحب لکھتے ہیں کہ ہمارے ایک بھائی فوڈے باکولی (Fodayba Colley) ایک غریب آدمی ہیں۔جب انہیں وقفِ جدید کے چندے کے لئے کہا گیا توانہوں نے بتایا کہ تنگدستی کی وجہ سے وہ تو فاقوں سے ہیں۔تین دن بعد یہ دوست مشن ہاؤس آئے اور پچاس ڈلاسی دیئے اورکہا کہ میں چاہتا ہوں کہ برکت کی خاطر میرانام بھی چندہ اداکرنے والوں کی فہرست میں شامل ہوجائے۔یعنی فاقے کی نوبت بھی ہےلیکن اس کے باوجود چندہ دینے کی خواہش ہے کہ کہیں میں محروم نہ رہ جاؤں۔یہ عجیب جذبہ ہے۔

پھرایک اورصاحب تھے،انہوں نے بھی اسی طرح کہا کہ مَیں بہت غریب ہوں،ضرورت مندہوں،میرے پاس کچھ نہیں لیکن سو(100)ڈلاسی دیئے۔

جماعت بینن کے امیر صاحب لکھتے ہیں کہ ایک نو مبائع جماعت اورا کامے (Avrakame) کے جنرل سیکرٹری لطیفو لامیدی صاحب کچھ عرصے سے بیروزگاری کےحوالے سے بہت پریشان تھے۔محنت مزدوری اورکاروبارڈھونڈھنے کے سلسلے میں نائیجیریا بھی گئےلیکن کچھ نہ بنااورپریشان ہی واپس لوٹے۔اب وقفِ جدید کے آخری دوماہ نومبر،دسمبر رہ گئے تھےاور یہ اس چندے میں بقایادار تھے۔انہیں جب وقفِ جدید کا چندہ دینے کا کہا گیااور بتایا گیا کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں مشکل حالات میں خرچ کرنے والوں کے لئےبھی خاص انعامات ہوتے ہیں تو یہ اگلے دن چندے کی رقم لےکرآ گئے اور کہنے لگے کہ جب سارا گھر قرض لےکرکھارہا ہےتو کیوں نہ خدا کی راہ میں بھی خرچ کے لئے قرض اٹھالیا جائے۔شاید اللہ ہمارے دن موڑ دے۔تو اللہ تعالیٰ کا فضل اس طرح نازل ہوا کہ چندہ دینے کے تیسرے دن انہیں ایک خاصے امیر گھرانے میں ملازمت مل گئی اوراتنی اچھی تنخواہ ملی کہ دو ماہ میں ان کے تمام قرضے بھی اتر گئے۔انہوں نے ایک موٹرسائیکل بھی خریدلی اوراب ہرجگہ کہتے ہیں کہ یہ میرے چندے کی برکت ہے۔

بینن میں ہی جماعت اورا کامے(Awrakame) جو(نام)پہلے بتایا تھا۔ وہاں معلم صاحب چندہ لینے کے لئے گئے۔اس علاقہ کے بہت سے لوگوں نے جو جگہ ہے’ اورا کامے‘ (Awrakame)اس کے صدر جماعت کے پیسے دینے تھے۔اور یہ بہت بڑی رقم بنتی تھی۔مگر کافی عرصے سے ادھار لینے والے رقمیں نہیں دے رہے تھےجس کی وجہ سے صدرصاحب اوران کے گھر کے بعض افراد نے اپنا وقفِ جدید کا مکمل چندہ ادانہیں کیا۔معلم صاحب نے صدراوران کے گھر والوں کوسمجھایا کہ دیکھو وعدہ ایک قرض ہے۔جب تم لوگ خدا کا قرض اداکرنے کے لئے پس وپیش کرتے ہوتو دوسرے لوگ تمہاراقرض اداکرنے کے لئے کیوں نہ پس وپیش کریں۔یہ بات ان کی سمجھ میں آ گئی اورانہوں نے فوراً اپنا وقفِ جدید میں سارے گھر کا چندہ بے باق کیا اور کہتے ہیں کہ لومعلم صاحب، مَیں نے تو خدا کا ادھار چکادیا۔اوراللہ تعالیٰ نے بھی اس طرح اپنا فضل فرمایا کہ ہفتے کے اندراندر جن لوگوں نے ان کے پیسے دینے تھے وہ سب آئے اوران کی رقمیں واپس کرگئے۔اب انہوں نے ایک ایکڑ زمین خریدی ہےجس میں سے آدھی چارکنال جگہ مسجد کے لئے جماعت کودی ہے۔

مبلغ نائیجیریا بیان کرتے ہیں کہ لوکوجہ جماعت کی ایک خاتون اسوت حبیب (Aswat Habib) صاحبہ بتاتی ہیں کہ مَیں اپنے گھر میں کپڑوں کی،گارمنٹس کی دکان چلاتی ہوں،لیکن اب میرے شوہر نے سکول کھولا ہےجس کی وجہ سے میرا زیادہ وقت سکول کے کاموں میں گزرتا ہے۔ اورسکول بھی گھر سے دور ہےجس کی وجہ سے دکان کے کام میں آمدنی کم رہی۔یہ بات میرے لئے

پریشان کن تھی۔ایک دن مربی صاحب نے چندہ وقفِ جدید میں قربانی کی تحریک کی اور مجھ سے جتنا ہوسکتا تھا میں نے اس میں ادا کردیا۔اُسی دن چند گھنٹوں کے بعد جب مَیں نے اپنی گارمنٹس کی دکان کھولی تو چند گھنٹوں میں اتنی سیل ہوئی جو پہلے ہفتوں میں نہیں ہوتی تھی۔یہ صرف خدا کی راہ میں چندہ دینے کی برکت ہے جس نے مجھے اتنا نوازا۔

وِڈ گُو ریجن کے مبلغ لکھتے ہیں جیالوسیکو(Diallo Seko) صاحب جو یہاں کے گاؤں کے رہنے والے ہیں۔انہوں نے گزشتہ سال بیعت کی ہے اور بیعت کے بعد انہوں نے فوراً چندہ دینا شروع کردیا اور اس چندے کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس مخلص نو مبائع کو ایسی برکت سے نوازا کہ اس کی فصل اسی سال گزشتہ سال کی نسبت دوگنا ہوگئی۔اور اب انہوں نے وقفِ جدید میں دوبارہ اناج کی صورت میں چندہ دیا ہے۔

امیر صاحب برکینا فاسو لکھتے ہیں کہ گاوا ریجن (Gava Region) کے صدر جماعت ہیما یوسف (Hema Yousaf) صاحب بتاتے ہیں کہ ایک روز جیب میں صرف تین ہزار فرانک تھے۔اہلیہ نے کہا کہ گھر میں پکانے کو کچھ نہیں ہے، لا کردیں۔کہتے ہیں کہ اسی اثناء میں مَیں پیسے لے کر مشن ہاؤس گیا تو وہاں مربی صاحب نے چندے کے وعدے کے متعلق یاددہانی کروائی کہ آپ کا وقفِ جدید کا چندہ رہتا ہے۔خاکسار نے یہی سمجھا کہ آج میرا امتحان ہے۔مَیں نے اسی وقت یہ تہیہ کیا کہ چندہ ہی دوں گا اور فوراً تین ہزار فرانک کی رسید کٹوا لی اور اللہ تعالیٰ کو میری حقیر قربانی بہت پسند آئی۔اسی روز میرے کام کے سلسلے میں ایک شخص گھر آیا اور تین لاکھ فرانک نقد دے کر کہنے لگا کہ میرا آرڈر بک کرلیں اور یہ رقم ایڈوانس کے طور پر رکھ لیں۔بقیہ کام مکمل ہوگا تو ادا کروں گا۔یوسف صاحب بیان کرتے ہیں کہ اس روز سے میرا اللہ تعالیٰ پر توکل بہت بڑھ گیا ہے۔خصوصاً مالی مشکلات تو بالکل ختم ہوگئی ہیں۔

بنفورا(Banfora) ریجن کے مبلغ لکھتے ہیں کہ ایک دوست سوادوگو(Sawadogo) صاحب چار سال قبل احمدی ہوئے تھے اور آہستہ آہستہ اخلاص میں ترقی کی اور چندے ادا کرنے شروع کئے۔ایک روز بیان کرنے لگے کہ سب سے پہلے چندوں کے نظام میں شامل ہو جائیں کیونکہ اس کی بیشمار برکات ہیں اور اس کا ثبوت میری اپنی ذات ہے۔کیونکہ احمدیت میں داخل ہونے سے قبل اور چندوں کی ادائیگی سے قبل میں اکثر لوگوں سے قرض اور ادھار لیتا تھا۔مگر آج اللہ تعالیٰ نے میری حالت کو یکسر بدل دیا ہے اور چندہ ادا کرنے کی برکت سے میں اس قابل ہوا ہوں کہ لوگوں کو ادھار رقوم دیتا ہوں۔پہلے لوگ میرے در پر مجھ سے اپنی رقوم لینے آتے تھے مگر آج امام مہدی علیہ السلام کی برکت سے لوگ میرے در پر مدد مانگنے آتے ہیں۔

نائیجر، ایک غریب اور پسماندہ ملک ہے، ان لوگوں کو لینے کی عادت تو ہے، دینے کی نہیں۔لیکن خدا تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ جہاں بھی تبلیغ کی جاتی ہے وہاں مالی قربانی کے نظام کے بارہ میں بتایا جاتا ہے جس کے نتیجہ میں لوگ مالی قربانی کی طرف توجہ کررہے ہیں۔کئی دیہات ایسے ہیں جہاں پہلی دفعہ تبلیغ کی اور انہوں نے پہلے ہی دن کچھ نہ کچھ چندہ دیا۔

مبلغ لکھتے ہیں کہ امسال خدا تعالیٰ کے فضل سے وقفِ جدید کی مالی قربانی میں نائیجر کی سو فیصد جماعتیں شامل ہوچکی ہیں۔اور گزشتہ سال وقفِ جدید میں شاملین کی تعداد ایک ہزار چار سو اٹھہتر تھی جبکہ امسال یہ تعداد بڑھ کے سترہ ہزار سات سو چھ ہے۔یعنی وقف جدید میں سولہ ہزار دو سو اٹھائیس(16,228) نو مبائعین کا اضافہ ہوا ہے۔

افریقہ میں صرف چندہ ہی نہیں بلکہ وہاں کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت بڑھ کر دوسری مالی قربانیاں کرنے کی بھی توفیق مل رہی ہے۔

لیگوس کے ایک مخلص احمدی ہیں الحاجی ابراہیم الحسن، انہوں نے اپنا نیا گھر بنایا اور اس سے ملحق ایک مسجد اور تین فلیٹ پر مبنی ایک عمارت بنائی۔مسجد کے بارہ میں ان کا ارادہ تھا کہ وہ اس کو جماعت کے حوالہ کردیں گے۔کہتے ہیں کہ ابھی میں اپنے اس نئے گھر میں شفٹ نہیں ہوا تھا کہ ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول میرے اس نئے گھر میں تشریف لائے ہیں اور آپ کے بعد خلیفہ ثانی اور خلیفہ ثالث اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع اور خلیفہ خامس سب تشریف لائے اور سب سے آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام تشریف لائے۔آمد کے بعد حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہی اس گھر کے افتتاح کی تقریب ہے اور کوئی افتتاح کی تقریب نہیں ہوگی۔

اس کے بعد مسجد سے ملحق عمارت جس میں تین فلیٹس بنائے تھے اُن میں سے ایک فلیٹ میں آپؑ تشریف لے گئے اور فرمایا کہ یہ بھی مسجد کے ساتھ ہی جماعت کو دے دیں۔کہتے ہیں کہ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی اور مَیں نے ارادہ کرلیا کہ فلیٹ بھی مسجد کے ساتھ ہی جماعت کو بطور مشن ہاؤس دے دوں گا۔چنانچہ انہوں نے یہ مسجد اور سارے فلیٹس بطور مشن ہاؤس جماعت کو دے دیئے ہیں جس کی کل مالیت نوّے ہزار پاؤنڈ بنتی ہے۔

ٹوگو کے مبلغ لکھتے ہیں کہ نؤ چے ریجن کے ایک گاؤں میں جہاں کچھ عرصہ قبل احمدیت کا نفوذ ہوا تھا چندے کا آغاز ایک عجیب واقعہ سے ہوا۔مخالفین وہاں پر بہت سا سامان اور پیسے لے کر گئے کہ ان کو دے کر احمدیت سے الگ کیا جائے۔یہ ایک غریب گاؤں ہے اور لوگ کھیتی باڑی کرتے ہیں۔مخالفین نے ان سے کہا کہ ہم آپ کے لئے پیسے لے کر آئے ہیں جبکہ احمدی آپ سے چندہ مانگتے ہیں اور یہ سارے پیسے اکٹھے کر کے ان سے کاروبار کرتے ہیں۔گاؤں والوں نے جواب دیا کہ تم لوگ جھوٹ بولتے ہو۔تم ہمیں پیسے دینے آئے ہوتا کہ ہم ایمان سے ہٹ جائیں؟ اور احمدی ہم سے چندہ مانگتے ہیں تا کہ ہمارے ایمان مضبوط ہوں۔اور پھر وہ ہمیں قرآن کی تعلیم بتاتے ہیں کہ ہر مسلمان کو خدا کی راہ میں کچھ نہ کچھ خرچ کرنا چاہئے اور ہم جانتے ہیں کہ احمدی اس چندے سے اسلام کی خدمت کرتے ہیں۔کھا پی نہیں جاتے یا کاروبار نہیں کرتے۔ہم بے شک غریب ہیں اور آپ کی رقم ہماری ضروریات پوری کرسکتی ہے لیکن جو تھوڑا بہت ہمارے پاس ہے ہم خدا کی راہ میں دینا پسند کریں گے۔اس طرح وہ چندہ کے نظام میں شامل ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج تک چندے کے نظام میں شامل ہیں۔

پس یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہر قسم کی قربانیاں کررہے ہیں۔تھوڑی قربانی بھی ہے۔بڑی قربانی بھی ہے۔اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق ان کے پھلوں کو دوگنا کرتا چلا جارہا ہے۔مالی قربانیوں کی ایک روح جیسا کہ ہم نے دیکھا جماعت میں نہ صرف قائم ہے بلکہ بڑھتی چلی جارہی ہے۔نئے ہونے والے احمدی بھی اس میں بڑھتے چلے جارہے ہیں۔

وقفِ جدید کا چندہ جو پہلے صرف پاکستان کے احمدیوں کے لئے ہی خیال کیا جاتا تھا۔یعنی اس قربانی میں صرف پاکستانی احمدی ہی شامل ہوتے تھے۔پھر خلافتِ رابعہ میں یہ پوری دنیا کے لئے عام کردیا گیا۔امیر ممالک سے یعنی مغربی ممالک سے اور دوسرے ترقی یافتہ ممالک سے وقفِ جدید کا چندہ لینے کا بڑا مقصد یہ تھا کہ انڈیا اور افریقہ کے بعض ممالک جن کے اخراجات بڑھ رہے ہیں اور جماعتوں کی اکثریت بھی نو مبائعین کی ہے جنہیں ابھی مالی نظام کا صحیح طرح پتہ نہیں اُن پر ہی رقم خرچ کی جائے۔ان کی ضروریات پوری کی جائیں۔مساجد کی تعمیر ہے اور دوسرے اخراجات ہیں۔لیکن آپ نے دیکھا جو مَیں نے واقعات بیان کئے ہیں کہ اب نو مبائعین خود بھی کس طرح قربانیوں میں بڑھ رہے ہیں۔اور ان کے خود قربانیوں میں بڑھنے سے وہاں کی ضروریات کچھ حد تک پوری ہورہی ہیں لیکن ساتھ ساتھ نئے مشن بھی کھل رہے ہیں۔اس لئے امیر ممالک سے یا مغربی ممالک سے جو وقفِ جدید کا چندہ لیا جاتا ہے وہ دوسرے نئے منصوبوں پر خرچ کیا جائے گا جہاں اور مزید ضروریات بڑھ رہی ہیں، مساجد بن رہی ہیں، مشن ہاؤسز بن رہے ہیں، لٹریچر چھپ رہا ہے۔یہ قربانیاں جو مغربی ممالک کے احمدی کررہے ہیں جہاں ان کو اپنے ملک میں جماعتی پروجیکٹس کو اور کاموں کو آگے بڑھانے میں وسعت دینے میں کام آرہی ہیں وہاں غریب ممالک میں احمدیت کی ترقی میں بھی یہ ممد بن رہی ہیں۔اور یوں امیر ممالک کے قربانی کرنے والے لوگ بھی انفرادی طور پر بھی جو معمولی قربانی کررہے ہیں بحیثیت جماعت ان کی قربانی تیز بارش کے نتائج پیدا کررہی ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیشہ اسے قبول فرماتا رہے۔

جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ یکم جنوری سے وقفِ جدید کا سال شروع ہوتا ہے اور جو مثالیں مَیں نے دیں وہ زیادہ تر وقفِ جدید کی ہیں۔واضح ہے کہ آج کے خطبہ میں وقفِ جدید کا نئے سال کا اعلان کیا جائے گا۔اور گزشتہ سال کے کچھ اعداد و شمار پیش کئے جائیں گے۔اللہ کے فضل سے وقفِ جدید کا یہ ترپنواں (53واں) سال ہے جو 31؍دسمبر کو ختم ہوا ہے۔الحمد للہ اس سال میں اللہ تعالیٰ کے بڑے فضل ہوئے اور وقفِ جدید میں جماعت کو اکتالیس لاکھ تراسی ہزار پاؤنڈ سے اوپر کی قربانی پیش کرنے کی توفیق ملی اور گزشتہ سال کے مقابلہ میں یہ قربانی اللہ کے فضل سے چھ لاکھ چونسٹھ ہزار سے زائد ہے۔اور اس میں قربانی کے لحاظ سے حسبِ معمول وحسبِ سابق پاکستان تو

پہلے نمبر پر ہی ہے۔اس کے بعد امریکہ ہے اور پھر UK ہے۔ پھر جرمنی ہے۔UK نے بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے گزشتہ سال کے مقابلے میں ایک لاکھ پاؤنڈ کا اضافہ کیا ہے۔اور جرمنی نے بھی اس دفعہ توUK سے وقفِ جدید میں اوپر آنے کے لئے پوری کوشش کی ہے اور دو لاکھ یورو سے زیادہ وصولی کی ہے لیکن پوزیشن گزشتہ سال والی ہے۔ پھر کینیڈا ہے۔ پھر انڈیا ہے۔ پھر آسٹریلیا ہے۔ آسٹریلیا کی ایک پوزیشن اوپر آ گئی ہے۔انڈونیشیا ہے، بیلجیئم ہے اور دسویں نمبر پر سوئٹزرلینڈ ہے۔

اور مقامی کرنسی کے لحاظ سے، گزشتہ سال کے مقابلے پر زیادہ وصولی کرنے والی پانچ جماعتیں نمبر ایک جرمنی ہے جس نے تینتیس فیصد اضافہ کیا ہے۔ پھر بھارت نمبر دو پہ ہے۔ پھر امریکہ ہے، پھر آسٹریلیا ہے، پھر بلجیم ہے۔فی کس ادائیگی کے لحاظ سے امریکہ پہلے نمبر پر ہے جن کا اکاسی پاؤنڈ سے اوپر فی کس چندہ ہے۔ پھر نیچے سوئٹزرلینڈ ہے، اڑتالیس پاؤنڈ، پھر آئرلینڈ ہے، پھر UK ہے۔ پھر جاپان ہے۔فرانس، کینیڈا، سپین وغیرہ نے بھی کافی کوشش کی ہے۔ افریقہ میں وصولی کے لحاظ سے پہلی پانچ جماعتوں میں گھانا ہے۔نائیجیریا ہے۔ پھر ماریشس، چوتھے نمبر پر برکینا فاسو اور پانچویں پر بینن ہے۔

اس سال وقفِ جدید کا چندہ ادا کرنے والوں کی تعداد میں پچیس ہزار کا اضافہ ہوا ہے۔ اس طرح مجموعی تعداد چھ لاکھ سے اوپر ہے۔لیکن جیسا کہ میں نے کہا نائیجر نے اس دفعہ کوشش کی ہے تو انہوں نے حالانکہ چھوٹی سی جماعت ہے اور بالکل نئی جماعت ہے، سولہ ہزار شاملین کا اضافہ کرلیا ہے۔ اگر افریقہ کی باقی جماعتیں کوشش کریں تو یہ اضافہ بہت زیادہ ہوسکتا ہے۔ گھانا اور نائیجیریا کو تو مَیں اگلے سال کے لئے کہتا ہوں کہ کم از کم اضافی ٹارگٹ جو ہے وہ پچاس ہزار افراد کا رکھیں۔اور ان کی گنجائش ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوسکتا ہے۔

پھر پاکستان کے جو نتائج ہیں اس کے لحاظ سے اول لاہور ہے۔ کراچی ہے اور ربوہ ہے، اور ربوہ اور کراچی کا اتنا معمولی فرق ہے کہ اگر ربوہ کو پہلے پتہ ہوتا تو شاید کوئی ایک آدمی ادا کر دیتا۔شاید چار پانچ ہزار روپے کا فرق ہے۔

بالغان میں دس اضلاع۔ سیالکوٹ، راولپنڈی، فیصل آباد، اسلام آباد، شیخوپورہ، گوجرانوالہ، سرگودھا، ملتان، گجرات اور عمرکوٹ ہیں۔

اطفال میں اوّل لاہور۔دوم کراچی۔ سوم ربوہ ہے۔ اطفال کے پہلے دس اضلاع سیالکوٹ، راولپنڈی، اسلام آباد، شیخوپورہ، فیصل آباد، گوجرانوالہ، نارووال، گجرات، عمرکوٹ اور دسویں نمبر پر حیدرآباد۔

امریکہ کی پہلی پانچ جماعتیں۔ لاس اینجلیس، اِن لینڈ ایمپائر، سیلیکون ویلی، ڈیٹرائٹ، شکاگو ویسٹ اور بوسٹن ہیں۔

برطانیہ کی پہلی دس جماعتیں۔ ووسٹر پارک، مسجد فضل، رینیز پارک، برمنگھم ویسٹ، ویسٹ ہل، بریڈفورڈ نارتھ، بیکسلے اینڈ گرین وچ، چیم، مسجد ویسٹ اور وولور ہیمپٹن۔

اور وصولی کے لحاظ سے برطانیہ کے ریجن ہیں، مڈلینڈ ریجن، ساؤتھ ریجن، لنڈن ریجن، مڈل سیکس ریجن، اسلام آباد ریجن۔

جرمنی کی پانچ جماعتیں ہیں۔ ہیمبرگ، فرینکفرٹ، گروس گیراؤ، ویزبادن اور ڈارمسٹڈ۔

وصولی کے لحاظ سے جرمنی کی نمایاں جماعتیں ہیں۔ روڈر مارک، نوئے ایس، بروخسال، مورفیلڈن (جرمن خود ہی ان شہروں کا تلفظ درست کرلیں) روڈس ہائیم، مہدی آباد، بریمن، نیدر روڈن، وال ڈورف، وائن گارٹن۔

کینیڈا نے دفتر اطفال اور بالغان علیحدہ کیا ہوا ہے۔ باقی ممالک جہاں نظام اچھی طرح establish ہو چکا ہے اُن کو بھی مَیں نے کہا تھا یہ قائم کریں لیکن جرمنی اور امریکہ اور برطانیہ اس بارہ میں کوشش نہیں کرسکے کہ اطفال اور خدام کو علیحدہ علیحدہ کرسکیں، لیکن کینیڈا بہرحال رکھتا ہے۔ اس لحاظ سے پاکستان کے بعد فی الحال کینیڈا ہے جس نے علیحدہ ریکارڈ رکھا ہوا ہے۔ اس چندہ بالغان میں مارکھم، پیس ویلج ساؤتھ، ویسٹن ازلنگٹن، کیلگری ساؤتھ، ووڈ برج۔ کینیڈا میں دفتر اطفال کی جماعتیں ہیں، ویسٹرن ساؤتھ، ویسٹرن نارتھ ویسٹ، ویسٹن ازلنگٹن، مارکھم، پیس ویلج ساؤتھ۔

انڈیا کی جماعتیں کیرالہ، جموں کشمیر، تامل ناڈو، آندھرا پردیش، ویسٹ بنگال، کرناٹکہ، اڑیسہ، پنجاب، اتر پردیش، راجستھان، دہلی ہیں۔ پہلے مَیں نے صوبے بیان کئے تھے اور اب جماعتیں ہیں اور ان کی نمایاں جماعتیں کالی کٹ، کینانور ٹاؤن، حیدرآباد، قادیان، چنائی، کلکتہ، کیرولائی، بنگلور، پنچ گاڑی، کمبٹور، آسنور ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس نئے سال میں قربانی کرنے والوں کی توفیق کو بھی بڑھائے۔ جنہوں نے گزشتہ سالوں میں قربانیاں کی ہیں ان کے اموال و نفوس میں بے انتہا برکت ڈالے اور پہلے سے بڑھ کر یہ قربانیاں کرتے چلے جانے والے ہوں۔اور آئندہ بھی ہم جماعت کا ہر قدم ترقی پر دیکھنے والے ہوں۔انشاءاللہ تعالیٰ۔

ایک افسوسناک اطلاع ہے۔ جرمنی کے مکرم ہدایت اللہ ہیوبش صاحب 4/جنوری کو منگل کے دن وفات پا گئے تھے۔اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّااِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔آپ کی پیدائش 1946ء کی تھی۔اس لحاظ سے تقریباً چونسٹھ سال یا پینسٹھ سال عمر بنتی ہے، اگر شروع میں تھی تو پینسٹھ سال، ہاں پینسٹھ سال تقریباً۔اور فرینکفورٹ میں ان کی تعلیم ہوئی۔1974ء میں ان کی شادی ماریشس کی ایک خاتون سے ہوئی جن سے ایک بیٹی ہیں۔ ان کی یہ اہلیہ 1989ء میں وفات پا گئی ہیں۔ پھر ان کی دوسری شادی قادیان میں سعید احمد درویش مہار صاحب کی بیٹی سے ہوئی جن سے ان کے تین بیٹے اور بیٹیاں ہیں۔ بڑے مخلص اور فدائی احمدی تھے۔ کہتے ہیں کہ مَیں نے اسلام قبول کس طرح کیا؟ اس کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن اپنی والدہ کے گھر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک سفید روشنی کندھے کے اوپر سے نکل کر کتابوں کی الماری کی طرف جاتی ہوئی نظر آئی جس میں سینکڑوں کتابیں ترتیب سے پڑی ہوئی تھیں۔ وہ روشنی ایک کتاب پر آ کر رُک گئی۔آپ نے جب اٹھا کر اس کتاب کو دیکھا تو وہ جرمن ترجمہ قرآن تھا۔آپ قرآنِ کریم کو اپنے ہاتھوں میں لے کر پڑھنے لگے اور قرآن میں کچھ حصہ پڑھنے کے ساتھ ہی آپ کو یقین ہو گیا کہ خدا تعالیٰ اپنی کتاب کے ذریعے بول رہا ہے۔اور یہ کتاب سچی ہے اور مجھے اسے قبول کرلینا چاہئے۔ چنانچہ اسلام قبول کرلیا۔ یہ خیال آتے ہی پھر اس کے بعد مسجد کی تلاش شروع کردی اور مسجد نور کا ان کو پتہ لگ گیا۔اس طرح جماعت سے رابطہ ہوا اور مبلغ سلسلہ مکرم مسعود جہلمی صاحب مرحوم سے تعلقات ہوئے۔انہوں نے بڑی محبت و شفقت سے ان کو اسلام اور احمدیت کا تعارف کروایا۔1969ء میں یہ بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے آپ کا نام ہدایت اللہ رکھا۔1970ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ جب فرینکفورٹ تشریف لے گئے تھے تو وہاں آپ کی حضور سے ملاقات ہوئی۔امیر صاحب جرمنی بھی ان کے ذریعہ سے ہی احمدی ہوئے کیونکہ انہوں نے ان کو کافی تبلیغ کی۔ کیونکہ وہ حق کی تلاش میں قادیان میں گئے تھے اور وہاں یہ بھی جرمن تھے اس لئے انہوں نے ان کو ساتھ لے کر سارا قادیان پھرایا اور تبلیغ کی۔ ہمیشہ یہ مترجم کے طور پر اور خلفاء کے مترجم کے طور پر خدمات سرانجام دیتے رہے۔ بڑے درویش صفت اور نیک اور مخلص انسان تھے۔خدا پر توکل انتہا کا پہنچا ہوا تھا۔یعنی ایسے تھے جو بعد میں آئے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ توکل اور ایمان اور یقین اور وفا اور محبت اور اخلاص میں وہ بہتوں سے آگے بڑھ گئے۔خلافتِ احمدیہ سے ان کو عشق تھا۔وفا کا تعلق تھا۔یعنی کسی بھی معاملے میں ذرہ بھر بھی اختلاف نہیں کرنا چاہتے تھے۔اگر ایم۔ٹی۔اے پر خطبہ وغیرہ آ رہا ہوتا یا کوئی پروگرام خلیفہ وقت کا آ رہا ہوتا تو فوری طور پر بچوں کو چپ کرادیتے اور خاموشی سے سننے کا کہتے اور خود بھی سنتے۔نمازوں میں انہماک انتہا کا تھا۔تہجد گزار، نوافل پڑھنے والے۔ مجھے یاد ہے گزشتہ سال مَیں نے وہاں جرمنی میں ایک دن کی ایک شوریٰ بلائی تھی۔ جرمن زبان میں جماعت کی طرف سے ہی ایک رسالہ وہاں شائع ہوا تھا لیکن اس میں کچھ ایسا مواد تھا جس سے بعض لوگوں کو تحفظات تھے۔ بہرحال اس میں اس بارے میں ڈسکشن ہو رہی تھی اور مجھے وہ تحفظات صحیح لگ رہے تھے۔ حالانکہ ہدایت اللہ صاحب کا اس رسالے میں بڑا رول تھا اور ان کی خواہش تھی اور ان کے کچھ ان کی بچیوں کے بھی مضامین بھی اس میں تھے۔بعض دوسروں نے تو اس رسالہ کے حق میں بول کے اس کے مضامین کو Justify کرنے کی کوشش کی تھی لیکن ہدایت اللہ صاحب کھڑے ہوئے اور پہلی بات انہوں نے یہی کی کہ جن غلطیوں کی نشاندہی آپ کررہے ہیں بالکل صحیح ہے اور مَیں اس کے لئے معذرت چاہتا ہوں اور بہتر یہی ہے کہ اس پر غور کیا جائے۔کوئی چوں چرا نہیں تھی کہ یہ ہونا چاہئے، وہ ہونا چاہئے۔ یا کسی بھی قسم کی تجویز نہیں دی کہ مَیں اب کیا کہتا ہوں۔ simple اعتراف تھا کہ ہمارے سے غلطی ہوئی ہے اور ہم معافی چاہتے ہیں۔تو یہ ان کے اندر

روح تھی۔اس ایک سال میں بڑی عید وہاں کی تو خاص طور پر بڑا ز ور دے کے مجھے اپنے گھر بلایا اور پھر اپنے گھر کا ہر کمرہ دکھایا، اپنی لائبریری دکھائی اور سارا گھر تو خوش تھا ہی، ان کی جو خوشی تھی جو باقیوں سے ان کو ممتاز کر رہی تھی وہ دیکھنے والی تھی۔ خدمتِ دین کی اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی توفیق عطا فرمائی ہے۔ جرمن زبان میں اسلام کے بارے میں کافی کتب لکھی ہیں۔ میڈیا کے ساتھ ان کا بڑا گہرا تعلق تھا۔سوال و جواب کی بہت ساری مختلف مجلسیں غیروں میں جا کے میڈیا پر کرتے تھے۔ جماعت جرمنی کے پریس سیکرٹری کے طور پر بھی آپ کو لمبا عرصہ خدمت کی توفیق ملی۔ایک صاحبِ علم شخصیت تھے اور ہر طرح سے کہنا چاہئے، جو بھی انسان میں، ایک مومن میں خصوصیات ہونی چاہئیں وہ ان میں پائی جاتی تھیں۔ ایم۔ٹی۔اے جرمن سٹوڈیو کے فعال رکن تھے اور جرمن پروگراموں کی یہ جان سمجھے جاتے تھے۔ جرمن زبان میں تبلیغی اور تربیتی لٹریچر کا ایک بڑا خزانہ انہوں نے جماعت جرمنی کے لئے چھوڑا ہے۔

جرمنی کے اخبارات اور متعدد ٹی وی چینلز پر اسلام اور احمدیت کا مؤقف بھرپور انداز میں پیش کرنے کی توفیق ملی۔ اور جرمن زبان کے ساتھ ساتھ انگریزی میں بھی ان کو عبور تھا۔ جرمن اور انگلش دونوں میں نظمیں بھی لکھا کرتے تھے۔ جامعہ احمدیہ میں جرمن زبان آج کل پڑھا رہے تھے اور بڑی محنت سے یہ فریضہ انجام دے رہے تھے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا کہ نظمیں لکھتے تھے۔ بڑے اچھے شاعر تھے۔ان کی شاعری کی کتب بھی شائع ہوئی ہیں۔ تقاریر بھی جلسے پر کیا کرتے تھے۔قرآنِ کریم سے انہیں بے انتہا محبت تھی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر بے انتہا اعتماد تھا۔کسی مشکل یا پریشانی میں ایک ہی جواب ہوتا تھا کہ دعا کرو۔ نمازوں کی پنجوقتہ ادائیگی کے علاوہ نوافل اور تہجد کی طرف بھی التزام تھا۔ مالی قربانی کی طرف بھی توجہ رہتی تھی۔ ان کی بیٹی نے مجھے لکھا کہ کئی دفعہ کوئی مسئلہ ہوتا تھا تو ان کا پہلا جواب یہ ہوتا تھا کہ خلیفہ وقت کو دعا کے لئے خط لکھو اور خود دعاؤں میں جت جاؤ۔ اس کا ایک ہی حل ہے۔

ان کی تصنیفات جو جماعت سے باہر کی تصنیفات ہیں ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے جرمن زبان میں دو ایڈیشن ہیں۔ اسلام کے بارے میں ننانوے سوالات اور ان کے جوابات، اس کا بھی کئی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ پھر ہے اسلام میں عورت کا مقام، یہ تیسری کتاب ہے اس میں کچھ سوالات اور ان کے جواب ہیں۔ اسی طرح اسلام میں ”جنت اور جہنم کا تصور“ ہے اور بھی بہت ساری کتابیں ہیں جو تقریباً بارہ کے قریب کتب ہیں جو انہوں نے مختلف مضامین پہ لکھیں اور جو احمدیت سے باہر شائع ہوئی ہیں۔ اور جماعتی طور پر جو ان کی کتب ہیں ان کی تعداد تقریباً چار ہے۔ اس کے علاوہ میگزین وغیرہ تھے، جن میں قادیان دارالامان اور پھر عورت کے کردار کے بارے میں کتاب تھی کہ اسلام میں عورت کا کردار۔ پھر اسلامی نظموں کے مجموعے ہیں۔ باقاعدہ جماعتی میگزین میں ان کے مضامین ہوتے تھے۔ مختلف موضوعات پر کتابچے اور بروشر جو ہیں ان کی تعداد تقریباً ایک سو بیس ہے۔ ٹی وی پروگرام اور ٹاک شوز میں شامل ہوتے رہے۔ جرمنی کے ایک مشہور یہودی کا پروگرام تھا جس کا موضوع تھا ”اسلام کتنا خطرناک ہے؟“ اس میں شامل ہوئے اور اسلام کا دفاع کیا۔ پھر ان کا ایک ٹاک شو تھا ”کیا اسلام قبول کرنے والے انتہا پسند ہیں؟“ اس میں بھی انہوں نے بڑا کردار ادا کیا۔ غرض کہ کافی ٹی وی پروگرام ان کے تھے۔ قومی، بین الاقوامی سیاستدانوں اور اہم دانشوروں اور ادیبوں فنکاروں سے، صحافیوں سے آپ کے رابطے بھی تھے۔ اسلام کے ناقدین کے علاوہ اخباروں، رسالوں اور پبلشروں سے بھی رابطے رہتے تھے۔ جرمنی کے، بڑے روزنامے "Die Welt" میں آپ کے مضامین چھپتے رہے۔

آپ کی وفات پر جرمنی کے سولہ اخبارات نے خبر دی ہے اور ان میں کئی بڑے قومی اخبارات شامل ہیں۔ بہت سے مضامین میں آپ کو مسلمان ہونے والی سب سے مشہور شخصیت کے طور پر پیش کیا گیا۔ حیسن صوبہ کے وزیر برائے مذہبی ہم آہنگی نے آپ کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ اسلام اختیار کرنے والوں میں سب سے مشہور شخصیت تھے۔ فرینکفرٹ نیو پریس نے لکھا ہے کہ آپ ایک شاعر اور مبلغ تھے، ادب کے نوبل انعام یافتہ گنٹر گراس (Gunter Grass) نے آپ کو 1960ء کی دہائی کے عظیم مصنفین میں شمار کیا ہے۔ آخری نظم جو آپ نے لکھی تھی اس میں آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہایت ادب سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ آپؐ کی بدولت مجھے سچے اور پاک دین کو قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی اور صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق ملی۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند سے بلند تر کرتا چلا جائے۔

آپ کی جیسا کہ مَیں نے بتایا کہ ایک اہلیہ ہیں اور آٹھ بچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا بھی نگہبان ہو۔ ہمیشہ اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے بچوں کو بھی ان کے نقشِ قدم پر چلائے۔ ایک دو بچیاں تو ہیں جو جماعت کی خدمات کر رہی ہیں۔ تمام بچے ان کی خواہش کے مطابق جماعت کے خادم بنیں اور وفا کا جو تعلق انہوں نے جماعت کے ساتھ اور خلافت کے ساتھ رکھا، اللہ تعالیٰ ان کے بچوں کو بھی اس میں بڑھاتا چلا جائے۔

اسی طرح میں جرمنی کے احمدیوں کو، نوجوان نسل کو بھی کہتا ہوں کہ جرمن ہونے کے باوجود انہوں نے اپنے احمدی مسلمان ہونے کا ایک حق ادا کیا تو آپ لوگ بھی ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کریں اور جرمنی میں اور یورپ میں جہاں بھی اسلام کے دفاع کی ضرورت ہے آگے بڑھیں علم حاصل کریں اور سیکھیں اور ان کی زبان میں ان کو بیان کریں اور اسلام کا دفاع کریں۔ نہ صرف دفاع کریں بلکہ اسلام کی خوبیاں بیان کر کے اسلام کی برتری تمام مذاہب پر ثابت کریں۔

یہاں ایک وضاحت بھی کرنا چاہتا ہوں۔ ہدایت اللہ صاحب جیسا کہ میں نے کہا کہ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے لیکن بعض دفعہ کسی کے مقام کو بعض لوگ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ اس سے دوسروں کے ذہنوں میں بعض سوال اٹھنے لگ جاتے ہیں۔ یہ تأثر بھی بعض جگہ سے ملا ہے کہ منگل کے روز جو سورج گرہن ہوا تھا شاید سورج گرہن کا وہ وقت تھا اور ان کی وفات کا جو وقت تھا وہ ایک ہی تھا یا شاید اس سے سورج گرہن کی بھی کوئی نسبت ہو۔ اس قسم کی باتوں کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔

ایک حدیث میں آتا ہے ”حضرت مغیرہ بن شعبہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں آپؐ کے صاحبزادے ابراہیمؑ کی وفات کے دن سورج کو گرہن لگا تو بہت سے لوگ کہنے لگے کہ سورج کو ابراہیم کی وفات کی وجہ سے گرہن لگا ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند کو کسی کی موت یا حیات کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا۔ جب تم گرہن دیکھو تو نماز پڑھو اور دعائیں کرو۔ (بخاری کتاب الکسوف باب الصلوٰۃ فی کسوف الشمس)

تمہارا صرف یہ کام ہے۔ پس کبھی گرہن دیکھیں تو یہ اصل طریق ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نمازِ کسوف وخسوف پڑھی جائے۔ گرہن کی نماز پڑھی جائے۔

دنیا میں اس دن اور بھی بہت سارے لوگ فوت ہوئے ہوں گے، پیدا بھی ہوئے ہوں گے اور ہر ایک نے کسی نہ کسی کو کوئی نہ کوئی مقام دیا ہوتا ہے۔ پھر تو ہر ایک جو بھی ان کے اپنے قریبی ہیں، پیارے ہیں، ان کے بارے میں یہی کہیں گے کہ چاند گرہن، سورج گرہن جو لگا ہے وہ اس وجہ سے لگا ہے کہ فلاں کی وفات ہوئی ہے یا فلاں پیدا ہوا ہے۔ اس سے غلط قسم کی بدعات راہ پاتی ہیں۔ اس لئے احمدیوں کو ہمیشہ ان سے بچنا چاہئے۔ صرف وہ کریں جس کا اللہ اور اس کے رسول نے حکم دیا ہے۔ اس کے علاوہ میں دعا کی ایک تحریک بھی کرنا چاہتا ہوں۔ کل مردان میں مخالفین احمدیت نے پھر ہمارے بعض احمدیوں پر فائرنگ کی جس کی وجہ سے ہمارے ایک نوجوان میاں وجیہ احمد نعمان جو میاں بشیر احمد صاحب مردان کے بیٹے ہیں۔ پچیس سال ان کی عمر ہے۔ ان کے کولہے پر گولی لگی ہے۔ زخمی ہیں اور ہسپتال میں داخل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو شفائے کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے اور دشمنوں کو بھی کیفرِ کردار تک پہنچائے۔ ☆☆☆

احمدیہ مسلم جماعت کے عقائد

سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ

۱-ہم لوگ یقین رکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ موجود ہے اور اُس کی ہستی پر ایمان لانا سب سے بڑی صداقت کا اقرار کرنا ہے نہ کہ وہم و گمان کی اتباع۔

۲-ہم یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں نہ زمین میں نہ آسمان میں، اُس کے سوا باقی سب کچھ مخلوق ہے اور ہر آن اس کی امداد اور سہارے کی محتاج ہے نہ اس کا کوئی بیٹا ہے نہ بیٹی نہ باپ نہ ماں نہ بیوی نہ بھائی وہ اپنی توحید اور تفرید میں اکیلا ہے۔

۳-ہم یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے اور تمام عیوب سے منزّہ ہے اور تمام خوبیوں کی جامع ہے۔ کوئی عیب نہیں جو اس میں پایا جاتا ہو اور کوئی خوبی نہیں جو اس میں پائی نہ جاتی ہو۔ اُس کی قدرت لا انتہا ہے اُس کا علم غیر محدود، اُس نے ہر ایک شے کا احاطہ کیا ہے اور کوئی چیز نہیں جو اس کا احاطہ کر سکے وہ اوّل ہے وہ آخر ہے وہ ظاہر ہے وہ باطن ہے وہ خالق ہے جمیع کائنات کا اور مالک ہے کُل مخلوقات کا۔ اس کا تصرّف نہ کبھی پہلے باطل ہوا نہ اب باطل ہے نہ آئندہ باطل ہوگا وہ زندہ ہے اس پر کبھی موت نہیں، وہ قائم ہے اس پر کبھی زوال نہیں، اس کے تمام کام ارادے سے ہوتے ہیں نہ کہ اضطراری طور پر، اب بھی وہ اُسی طرح دُنیا پر حکومت کر رہا ہے جس طرح کہ وہ پہلے کرتا تھا، اس کی صفات کسی وقت بھی معطل نہیں ہوتیں۔ وہ ہر وقت اپنی قدرت نمائی کر رہا ہے۔

۴-ہم یقین رکھتے ہیں کہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہیں اور یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ (النحل: ع ٦) کے مصداق ہیں، اس کی حکمتِ کاملہ نے انہیں مختلف قسم کے کاموں کے لئے پیدا کیا ہے وہ واقع میں موجود ہیں، اُن کا ذکر استعارۃً نہیں ہے اور وہ خدا تعالیٰ کے اسی طرح محتاج ہیں جس طرح کہ انسان یا دیگر مخلوقات، اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے اظہار کے لئے ان کا محتاج نہیں، وہ اگر چاہتا تو بغیر اُن کو پیدا کرنے کے اپنی مرضی ظاہر کرتا، مگر اس کی حکمتِ کاملہ نے اس مخلوق کو پیدا کرنا چاہا اور وہ پیدا ہوگئی، جس طرح سُورج کی روشنی کے ذریعہ سے انسانی آنکھوں کو منور کرنے اور روٹی سے اُس کا پیٹ بھرنے سے اللہ تعالیٰ سُورج اور روٹی کا محتاج نہیں ہو جاتا اسی طرح ملائکہ کے ذریعہ سے اپنے بعض ارادوں کے اظہار سے وہ ملائکہ کا محتاج نہیں ہو جاتا۔

۵-ہم یقین رکھتے ہیں کہ خدا اپنے بندوں سے کلام کرتا ہے اور اپنی مرضی ان پر ظاہر کرتا ہے یہ کلام خاص الفاظ میں نازل ہوتا ہے اور اس کے نزول میں بندے کا کوئی دخل نہیں ہوتا نہ اس کا مطلب بندے کا سوچا ہوُا ہوتا ہے نہ اس کے الفاظ بندے کے تجویز کئے ہوئے ہوتے ہیں، معنی بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتے ہیں اور الفاظ بھی اسی کی طرف سے، وہی کلام انسان کی حقیقی غذا ہے اور اسی سے انسان زندہ رہتا ہے اور اسی کے ذریعہ سے اُسے اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا ہوتا ہے۔ وہ کلام اپنی قوت اور شوکت میں بے مثل ہوتا ہے اور اس کی مثال کوئی بندہ نہیں لا سکتا وہ علوم کے بے شمار خزانے اپنے ساتھ لاتا ہے اور ایک کان کی طرح ہوتا ہے جسے جسقدر کھودو اسی قدر اس میں سے قیمتی جواہرات نکلتے چلے آتے ہیں بلکہ کانوں سے بھی بڑھ کر۔ کیونکہ اُن کے خزینے ختم ہو جاتے ہیں مگر اس کلام کے معارف ختم نہیں ہوتے۔ یہ کلام ایک سمندر کی طرح ہوتا ہے جس کی سطح پر عنبر تیرتا پھرتا ہے اور جس کی تہ پر موتی بچھے ہوئے ہوتے ہیں جو اس کے ظاہر پر نظر کرتا ہے اس کی خوشبو کی مہک سے اپنے دماغ کو معطر پاتا ہے اور جو اس کے اندر غوطہ لگاتا ہے دولتِ علم و عرفان سے مالا مال ہو جاتا ہے۔

یہ کلام کئی قسم کا ہوتا ہے کبھی احکام وشرائع پر مشتمل ہوتا ہے کبھی مواعظ ونصائح پر، کبھی اس کے ذریعے سے علم غیب کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور کبھی علم رُوحانی کے دفینے ظاہر کئے جاتے ہیں۔ کبھی اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر اپنی خوشنودی کا اظہار کرتا ہے اور کبھی اپنی ناپسندیدگی کا علم دیتا ہے۔ کبھی پیار اور محبت کی باتوں سے اس کے دل کو خوش کرتا ہے کبھی زجر وتوبیخ سے اُسے اس کے فرض کی طرف متوجہ کرتا ہے کبھی اخلاقِ فاضلہ کے باریک راز کھولتا ہے۔ کبھی مخفی بدیوں کا علم دیتا ہے۔ غرض ہم ایمان رکھتے ہیں کہ خدا اپنے بندوں سے کلام کرتا ہے اور وہ کلام مختلف حالات اور مختلف انسانوں کے مطابق مختلف مدارج کا ہوتا ہے اور مختلف صورتوں میں نازل ہوتا ہے اور تمام کلاموں سے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے کئے ہیں قرآن کریم اعلیٰ اور افضل اور اکمل ہے اور اس میں جو شریعت نازل ہوئی ہے اور جو ہدایت دی گئی ہے وہ ہمیشہ کے لئے ہے، کوئی آئندہ کلام اسے منسوخ نہیں کرے گا۔

٦-اسی طرح ہم یقین رکھتے ہیں کہ جب کبھی بھی دُنیا تاریکی سے بھر گئی ہے اور لوگ فسق وفجور میں مبتلا ہو گئے ہیں اور بلا آسمانی مدد کے شیطان کے پنجے سے رہائی پانا اُن کے لئے مشکل ہو گیا ہے اللہ تعالیٰ اپنی شفقتِ کاملہ اور رحمِ بے اندازہ کے سبب اپنے نیک اور پاک اور مخلص بندوں میں سے بعض کو منتخب کرکے دُنیا کی رہنمائی کے لئے بھیجتا رہا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے وَاِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ o (سورۃ فاطر: ع ۳) یعنی کوئی قوم نہیں ہے جس میں ہماری طرف سے نبی نہ آچکا ہو اور یہ بندے اپنے پاکیزہ عمل اور بے عیب رویہ سے لوگوں کے لئے خضرِ راہ بنتے رہے ہیں اور ان کے ذریعے سے وہ اپنی مرضی سے دُنیا کو آگاہ کرتا رہا ہے جن لوگوں نے اُن سے مُنہ موڑا وہ ہلاکت کو سونپے گئے اور جنہوں نے اُن سے پیار کیا وہ خدا کے پیارے ہو گئے اور برکتوں کے دروازے ان کے لئے کھولے گئے اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اُن پر نازل ہوئیں اور اپنے سے بعد کو آنے والوں کے لئے وہ سردار مقرر کئے گئے اور دونوں جہانوں کی بہتری ان کے لئے مقدر کی گئی۔

اور ہم یہ بھی یقین کرتے ہیں کہ یہ خدا کے فرستادے جو دُنیا کو بدی کی ظلمت سے نکال کر نیکی کی روشنی کی طرف لاتے رہے ہیں، مختلف مدارج اور مختلف مقامات پر فائز تھے اور ان سب کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے سیدُ وُلدِ آدم قرار دیا اور کَافَّۃً لِّلنَّاس مبعوث فرمایا اور جن پر اس نے تمام علومِ کاملہ ظاہر کئے اور جن کی اُس نے اس رُعب وشوکت سے مدد کی کہ بڑے بڑے جابر بادشاہ ان کے نام کو سُنکر تھرّا اُٹھتے تھے اور جن کے لئے اس نے تمام زمین کو مسجد بنا دیا، حتی کہ چپّہ چپّہ زمین پر اُن کی اُمّت نے خدائے وحدہٗ لاشریک کے لئے سجدہ کیا اور زمین عدل و انصاف سے بھر گئی بعد اس کے کہ وہ ظُلم و جور سے بھری ہوئی تھی اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ اگر پہلے انبیاء بھی اس نبی کامل کے وقت میں ہوتے تو اُنہیں اس کی اطاعت کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتَابٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ ط (آل عمران: ع ۹) اور جیسا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لَوْکَانَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی حَیَّیْنِ لَمَا وَسِعَھُمَا اِلَّا اتِّبَاعِیْ۔ اگر موسیٰؑ اور عیسیٰؑ زندہ ہوتے تو اُنہیں بھی میری اطاعت کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

۷-ہم یہ بھی یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعاؤں کو سُنتا ہے اور ان کی مشکلات کو ٹالتا ہے وہ ایک زندہ خدا ہے جس کی زندگی کو انسان ہر زمانے میں اور ہر وقت محسوس کرتا ہے۔ اُس کی مثال اس سیڑھی کی نہیں جسے کنواں بنانے والا بناتا ہے اور جب وہ کنواں مکمل ہو جاتا ہے تو سیڑھی کو توڑ ڈالتا ہے کہ اب وہ کسی مَصرف کی نہیں رہی اور کام میں حارج ہوگی، بلکہ اُس کی مثال اس نُور کی ہے کہ جس کے بغیر سب کچھ اندھیرا ہے اور اُس رُوح کی ہے جس کے بغیر چاروں طرف موت ہی موت ہے اس کے وجود کو بندوں سے جُدا کر دو تو وہ ایک جسم بے جان رہ جاتے ہیں یہ نہیں ہے کہ اس نے کبھی دُنیا کو پیدا کیا اور اب خاموش ہو کر بیٹھ گیا ہے بلکہ وہ ہر وقت اپنے بندوں سے تعلق رکھتا ہے اور ان کے عجز وانکسار پر توجہ کرتا ہے اور اگر وہ اسے بھول جائیں تو وہ خود اپنا وجود انہیں یاد دلاتا ہے اور اپنے خاص پیغام رسانوں کے ذریعے اُن کو بتاتا ہے کہ اِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْالِیْ وَلْیُؤْمِنُوْابِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَo (سورۃ البقرہ: آیت ۲۳) میں قریب ہوں ہر ایک

(باقی صفحہ 49 پر ملاحظہ فرمائیں)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور ارکان اسلام

(ادارہ)

قارئین حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام بانی احمدیہ مسلم جماعت پر متعصب ملّاں یہ اعتراض لگاتا ہے کہ آپؑ اور آپ کی جماعت اسلام سے خارج ہے، اور اپنی بات پر دلیل یہ دیتا ہے کہ اکثر فرقوں نے احمدیہ مسلم جماعت کو اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ اُن کی اس غلط بیانی کا جواب اس کے سوائے اور کیا ہوسکتا ہے کہ لعنتہ اللہ علی الکاذبین۔ اپنے قارئین کے لئے ہم حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کے ارکان اسلام پر مشتمل چند حوالہ جات پیش کرتے ہیں تاکہ حقیقت عیاں ہو سکے۔ ان حوالہ جات کے لئے مکرم و محترم صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب ربوہ (پاکستان) کی کتاب تعلیم فہم قرآن سے مدد لی گئی ہے۔ ادارہ اُن کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اور آنمحترم کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہوئے یہ حوالہ جات پیش کر رہا ہے۔
(مدیر)

ہمارا مذہب

زعشاق فرقان و پیغمبریم
بدیں آمدیم و بدیں بگذریم

(ترجمہ:- ہم قرآن کریم اور رسول اکرم ﷺ کے عاشقوں میں ہیں۔ اسی پر ہم آئے ہیں اور اسی حالت میں گزر جائیں گے)

''ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہمارا اعتقاد جو ہم اس دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں۔ جس کے ساتھ ہم بفضل و توفیق باریتعالیٰ اس عالم گذران سے کوچ کریں گے یہ ہے کہ حضرت سیدنا و مولینا محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین و خیر المرسلین ہیں جن کے ہاتھ سے اکمال دین ہو چکا اور وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ سے انسان راہ راست کو اختیار کر کے خدائے تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔'' (ازالہ اوہام۔ ر۔خ۔ جلد 3 صفحہ 169-170)

فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَ اللّٰہُ یَعْلَمُ مُتَقَلَّبَکُمْ وَ مَثْوٰکُمْ۔ (محمد:20)

جیسا تم دیکھتے ہو کہ نور کے آنے سے ظلمت قائم نہیں رہ سکتی ایسا ہی جب لا الہ الا اللہ کا نورانی پرتوہ دل پر پڑتا ہے تو نفسانی ظلمت کے جذبات کالمعدوم ہو جاتے ہیں۔ گناہ کی حقیقت بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ سرکشی کی ملونی سے نفسانی جذبات کا شوروغوغا ہو جس کی متابعت کی حالت میں ایک شخص کا نام گناہ گار رکھا جاتا ہے اور لا الہ الا اللہ کے معنے جو لغت عرب کے موارد استعمال سے معلوم ہوتے ہیں وہ یہ ہے کہ لَا مَطْلُوْبَ لِیْ وَلَا مَحْبُوْبَ لِیْ وَ لَا مَعْبُوْدَ لِیْ وَ لَا مُطَاعَ لِیْ اِلَّا اللّٰہُ یعنی بجز اللہ کے اور کوئی میرا مطلوب نہیں اور محبوب نہیں اور معبود نہیں اور مطاع نہیں اب ظاہر ہے کہ یہ معنی گناہ کی حقیقت اور گناہ کے اصل منبع سے بالکل مخالف پڑے ہیں۔ پس جو شخص ان معنی کو خلوص دل کے ساتھ اپنی جان میں جگہ دے گا تو بالضرورت مفہوم مخالف اس کے دل سے نکل جائے گا کیونکہ ضدّین ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتیں۔ پس جب نفسانی جذبات نکل گئے تو یہی وہ حالت ہے جس کو سچی پاکیزگی اور حقیقی راست بازی کہتے ہیں اور خدا کے بھیجے ہوئے پر ایمان لانا جو دوسرے جز کلمہ کا مفہوم ہے۔ اس کی ضرورت یہ ہے کہ تا خدا کے کلام پر بھی ایمان حاصل ہو جائے۔ کیونکہ جو شخص یہ اقرار کرتا ہے کہ میں خدا کا فرمانبردار بننا چاہتا ہوں اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کے فرمانوں پر ایمان بھی لاوے اور فرمان پر ایمان لانا بجز اس کے ممکن نہیں کہ اس پر ایمان لاوے جس کے ذریعہ سے دنیا میں فرمان آیا۔ پس یہ حقیقت کلمہ کی ہے۔
(نورالقرآن۔ ر۔خ۔ جلد 9 صفحہ 419-420)

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَ جٰھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَ اَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ۔ (الحجرات:16)

سو اس کے نہیں کہ مومن وہ لوگ ہیں جو خدا اور رسول پر ایمان لائے پھر بعد اس کے ایمان پر قائم رہے اور شکوک و شبہات میں نہیں پڑے۔ دیکھو ان آیات میں خدا تعالیٰ نے حصر کر دیا کہ خدا کے نزدیک مومن وہی لوگ ہیں کہ جو صرف خدا پر ایمان نہیں لاتے بلکہ خدا اور رسول دونوں پر ایمان لاتے ہیں۔ پھر بغیر ایمان بالرسول کے نجات کیونکر ہو سکتی ہے اور بغیر رسول پر ایمان لانے کے صرف توحید کس کام آ سکتی ہے۔
(حقیقۃ الوحی۔ ر۔خ۔ جلد 22 صفحہ 132)

کلمہ طیبہ کی اصل روح

عرض کیا کہ حضور لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ بار بار پڑھنے اور اس کے ذکر کا بھی ثواب ہے یا نہیں؟ فرمایا:

اصل بات یہ ہے کہ میرا مذہب یہ نہیں کہ زبانی جمع خرچ کیا جاوے۔ ان طریقوں میں بہت سی غلطیاں ہیں ان تمام اذکار کی اصل روح اس پر عمل کرنا ہے۔ ایک دفعہ صحابہ کرامؓ اللہ بآواز بلند کہہ رہے تھے تو حضرتؐ نے فرمایا تمہارا خدا بہرہ نہیں تو مطلب یہ ہے کہ کلمہ سے مراد ہے توحید کو قائم رکھنا اور اس کے رسول کی اطاعت۔ اب ثواب اس میں ہے کہ ہر بات میں اللہ کو مقدم رکھے اور اللہ پر پورا پورا ایمان لائے۔ اس کی صفات کے خلاف کوئی کلام کوئی کام نہ کرے حتٰی کہ خیال بھی نہ لائے۔ وہ جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے رِجَالٌ لَّا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ (النور:38) اس سے بھی یہی مراد ہے کہ دنیا کے کاموں میں بھی میرے احکام کو نہیں بھلاتے۔ دیکھو اس وقت ہم ان طریقوں کی طرح ذکر نہیں کر رہے مگر حقیقت میں اسی کی عظمت و جلال کا ذکر ہے۔ پس یہی ذکر ہے۔
(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 141)

نماز

الٓمّٓ۔ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ۔ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ۔ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ وَ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ۔ (البقرۃ:5-2)

نماز ہر ایک مسلمان پر فرض ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک قوم اسلام لائی اور عرض کی کہ یا رسول اللہ ہمیں نماز معاف فرما دی جائے کیونکہ ہم کاروباری آدمی ہیں مویشی وغیرہ کے سبب سے کپڑوں کا کوئی اعتماد نہیں ہوتا اور نہ ہمیں فرصت ہوتی ہے تو آپؐ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ دیکھو جب نماز نہیں تو ہے ہی کیا؟ وہ دین ہی نہیں جس میں نماز نہیں۔ نماز کیا ہے؟ یہی کہ اپنے عجز و نیاز اور کمزوریوں کو خدا کے سامنے پیش کرنا اور اسی سے اپنی حاجت روائی چاہنا۔ کبھی اس کی عظمت اور اس کے احکام کی بجا آوری کے واسطے دست بستہ کھڑا ہونا اور کبھی کمال مذلت اور فروتنی سے اس کے آگے سجدہ میں گر جانا۔ اس سے اپنی حاجات کا مانگنا یہی نماز ہے۔ ایک سائل کی طرح کبھی اس مسئول کی تعریف کرنا کہ تو ایسا ہے تو ایسا ہے۔ اس کی عظمت اور جلال کا اظہار کر کے اس کی رحمت کو جنبش دلانا پھر اس سے مانگنا۔ پس جس دین میں یہ نہیں وہ دین ہی کیا ہے۔
(ملفوظات جلد سوم صفحہ 188)

حقیقت میں جو شخص نماز کو چھوڑتا ہے وہ ایمان کو چھوڑتا ہے اس سے خدا کے ساتھ تعلقات میں فرق آ جاتا ہے۔ اس طرف سے فرق آیا تو معاً اس طرف سے بھی فرق آ جاتا ہے۔
(ملفوظات جلد سوم صفحہ 235-236)

انسان کی خدا ترسی کا اندازہ کرنے کے لیے اس کے التزام نماز کو دیکھنا کافی ہے کہ کس قدر ہے اور مجھے یقین ہے کہ جو شخص پورے پورے اہتمام سے نماز ادا کرتا ہے اور خوف اور بیماری اور فتنہ کی حالتیں اس کو نماز سے روک نہیں سکتیں وہ بیشک خداے تعالی پر ایک سچا ایمان رکھتا ہے مگر یہ ایمان غریبوں کو دیا گیا دولتمند اس نعمت کو پانے والے بہت ہی تھوڑے ہیں۔
(ازالہ اوہام۔ ر۔خ۔ جلد 3 صفحہ 540)

صلوٰۃ کے حقیقی معانی

ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْہِ۔ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ۔ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ۔ (البقرۃ:2`4)

ایک مرتبہ میں نے خیال کیا کہ صلوٰۃ میں اور دعا میں کیا فرق ہے۔ حدیث

شریف میں آیا ہے اَلصَّلٰوۃُ ھِیَ الدُّعَآءِ۔ اَلصَّلٰوۃُ مُخُّ الْعِبَادَۃِ یعنی نماز ہی دعا ہے۔ نماز عبادت کا مغز ہے۔

جب انسان کی دعا محض دنیوی امور کے لیے ہو تو اس کا نام صلوٰۃ نہیں۔ لیکن جب انسان خدا کو ملنا چاہتا ہے اور اس کی رضا کو مد نظر رکھتا ہے۔ اور ادب، انکسار، تواضع اور نہایت محویت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور میں کھڑا ہو کر اس کی رضا کا طالب ہوتا ہے۔ تب وہ صلوٰۃ میں ہوتا ہے۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 283)

نماز توحید کا عملی اقرار ہے

خوب یاد رکھو اور پھر یاد رکھو! کہ غیر اللہ کی طرف جھکنا خدا سے کاٹنا ہے۔ نماز اور توحید کچھ ہی ہو کیونکہ توحید کے عملی اقرار کا نام ہی نماز ہے اسی وقت بے برکت اور بے سود ہوتی ہے جب اس میں نیستی اور تذلل کی روح اور حنیف دل نہ ہو!! سنو! وہ دعا جس کیلئے اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ (المومن:61) فرمایا ہے اس کے لیے یہی سچی روح مطلوب ہے۔ اگر اس تضرع اور خشوع میں حقیقت کی روح نہیں تو وہ ٹیں ٹیں سے کم نہیں ہے۔ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 107)

نماز جامع حسنات اور مقام ادب ہے۔

یقیناً یاد رکھو کہ ہمیں اور ہر ایک طالب حق کو نماز ایسی نعمت کے ہوتے ہوئے کسی اور بدعت کی ضرورت نہیں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی تکلیف یا ابتلا کو دیکھتے تو فوراً نماز میں کھڑے ہو جاتے تھے اور ہمارا اپنا اور ان راست بازوں کو جو پہلے ہو گزرے ہیں ان سب کا تجربہ ہے کہ نماز سے بڑھ کر خدا کی طرف لے جانے والی کوئی چیز نہیں جب انسان قیام کرتا ہے تو وہ ایک ادب کا طریق اختیار کرتا ہے ایک غلام جب اپنے آقا کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو وہ ہمیشہ دست بستہ کھڑا ہوتا ہے پھر رکوع بھی ادب ہے جو قیام سے بڑھکر ہے اور سجدہ ادب کا انتہائی مقام ہے جب انسان اپنے آپ کو فنا کی حالت میں ڈال دیتا ہے اس وقت سجدہ میں گر پڑتا ہے افسوس ان نادانوں اور دنیا پرستوں پر جو نماز کی ترمیم کرنا چاہتے ہیں اور رکوع سجود پر اعتراض کرتے ہیں۔ یہ تو کمال درجہ کی خوبی کی باتیں ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جب تک انسان اس عالم سے حصہ نہ رکھتا ہو جہاں سے نماز آئی ہے.....تب تک انسان کے ہاتھ میں کچھ نہیں مگر جس شخص کا یقین خدا پر نہیں وہ نماز پر کس طرح یقین کر سکتا ہے نماز جامع حسنات ہے۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 94-93 مع حاشیہ نمبر1)

مسلمانوں کا زوال ترک نماز سے ہے

اصل میں مسلمانوں نے جب سے نماز کو ترک کیا یا اسے دل کی تسکین آرام اور محبت سے اس کی حقیقت سے غافل ہو کر پڑھنا ترک کیا ہے تب ہی سے اسلام کی حالت بھی معرض زوال میں آئی ہے۔ وہ زمانہ جس میں نماز سنوار کر پڑھی جاتی تھی غور سے دیکھ لو کہ اسلام کے واسطے کیسا تھا ایک دفعہ تو اسلام نے تمام دنیا کو زیر پا کر دیا تھا۔ جب سے اسے ترک کیا وہ خود متروک ہو گئے ہیں۔ درد دل سے پڑھی ہوئی نماز ہی ہے کہ تمام مشکلات سے انسان کو نکال لیتی ہے ہمارا بارہا کا تجربہ ہے کہ اکثر کسی مشکل کے وقت دعا کی جاتی ہے ابھی نماز میں ہی ہوتے ہیں کہ خدا نے اس امر کو حل اور آسان کر دیا ہوا ہوتا ہے۔

نماز میں کیا ہوتا ہے یہی کہ عرض کرتا ہے التجا کے ہاتھ بڑھاتا ہے اور دوسرا اس کی عرض کو اچھی طرح سنتا ہے۔ پھر ایک ایسا وقت بھی ہوتا ہے کہ جو سنتا تھا وہ بولتا ہے اور گذارش کرنے والے کو جواب دیتا ہے۔ نمازی کا یہی حال ہے خدا کے آگے سربسجود رہتا ہے اور خدا کو اپنے مصائب اور حوائج سناتا ہے پھر آخر سچی اور حقیقی نماز کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ ایک وقت جلد آ جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ اس کے جواب کے واسطے بولتا اور اس کو جواب دیکر تسلی دیتا ہے۔ بھلا یہ بجز حقیقی نماز کے ممکن ہے؟ ہرگز نہیں۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 189-190)

نماز کا مغز اور اصل دعا ہے

نماز کیا ہے؟ ایک قسم کی دعا ہے جو انسان کو تمام برائیوں اور فواحش سے محفوظ رکھ کر حسنات کا مستحق اور انعام الٰہیہ کا مورد بنا دیتی ہے۔ کہا گیا ہے کہ اللہ اسم اعظم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام صفات کو اس کے تابع رکھا ہے۔ اب ذرا غور کرو نماز کی ابتداء اذان سے شروع ہوتی ہے۔ اذان اللہ اکبر سے شروع ہوتی ہے۔ یعنی اللہ کے نام سے شروع ہو کر لا الہ الا اللہ یعنی اللہ ہی پر ختم ہوتی ہے۔ یہ فخر اسلامی عبادت ہی کو ہے کہ اس میں اول اور آخر میں اللہ تعالیٰ ہی مقصود ہے نہ کچھ اور۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ اس قسم کی عبادت کسی قوم اور ملت میں نہیں ہے۔ پس نماز جو دعا ہے اور جس میں اللہ کو جو خدائے تعالیٰ کا اسم اعظم ہے مقدم رکھا ہے۔ ایسا ہی انسان کا اسم اعظم استقامت ہے۔ اسم اعظم سے مراد یہ ہے کہ جس ذریعہ سے انسانیت کے کمالات حاصل ہوں۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 37)

ذکر سے مراد نماز ہے

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ (الرعد:29)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر ذرا بھی غم پہنچتا تو آپ نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے اور اس لئے فرمایا ہے اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد:29) اطمینان سکینت قلب کے لئے نماز سے بڑھ کر اور کوئی ذریعہ نہیں۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 311)

نماز سے دین اور دنیا سنور جاتے ہیں

نماز ایسی چیز ہے کہ اس سے دنیا بھی سنور جاتی ہے اور دین بھی.....نماز تو وہ چیز ہے کہ انسان اس کے پڑھنے سے ہر ایک طرح کی بدعملی اور بے حیائی سے بچایا جاتا ہے مگر جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں اس طرح کی نماز پڑھنی انسان کے اپنے اختیار میں نہیں ہوتی اور یہ طریق خدا کی مدد اور استعانت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا اور جب تک انسان دعاؤں میں نہ لگا رہے اس طرح کا خشوع اور خضوع پیدا نہیں ہو سکتا اس لئے چاہئے کہ تمہارا دن اور تمہاری رات غرض کوئی گھڑی دعاؤں سے خالی نہ ہو۔ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 403)

نماز میں لذت ہے

نماز خواہ نخواہ کا ٹیکس نہیں بلکہ عبودیت کو ربوبیت سے ایک ابدی تعلق اور کشش ہے اس رشتہ کو قائم رکھنے کے لیے خدا تعالےٰ نے نماز بنائی ہے اور اس میں ایک لذت رکھ دی ہے جس سے یہ تعلق قائم رہتا ہے جیسے لڑکے اور لڑکی کی جب شادی ہوتی ہے اگر ان کے ملاپ میں ایک لذت نہ ہو تو فساد ہوتا ہے ایسے ہی اگر نماز میں لذت نہ ہو تو وہ رشتہ ٹوٹ جاتا ہے دروازہ بند کر کر کے دعا کرنی چاہئے کہ وہ رشتہ قائم رہے اور لذت پیدا ہو جو تعلق عبودیت کا ربوبیت سے ہے وہ بہت گہرا اور انوار سے پُر ہے جس کی تفصیل نہیں ہو سکتی جب وہ نہیں ہے تب تک انسان بہائم ہے۔ اگر دو چار دفعہ بھی لذت محسوس ہو جائے تو اس چاشنی کا حصہ مل گیا لیکن جسے دو چار دفعہ بھی نہ ملا وہ اندھا ہے مَنْ کَانَ فِیْ ھٰذِہٖ اَعْمٰی فَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ اَعْمٰی (بنی اسرائیل:73) آئندہ کے سب وعدے اسی سے وابستہ ہیں۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 592)

نماز عربی زبان میں پڑھنی چاہیے

نماز اپنی زبان میں نہیں پڑھنی چاہیے۔ خدا تعالیٰ نے جس زبان میں قرآن شریف رکھا ہے۔ اس کو چھوڑنا نہیں چاہیے۔ ہاں اپنی حاجتوں کو اپنی زبان میں خدا تعالیٰ کے سامنے بعد مسنون طریق اور اذکار کے بیان کر سکتے ہیں، مگر اصل زبان کو ہرگز نہیں چھوڑنا چاہیے۔ عیسائیوں نے اصل زبان کو چھوڑ کر کیا پھل پایا۔ کچھ بھی باقی نہ رہا۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 216)

ارکان نماز کی حکمت

ارکان نماز دراصل روحانی نشست و برخاست ہیں۔ انسان کو خدا تعالیٰ کے روبرو کھڑا ہونا پڑتا ہے اور قیام بھی آداب خدمتگاران میں سے ہے۔ رکوع جو دوسرا حصہ ہے۔ بتلاتا ہے کہ گویا تیاری ہے کہ وہ تعمیل حکم کو کس قدر گردن جھکاتا ہے اور سجدہ کمال آداب اور کمال تذلل اور نیستی کو جو عبادت کا مقصود ہے ظاہر کرتا ہے۔ یہ آداب اور طرق ہیں جو خدا تعالیٰ نے بطور یادداشت کے مقرر کر دئے ہیں اور جسم کو باطنی طریق سے حصہ دینے کی خاطر ان کو مقرر کیا ہے علاوہ ازیں باطنی طریق کے اثبات کی خاطر ایک ظاہری طریق بھی رکھ دیا ہے۔ اب اگر ظاہری طریق میں (جو اندرونی اور باطنی طریق کا ایک عکس ہے۔) صرف نقال کی طرح نقلیں اتاری جاویں اور اسے ایک بارگراں سمجھ کر اتار پھینکنے کی کوشش کی جاوے تو تم ہی بتلاؤ۔ اس میں کیا لذت اور حظ آ سکتا ہے اور جب تک لذت اور سرور نہ آئے اس کی حقیقت کیونکر متحقق ہوگی اور یہ اس وقت ہوگا جب کہ روح بھی ہمہ نیستی اور تذلل تام ہو کر

آستانہ الوہیت پر گرے اور جو زبان بولتی ہے روح بھی بولے اس وقت ایک سرور اور نور اور تسکین حاصل ہو جاتی ہے۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 105-104)

(نمازوں میں تعداد رکعات کے متعلق فرمایا۔) اس میں اللہ تعالیٰ نے اور اسرار رکھے ہیں جو شخص نماز پڑھے گا وہ کسی نہ کسی حد پر تو آخر رہے گا ہی اور اسی طرح پر ذکر میں بھی ایک حد تو ہوتی ہے لیکن وہ حد وہی کیفیت اور ذوق و شوق ہوتا ہے جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے جب وہ پیدا ہو جاتی ہے تو وہ بس کر جاتا ہے۔

دوسرے یہ بات حال والی ہے قال والی نہیں جو شخص اس میں پڑتا ہے وہی سمجھ سکتا ہے۔ اصل غرض ذکر الٰہی سے یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو فراموش نہ کرے اور اسے اپنے سامنے دیکھتا رہے اس طریق پر وہ گناہوں سے بچا رہے گا۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 15)

نماز رسم اور عادت کے طور پر درست نہیں

خدا کا یہی منشاء ہے کہ لفظی اور زبانی مسلمانوں کو حقیقی مسلمان بنایا جاوے۔ یہودی کیا توریت پر ایمان نہیں لاتے تھے؟ قربانیاں نہ کرتے تھے؟ مگر خدا تعالیٰ نے ان پر لعنت بھیجی اور کہا کہ تم مومن نہیں ہو۔ بلکہ بعض نمازیوں کی نماز پر بھی لعنت بھیجی ہے۔ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ۔ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ۔ (الماعون:5,6) یعنی لعنت ہے ایسے نمازیوں پر جو نماز کی حقیقت سے بے خبر ہیں صلوٰۃ اصل میں آگ میں پڑنے اور محبت الٰہی اور خوف الٰہی کی آگ میں پڑ کر اپنے آپ سے جل جانے اور ماسوی اللہ کو جلا دینے کا نام ہے اور اس حالت کا نام ہے کہ صرف خدا ہی خدا اس کی نظر میں رہ جاوے اور انسان اس حالت تک ترقی کر جاوے کہ خدا کے بلانے سے بولے اور خدا کے چلانے سے چلے۔ اس کے کل حرکات اور سکنات اس کا فعل اور ترک فعل سب اللہ ہی کی مرضی کے مطابق ہو جاوے خودی دور ہو جاوے۔ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 590)

روزہ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ (البقرۃ:184)

جو تم میں سے مریض یا سفر پر ہو وہ اتنے روزے اور رکھ لے۔

(شہادت القرآن۔ ر۔خ۔ جلد 6 صفحہ 331)

روزہ فرض ہے

كُتِبَ سے فرضی روزے مراد ہیں۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 147)

تلقین روزہ

میری تو یہ حالت ہے کہ مرنے کے قریب ہو جاؤں تب روزہ چھوڑتا ہوں طبیعت روزہ چھوڑنے کو نہیں چاہتی یہ مبارک دن ہیں اور اللہ کے فضل و رحمت کے نزول کے دن ہیں۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 440-439)

روزہ کی حکمت

تیسری بات جو اسلام کا رکن ہے وہ روزہ ہے روزہ کی حقیقت سے بھی لوگ ناواقف ہیں اصل یہ ہے کہ جس ملک میں انسان جاتا نہیں اور جس عالم سے واقف نہیں اس کے حالات کیا بیان کرے۔ روزہ اتنا ہی نہیں کہ اس میں انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے بلکہ اس کی ایک حقیقت اور اس کا اثر ہے جو تجربہ سے معلوم ہوتا ہے۔ انسانی فطرت میں ہے کہ جس قدر کم کھاتا ہے اسی قدر تزکیہ نفس ہوتا ہے اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کا منشاء اس سے یہ ہے کہ ایک غذا کو کم کرو اور دوسری کو بڑھاؤ۔ ہمیشہ روزہ دار کو یہ مدنظر رکھنا چاہئے کہ اس سے اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ بھوکا رہے بلکہ اسے چاہیے کہ خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تاکہ تبتل اور انقطاع حاصل ہو۔ پس روزے سے یہی مطلب ہے کہ انسان ایک روٹی کو چھوڑ کر جو صرف جسم کی پرورش کرتی ہے دوسری روٹی کو حاصل کرے جو روح کے لیے تسلی اور سیری کا باعث ہے۔ اور جو لوگ محض خدا کے لیے روزے رکھتے ہیں اور نرے رسم کے طور پر نہیں رکھتے انہیں چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح اور تہلیل میں لگے رہیں۔ جس سے دوسری غذا انہیں مل جاوے۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 102)

روزہ اور نماز ہر دو عبادتیں ہیں۔ روزے کا زور جسم پر ہے اور نماز کا زور روح پر ہے۔ نماز سے ایک سوز و گداز پیدا ہوتی ہے۔ اس واسطے وہ افضل ہے۔ روزے سے کشوف پیدا ہوتے ہیں۔ مگر یہ کیفیت بعض دفعہ جوگیوں میں بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ لیکن روحانی گدازش جو دعاؤں سے پیدا ہوتی ہے۔ اس میں کوئی شامل نہیں۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 293-292)

روزہ کے احکام

ایک شخص کا سوال حضرت صاحب کی خدمت میں پیش ہوا کہ روزہ دار کو آئینہ دیکھنا جائز ہے یا نہیں فرمایا جائز ہے۔

اسی طرح ایک اور سوال پیش ہوا کہ حالت روزہ میں سر کو یا ڈاڑھی کو تیل لگانا جائز ہے یا نہیں۔ فرمایا: جائز ہے۔

سوال پیش ہوا کہ روزہ دار کو خوشبو لگانا جائز ہے یا نہیں۔ فرمایا: جائز ہے۔

سوال پیش ہوا کہ روزہ دار آنکھوں میں سرمہ ڈالے یا نہ ڈالے۔

فرمایا: مکروہ ہے اور ایسی ضرورت ہی کیا ہے کہ دن کے وقت سرمہ لگائے۔ رات کو سرمہ لگا سکتا ہے۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 136-135)

فرمایا کہ بے خبری میں کھایا پیا تو اس پر اس روزہ کے بدلے میں دوسرا روزہ لازم نہیں آیا۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 147)

ایک شخص کا حضرت کی خدمت میں سوال پیش ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے دن روزہ رکھنا ضروری ہے کہ نہیں۔ فرمایا ضروری نہیں ہے۔ اسی شخص کا سوال پیش ہوا کہ "محرم کے پہلے دس دن کا روزہ رکھنا ضروری ہے کہ نہیں؟"

فرمایا۔ ضروری نہیں ہے۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 168)

ایک شخص کا سوال پیش ہوا کہ میں مکان کے اندر بیٹھا ہوا تھا اور میرا یقین تھا کہ ہنوز روزہ رکھنے کا وقت ہے اور میں نے کچھ کھا کر روزہ کی نیت کی۔ مگر بعد میں ایک دوسرے شخص سے معلوم ہوا کہ اس وقت سفیدی ظاہر ہو گئی تھی۔ اب میں کیا کروں حضرت نے فرمایا کہ ایسی حالت میں اس کا روزہ ہو گیا۔ دوبارہ رکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اپنی طرف سے اس کی احتیاط کی اور نیت میں فرق نہیں صرف غلطی لگ گئی اور چند منٹوں کا فرق پڑ گیا۔

(بدر جلد 6 صفحہ 7۔ 4 1 فروری 1905 صفحہ 18) (تفسیر سورۃ البقرۃ صفحہ 259)

روزہ کی رخصت۔ مرض اور سفر

اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ط فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ وَ عَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ وَ اَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ (البقرۃ:185)

یعنی مریض اور مسافر روزہ نہ رکھے اس میں امر ہے یہ اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا کہ جس کا اختیار ہو رکھ لے جس کا اختیار ہو نہ رکھے میرے خیال میں مسافر کو روزہ نہیں رکھنا چاہیئے اور چونکہ عام طور پر اکثر لوگ رکھ لیتے ہیں اس لیے اگر کوئی تعامل سمجھ کر رکھ لے تو کوئی ہرج نہیں مگر عدۃ من ایام اخر کا پھر بھی لحاظ رکھنا چاہیئے۔......

سفر میں تکالیف اٹھا کر جو انسان روزہ رکھتا ہے تو گویا اپنے زور بازو سے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہتا ہے اس کو اطاعت امر سے خوش نہیں کرنا چاہتا یہ غلطی ہے اللہ تعالیٰ کی اطاعت امر اور نہی میں سچا ایمان ہے۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 193)

سفر کی تعریف

میرا مذہب یہ ہے کہ انسان بہت دقتیں اپنے اوپر نہ ڈال لے۔ عرف میں جس کو سفر کہتے ہیں خواہ وہ دو تین کوس ہی ہو اس میں قصر و سفر کے مسائل پر عمل کرے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ۔ بعض دفعہ ہم دو دو تین تین میل اپنے دوستوں کے ساتھ سیر کرتے ہوئے چلے جاتے ہیں مگر کسی کے دل میں یہ خیال نہیں آتا کہ ہم سفر میں ہیں لیکن جب انسان اپنی گٹھڑی اُٹھا کر سفر کی نیت سے چل پڑتا ہے تو وہ مسافر ہوتا ہے۔ شریعت کی بنا دقت پر نہیں ہے جس کو تم عرف میں سفر سمجھو وہی سفر ہے اور جیسا کہ خدا کے فرائض پر عمل کیا جاتا ہے ویسا ہی اس کی رخصتوں پر عمل کرنا چاہیئے فرض بھی خدا کی طرف سے ہیں اور رخصت بھی خدا کی طرف سے ہے۔ (ملفوظات جلد اول صفحہ 446)

رخصت پر عمل کرنا

اصل بات یہ ہے کہ قرآن شریف کی رخصتوں پر عمل کرنا بھی تقویٰ ہے خدا تعالیٰ نے مسافر اور بیمار کو دوسرے وقت رکھنے کی اجازت اور رخصت دی ہے اس لیے اس حکم پر بھی تو عمل رکھنا چاہیئے میں نے پڑھا ہے کہ اکثر اکابر اس طرف گئے ہیں کہ اگر کوئی حالت سفر یا بیماری میں روزہ رکھتا ہے تو یہ معصیت

ہے کیونکہ غرض تو اللہ تعالیٰ کی رضا ہے نہ اپنی مرضی اور اللہ تعالیٰ کی رضا فرماں برداری میں ہے جو حکم وہ دے اس کی اطاعت کی جاوے۔ اور اپنی طرف سے اس پر حاشیہ نہ چڑھایا جاوے۔ اس نے تو یہی حکم دیا ہے فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَّرِیْضًا اَوْعَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَر۔ اس میں کوئی قید اور نہیں لگائی کہ ایسا سفر ہو یا ایسی بیماری ہو میں سفر کی حالت میں روزہ نہیں رکھتا اور ایسا ہی بیماری کی حالت میں چنانچہ آج بھی میری طبیعت اچھی نہیں اور میں نے روزہ نہیں رکھا۔ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 68-67)

جو شخص مریض اور مسافر ہونے کی حالت میں ماہ صیام میں روزہ رکھتا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کے صریح حکم کی نافرمانی کرتا ہے خدا تعالیٰ نے صاف فرمادیا ہے کہ مریض اور مسافر روزہ نہ رکھے۔ مرض سے صحت پانے اور سفر کے ختم ہونے کے بعد روزے رکھے۔ خدا کے اس حکم پر عمل کرنا چاہیئے۔ کیونکہ نجات فضل سے ہے نہ کہ اپنے اعمال کا زور دکھا کر کوئی نجات حاصل کرسکتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا۔ کہ مرض تھوڑی ہو یا بہت اور سفر چھوٹا ہو یا لمبا ہو۔ بلکہ حکم عام ہے اور اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ مریض اور مسافر اگر روزہ رکھیں گے۔ تو ان پر حکم عدولی کا فتویٰ لازم آئے گا۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 321)

فدیہ کے احکام

وَ عَلَی الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَہٗ کی نسبت فرمایا کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ جو طاقت نہیں رکھتے۔ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 297)

اللہ تعالیٰ نے شریعت کی بنا آسانی پر رکھی ہے جو مسافر اور مریض صاحب مقدرت ہوں ان کو چاہیئے۔ کہ روزہ کی بجائے فدیہ دیدیں۔ فدیہ یہ ہے کہ ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 321)

صرف فدیہ تو شیخ فانی یا اس جیسوں کے واسطے ہوسکتا ہے۔ جو روزہ کی طاقت کبھی بھی نہیں رکھتے۔ ورنہ عوام کے واسطے جو صحت پاکر روزہ رکھنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ صرف فدیہ کا خیال کرنا اباحت کا دروازہ کھول دنیا ہے۔ جس دین میں مجاہدات نہ ہوں وہ دین ہمارے نزدیک کچھ نہیں۔ اس طرح سے خدا تعالیٰ کے بوجھوں کو سر پر سے ٹالنا سخت گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ میرے راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں ان کو ہی ہدایت دی جاوے گی۔

فرمایا۔ خدا تعالیٰ نے دین اسلام میں پانچ مجاہدات مقرر فرمائے ہیں۔ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ صدقات۔ حج۔ اسلامی دشمن کا ذبّ اور دفع خواہ سیفی ہو۔ خواہ قلمی۔ یہ پانچ مجاہدے قرآن شریف سے ثابت ہیں مسلمانوں کو چاہیئے کہ ان میں کوشش کریں اور ان کی پابندی کریں۔ یہ روزے تو سال میں ایک ماہ کے ہیں۔ بعض اہل اللہ تو نوافل کے طور پر اکثر روزے رکھتے رہتے ہیں اور ان میں مجاہدہ کرتے۔ ہاں دائمی روزے رکھنا منع ہیں یعنی ایسا نہیں چاہیئے کہ آدمی ہمیشہ روزے ہی رکھتا رہے بلکہ ایسا کرنا چاہیئے کہ نفلی روزہ کبھی رکھے اور کبھی چھوڑ دے۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 322)

(وَ عَلَی الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَہٗ فِدْیَۃٌ طَعَامُ مِسْکِیْنَ) ایک دفعہ میرے دل میں آیا کہ یہ فدیہ کس لیے مقرر کیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ توفیق کے واسطے ہے تا کہ روزہ کی توفیق اس سے حاصل ہو خدا ہی کی ذات ہے جو توفیق عطا کرتی ہے اور ہر شے خدا ہی سے طلب کرنی چاہیئے خدا تعالیٰ تو قادر مطلق ہے وہ اگر چاہے تو ایک مدقوق کو بھی روزہ کی طاقت عطا کرسکتا ہے تو فدیہ سے یہی مقصود ہے کہ وہ طاقت حاصل ہو جاوے اور یہ خدا کے فضل سے ہوتا ہے پس میرے نزدیک خوب ہے کہ (انسان) دعا کرے کہ الٰہی یہ تیرا ایک مبارک مہینہ ہے اور میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم کہ آئندہ سال زندہ رہوں یا نہ یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کرسکوں یا نہ اور اس سے توفیق طلب کرے تو مجھے یقین ہے کہ ایسے دل کو خدا طاقت بخش دے گا۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 563)

زکوٰۃ

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰ تُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ۔

(البقرۃ:44)

ہر ایک جو زکوٰۃ کے لائق ہے وہ زکوٰۃ دے۔

(کشتی نوح۔ ر۔خ۔ جلد 19 صفحہ 15)

حقیقی زکوٰۃ

بہت سے لوگ زکوٰۃ دیتے ہیں۔ مگر وہ اتنا بھی نہیں سوچتے اور سمجھتے کہ یہ کس کی زکوٰۃ ہے اگر کتے کو ذبح کر دیا جاوے یا سؤر کو ذبح کرڈالو تو وہ صرف ذبح کرنے سے حلال نہیں

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا

پاکیزہ نعتیہ منظوم کلام

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُور سارا
نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے

سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے

پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اک قمر ہے
اس پر ہر اک نظر ہے بدر الدُّجیٰ یہی ہے

پہلے تو رہ میں ہارے پار اس نے ہیں اتارے
میں جاؤں اس کے وارے بس ناخدا یہی ہے

پردے جو تھے ہٹائے اندر کی رہ دکھائے
دل یار سے ملائے وہ آشنا یہی ہے

وہ یار لامکانی وہ دلبر نہانی
دیکھا ہے ہم نے اس سے بس رہنما یہی ہے

وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاجِ مرسلیں ہے
وہ طیّب و امیں ہے اس کی ثنا یہی ہے

حق سے جو حکم آئے اُس نے وہ کر دکھائے
جو راز تھے بتائے نِعم العطاء یہی ہے

آنکھ اس کی دُور بیں ہے دل یار سے قریں ہے
ہاتھوں میں شمعِ دیں ہے عین الضیاء یہی ہے

جو رازِ دیں تھے بھارے اس نے بتائے سارے
دولت کا دینے والا فرماں روا یہی ہے

اس نُور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

ہم تھے دلوں کے اندھے سَو سَو دلوں پہ پھندے
پھر کھولے جس نے جِندے وہ مجتبیٰ یہی ہے

وہ دلبر یگانہ علموں کا ہے خزانہ
باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے

دل میں یہی ہے ہردم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

ہو جائے گا۔ زکوٰۃ تزکیہ سے نکلی ہے مال کو پاک کرو۔ اور پھر اس میں سے زکوٰۃ دو۔ جو اس میں سے دیتا ہے۔ اس کا صدق قائم ہے لیکن جو حلال و حرام کی تمیز نہیں کرتا وہ اس کے اصل مفہوم سے دور پڑا ہوا ہے اس قسم کی غلطیوں سے دست بردار ہونا چاہیئے اور ان ارکان کی حقیقت کو بخوبی سمجھ لینا چاہیئے تب یہ ارکان نجات دیتے ہیں ورنہ نہیں اور انسان کہیں کا کہیں چلا جاتا ہے یقیناً سمجھو کہ فخر کرنے کی کوئی چیز نہیں ہے اور خدا تعالیٰ کا کوئی انفسی یا آفاقی شریک نہ ٹھیراؤ اور اعمال صالح بجالاؤ۔ مال سے محبت نہ کرو۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 103)

اموال پر زکوٰۃ

ایک صاحب نے دریافت کی کہ تجارت کا مال جو ہے جس میں بہت سا حصہ خریداروں کی طرف ہوتا ہے اور اُگراہی میں پڑا ہوتا ہے اس پر زکوٰۃ ہے یا نہیں۔ فرمایا

جو مال معلق ہے اس پر زکوٰۃ نہیں جب تک کہ اپنے قبضہ میں نہ آجائے لیکن تاجر کو چاہیئے کہ حیلہ بہانے سے زکوٰۃ کو نہ ٹال دے۔ آخر اپنی حیثیت کے مطابق اپنے اخراجات بھی تو اسی مال میں سے برداشت کرتا ہے۔ تقویٰ کے ساتھ اپنے مال موجودہ اور معلق پر نگاہ ڈالے اور مناسب زکوٰۃ دیکر خدا تعالیٰ کو خوش کرتا رہے۔ بعض لوگ خدا تعالےٰ کے ساتھ بھی حیلے بہانے کرتے ہیں۔ یہ درست نہیں ہے۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 234)

اس سوال کے جواب میں کہ جو روپیہ قرض کسی کو دیا گیا ہے اس پر زکوٰۃ ہے؟ فرمایا۔ ''نہیں''

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 153)

زیورات پر زکوٰۃ

جو زیور استعمال میں آتا ہے اور مثلاً کوئی بیاہ شادی پر مانگ کر لے جاتا ہے تو دیدیا جاوے وہ زکوٰۃ سے مستثنےٰ ہے۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 206)

زیورات کی نسبت جو آپ نے دریافت کیا ہے۔ یہ اختلافی مسئلہ ہے۔ مگر اکثر علماء اس طرف گئے ہیں کہ جو زیور مستعمل ہو اس کی زکوٰۃ نہیں ہے۔ مگر بہتر ہے کہ دوسرے کو عاریتاً کبھی دیدیا کریں مثلاً دو تین روز کے لیے کسی عورت کو اگر عاریتاً پہننے کے لیے دیدیا

جائے تو پھر بالاتفاق ساقط ہو جاتی ہے۔

(مکتوبات جلد پنجم صفحہ 55 مکتوب نمبر 13/5 بنام منشی حبیب الرحمانؓ صاحب)

عزیزو! یہ دین کے لیے اور دین کی اغراض کے لیے خدمت کا وقت ہے اس وقت کو غنیمت سمجھو کہ پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا چاہیئے کہ زکوٰۃ دینے والا اسی جگہ اپنی زکوٰۃ بھیجے اور ہر ایک شخص فضولیوں سے اپنے تئیں بچاوے اور اس راہ میں وہ روپیہ لگاوے اور بہر حال صدق دکھاوے تا فضل اور روح القدس کا انعام پاوے کیونکہ یہ انعام ان لوگوں کے لیے تیار ہے جو اس سلسلہ میں داخل ہوئے ہیں۔

(کشتی نوح۔ر۔خ۔جلد 19 صفحہ 83)

اگر میری جماعت میں ایسے احباب ہوں جوان پر بوجہ املاک و اموال و زیورات وغیرہ کے زکوٰۃ فرض ہو تو ان کو سمجھنا چاہیئے کہ اس وقت دین اسلام جیسا غریب اور یتیم اور بے کس کوئی بھی نہیں اور زکوٰۃ نہ دینے میں جس قدر تہدید شرع وارد ہے وہ بھی ظاہر ہے۔ اور عنقریب ہے جو منکر زکوٰۃ کافر ہو جائے۔ پس فرض عین ہے۔ جو اسی راہ میں اعانت اسلام میں زکوٰۃ دی جاوے۔ زکوٰۃ میں کتابیں خریدی جائیں اور مفت تقسیم کی جائیں۔

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 325)

حج

فِیۡہِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ مَنۡ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا وَ لِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الۡبَیۡتِ مَنِ اسۡتَطَاعَ اِلَیۡہِ سَبِیۡلًا وَ مَنۡ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الۡعٰلَمِیۡنَ۔ (ال عمران:98)

حج کی عبادت کی حکمت

اسلام نے ...... محبت کی حالت کے اظہار کے لیے حج رکھا ہے خوف کے جس قدر ارکان ہیں وہ نماز کے ارکان سے بخوبی واضح ہیں کہ کس قدر تذلل اور اقرار عبودیت اس میں موجود ہے اور حج میں محبت کے سارے ارکان پائے جاتے ہیں بعض وقت شدت محبت میں کپڑے کی بھی حاجت نہیں رہتی۔ عشق بھی ایک جنون ہوتا ہے کپڑوں کو سنوار کر رکھنا یہ عشق میں نہیں رہتا۔ سیالکوٹ میں ایک عورت ایک درزی پر عاشق تھی اسے بہتیرا پکڑ کر رکھتے تھے وہ کپڑے پھاڑ کر چلی آتی تھی غرض یہ نمونہ جو انتہائے محبت کا لباس میں ہوتا ہے وہ حج میں موجود ہے۔ سر منڈایا جاتا ہے۔ دوڑتے ہیں محبت کا بوسہ رہ گیا وہ بھی ہے جو خدا کی ساری شریعتوں میں تصویری زبان میں چلا آیا ہے پھر قربانی میں بھی کمال عشق دکھایا ہے۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 225)

جسمانی افعال کا روح پر اثر پڑتا ہے اور روحانی افعال کا جسم پر اثر پڑتا ہے۔ پس ایسا ہی عبادت کی دوسری قسم میں بھی جو محبت اور ایثار ہے انہیں تاثیرات کا جسم اور روح میں عوض معاوضہ ہے۔ محبت کے عالم میں انسانی روح ہر وقت اپنے محبوب کے گرد گھومتی ہے اور اس کے آستانہ کو بوسہ دیتی ہے ایسا ہی خانہ کعبہ جسمانی طور پر محبان صادق کے لیے ایک نمونہ دیا گیا ہے اور خدا نے فرمایا کہ دیکھو یہ میرا گھر ہے اور یہ حجر اسود میرے آستانہ کا پتھر ہے اور ایسا حکم اس لیے دیا کہ تا انسان جسمانی طور پر اپنے ولولہ عشق اور محبت کو ظاہر کرے۔ سو حج کرنے والے حج کے مقام میں جسمانی طور پر اس گھر کے گرد گھومتے ہیں ایسی صورتیں بنا کر کہ گویا خدا کی محبت میں دیوانہ اور مست ہیں زینت دور کر دیتے ہیں سر منڈوا دیتے ہیں اور مجذوبوں کی شکل بنا کر اس کے گھر کے گرد عاشقانہ طواف کرتے ہیں اور اس پتھر کو خدا کے آستانہ کا پتھر تصور کر کے بوسہ دیتے ہیں اور یہ جسمانی ولولہ روحانی تپش اور محبت کو پیدا کر دیتا ہے اور جسم اس گھر کے گرد طواف کرتا ہے اور سنگ آستانہ کو چومتا ہے اور روح اس وقت محبوب حقیقی کے گرد طواف کرتی ہے اور اس کے روحانی آستانہ کو چومتا ہے اور اس طریق میں کوئی شرک نہیں۔ ایک دوست ایک دوست جانی کا خط پاکر بھی اس کو چومتا ہے کوئی مسلمان خانہ کعبہ کی پرستش نہیں کرتا اور نہ حجر اسود سے مرادیں مانگتا ہے بلکہ صرف خدا کا قرار دادہ ایک جسمانی نمونہ سمجھا جاتا ہے وبس۔ جس طرح ہم زمین پر سجدہ کرتے ہیں مگر وہ سجدہ زمین کے لیے نہیں ایسا ہی ہم حجر اسود کو بوسہ دیتے ہیں مگر وہ بوسہ اس پتھر کے لیے نہیں پتھر تو پتھر ہے جو نہ کسی کو نفع دے سکتا ہے نہ نقصان مگر اس محبوب کے ہاتھ کا ہے۔ جس نے اس کو اپنے آستانہ کا نمونہ ٹھیرایا۔ (چشمہ معرفت۔ر۔خ۔ جلد 23 صفحہ 101-100)

حج کمال سلوک ہے

حج سے صرف اتنا ہی مطلب نہیں کہ ایک شخص گھر سے نکلے اور سمندر چیر کر چلا جاوے اور رسمی طور پر کچھ لفظ منہ سے بول کر ایک رسم ادا کر کے چلا آوے اصل بات یہ ہے کہ حج ایک اعلیٰ درجہ کی چیز ہے جو کمال سلوک کا آخری مرحلہ ہے سمجھنا چاہیئے کہ انسان کا اپنے نفس سے انقطاع کا یہ حق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی محبت میں کھویا جاوے اور تعشق باللہ اور محبت الٰہی ایسی پیدا ہو جاوے کہ اس کے مقابلہ میں نہ اسے کسی سفر کی تکلیف ہو اور نہ جان و مال کی پروا ہو نہ عزیز و اقارب سے جدائی کا فکر ہو۔ جیسے عاشق اور محب اپنے محبوب پر جان قربان کرنے کو طیار ہوتا ہے اسی طرح یہ بھی کرنے سے دریغ نہ کرے اس کا نمونہ حج میں رکھا ہے جیسے عاشق اپنے محبوب کے گرد طواف کرتا ہے اسی طرح حج میں بھی طواف رکھا ہے یہ ایک باریک نکتہ ہے جیسا بیت اللہ ہے ایک اس سے بھی اوپر ہے جب تک اس کا طواف نہ کرو یہ طواف مفید نہیں اور ثواب نہیں۔ اس کے طواف کرنے والوں کی بھی یہی حالت ہونی چاہیئے جو یہاں دیکھتے ہو کہ ایک مختصر سا کپڑا رکھ لیتے ہیں اسی طرح اس کا طواف کرنے والوں کو چاہیئے کہ دنیا کے کپڑے اتار کر فروتنی اور انکساری اختیار کرے اور عاشقانہ رنگ میں پھر طواف کرے۔ طواف عشق الٰہی کی نشانی ہے اور اس کے معنے یہ ہیں کہ گویا مرضات اللہ ہی کے گرد طواف کرنا چاہیئے۔ اور کوئی غرض باقی نہیں۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 103-102)

ممنوعات حج

حج کا مانع صرف زاد راہ نہیں اور بہت سے امور ہیں جو عنداللہ حج نہ کرنے کے لیے عذر صحیح ہیں۔ چنانچہ ان میں سے صحت کی حالت میں کچھ نقصان ہونا ہے۔ اور نیز ان میں سے وہ صورت ہے کہ جب راہ میں یا خود مکہ میں امن کی صورت نہ ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَنِ اسۡتَطَاعَ اِلَیۡہِ سَبِیۡلًا۔

(ال عمران:98)

(ایام الصلح۔ر۔خ۔جلد 14 صفحہ 415)

ایک حج کے ارادہ کرنے والے کے لیے اگر یہ بات پیش آجائے۔ کہ وہ اس مسیح موعود کو دیکھ لے جس کا تیرہ سو برس سے اہل اسلام میں انتظار ہے۔ تو بموجب نص صریح قرآن اور احادیث کے وہ بغیر اس کی اجازت کے حج کو نہیں جا سکتا ہاں باجازت اس کے دوسرے وقت میں جا سکتا ہے۔

(تذکرۃ الشہادتین۔ر۔خ۔جلد 20 صفحہ 49)

اصل میں جو لوگ خدا کی طرف سے آتے ہیں ان کی خدمت میں دین سیکھنے کے واسطے جانا بھی ایک طرح کا حج ہی ہے۔ حج بھی خدا تعالیٰ کے حکم کی پابندی ہے اور ہم بھی تو اس کے دین اور اس کے گھر یعنی خانہ کعبہ کی حفاظت کے واسطے آئے ہیں۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 122)

حج کے لئے نہ جانے کی وجہ

ایک شخص نے عرض کی کہ مخالف مولوی اعتراض کرتے ہیں کہ مرزا صاحب حج کو کیوں نہیں جاتے؟ فرمایا:-

یہ لوگ شرارت کے ساتھ ایسا اعتراض کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دس سال مدینہ میں رہے۔ صرف دو دن کا راستہ مدینہ اور مکہ میں تھا مگر آپ نے دس سال میں کوئی حج نہ کیا۔ حالانکہ آپ سواری وغیرہ کا انتظام کر سکتے تھے۔ لیکن حج کے واسطے صرف یہی شرط نہیں کہ انسان کے پاس کافی مال ہو بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ کسی قسم کے فتنہ کا خوف نہ ہو۔ وہاں تک پہنچنے اور امن کے ساتھ حج ادا کرنے کے وسائل موجود ہوں۔ جب وحشی طبع علماء اس جگہ ہم پر قتل کا فتویٰ لگا رہے ہیں اور گورنمنٹ کا بھی خوف نہیں کرتے تو وہاں یہ لوگ کیا نہ کریں گے لیکن ان لوگوں کو اس امر سے کیا غرض ہے کہ ہم حج نہیں کرتے۔ کیا اگر ہم حج کریں گے تو وہ ہم کو مسلمان سمجھ لیں گے؟ اور ہماری جماعت میں داخل ہو جائیں گے؟ اچھا یہ تمام مسلمان علماء اوّل ایک اقرار نامہ لکھ دیں کہ اگر ہم حج کر آویں تو وہ سب کے سب ہمارے ہاتھ پر توبہ کر کے ہماری جماعت میں داخل ہو جائیں گے اور ہمارے مرید ہو جائیں گے۔ اگر وہ ایسا لکھ دیں اور اقرار حلفی کریں تو ہم حج کر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے واسطے اسباب آسانی کے پیدا کر دے گا تا کہ آئندہ مولویوں کا فتنہ رفع ہو۔ ناحق شرارت کے ساتھ اعتراض کرنا اچھا نہیں ہے۔ یہ اعتراض ان کا ہم پر نہیں پڑتا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی پڑتا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صرف آخری سال میں حج کیا تھا۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 248) ☆

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی محافظ ختم نبوت ہیں

(مکرم محمد عمر صاحب، نائب ناظر اعلیٰ قادیان)

مورخہ ٦ مارچ ٢٠١١ء کے اخبار ہندسماچار میں مندرجہ ذیل خبر آئی ہے۔

”اسلام کے بنیادی عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کولیکر علماء پنجاب کی جانب سے ١٩١١ء میں شروع کی گئی عوامی تحریک تحفظ ختم نبوت کے سو سال مکمل ہونے پر ١٠/اپریل کولدھیانہ میں سو سالہ عظیم الشان اجلاس عام منعقد کیا جائے گا۔ یہ اعلان آج یہاں پنجاب کے تمام شہروں اور قصبوں سے آئے مسلم لیڈران کے مشورے کے بعد احرار کے قومی صدر و پنجاب کے شاہی امام مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی نے کیا۔ انہوں نے پریس کانفرنس کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری رسول ہیں۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ہر دور میں مسلمانوں نے قربانیاں دیں اور دیتے رہیں گے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے پنجاب کے علماء کوسب سے پہلے خدمت کا موقعہ دیا۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کوعوامی تحریک میں لاکر دنیا بھر کے مسلمانوں کو ہوشیار کیا (اخبار ہندسماچار مورخہ ٦ مارچ ٢٠١١ء صفحہ ١٠)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک عرصہ دراز کے بعد احرار کی باسی کڑھی میں اُبال آیا ہے اب سوال یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ آپ لوگوں نے نبوت کو ہمیشہ کیلئے ختم کردیا تو پھر کس قسم کی نبوت کی آپ لوگ حفاظت کرتے ہیں۔ جلسے جلوس ہنگامہ آرائی دہشت گردی قتل وغارت اور ظلم وستم کے ذریعہ کیا نبوت کی حفاظت ہوجاتی ہے جس کی جھلک دنیا نے پاکستان بنگلہ دیش اور انڈونیشیا میں احمدیوں پر کئے گئے مظالم سے دیکھ لی ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ خدا تعالیٰنے اس زمانہ میں ختم نبوت کی حفاظت کے لئے ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تھا۔ اس ضمن میں چند حقائق کی طرف روشنی ڈالی جاتی ہے سرور کائنات وفخر موجودات حضرت خاتم النبیین محمد مصطفیٰ ﷺ جو فنافی اللہ تھے کے زمانہ میں سب سے اہم مسئلہ توحید کا تھا۔ مشرکین کا ذہن یہ بات قبول کرنے کیلئے تیار نہیں تھا کہ خدا ایک بھی ہوسکتا ہے جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے۔

وقال الکافرون ھذا ساحر کذاب جعل الالھۃ الٰھا واحداً ان ھذا لشیء عجاب (ص آیۃ٦)

کافروں نے کہا کہ یہ شخص (حضرت ﷺ) سخت جھوٹا اور جادوگر ہے (نعوذ باللہ) کیا اس نے بہت سارے معبودوں کو ایک ہی معبود بنا لیا ہے؟ یقیناً یہ بات سخت عجیب و غریب ہے۔

اسی طرح سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو فنافی الرسول تھے کے زمانہ میں سب سے اہم مسئلہ نبوت کا تھا۔ جب آپ نے اُمّتی نبی ہونے کا دعویٰ فرمایا نام نہاد علماء کی پیدا کردہ غلط فہمیوں کا شکار ہوکر عامۃ المسلمین یہ بات ماننے کیلئے تیار نہیں ہوئے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی آسکتا ہے۔

حضرت محمدؐ کی مدح میں حضرت احمدؑ:

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ قد عشق محمد ربہ کہ محمد اپنے رب پر عاشق ہوگئے ہیں۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام عشق محمدی سے سرشار ہوکر فرماتے ہیں:۔

یاحب انک قد دخلت محبۃ
فی مھجتی ومدارکی وجنانی
من ذکر وجھک یا حدیقۃ بھجتی
لم اخل فی لحظ ولا فی ان

اے میرے محبوب آقا۔ تو ازراہ محبت میری جان میرے حواس اور میرے دل میں داخل ہوگیا ہے۔ اے میری خوشیوں کے باغ۔ تیرے چہرے کی یاد سے میں ایک لحظہ اور آن کیلئے بھی خالی نہیں رہا۔

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ٥٩٤)

دعویٰ ماموریت کی حقیقت: حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی بعثت کی غرض یوں بیان فرماتے ہیں۔ ”خدا نے مجھے بھیجا ہے تا میں اِس بات کا ثبوت دوں کہ زندہ کتاب قرآن ہے۔ اور زندہ دین اسلام ہے اور زندہ رسول محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ دیکھو میں زمین و آسمان کو گواہ کرکے کہتا ہوں کہ یہ باتیں سچ ہیں۔ اور خدا وہی ایک خدا ہے جو کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پیش کیا گیا ہے۔ اور زندہ رسول وہی ایک رسول ہے جس کے قدم پر نئے سرے سے مُردے زندہ ہورہے ہیں۔ نشان ظاہر ہورہے ہیں برکات ظہور میں آرہے ہیں۔ غیب کے چشمے کھل رہے ہیں۔ (الحکم ٣١ مئی ١٩٠٠ء)

آپ بار بار اپنی متعدد کتب میں اپنے دعویٰ ماموریت کی حقیقت بیان فرماتے رہے کہ میرا دعویٰ ہرگز حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو منسوخ کرکے یا اس میں کسی قسم کی تبدیلی کرکے شریعت والا نبی ہونے کا نہیں ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

”میں کوئی جدید شریعت لے کر نہیں آیا۔ اور میرا دل ہرگز نہیں مان سکتا کہ قرآن شریف کے بعد اب کوئی اور شریعت آسکتی ہے کیونکہ وہ کامل شریعت اور خاتم الکتب ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ مجھے شریعت محمدیہ کے احیاء کے لئے اِس صدی میں مبعوث فرماتا ہے۔

(الحکم ١٠ مئی ١٩٠١ء)

اسی طرح فرماتے ہیں:۔

”یہ الزام جو میرے پر لگایا جاتا ہے کہ گویا میں ایسی نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا اور جس کے یہ معنی ہیں کہ میں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں۔ قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا۔ اور اپنا علیحدہ کلمہ اور علیحدہ قبلہ بناتا ہوں اور شریعت اسلام کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں۔ اور آنحضرت ﷺ کے اقتدار و متابقت سے باہر ہوجاتا ہوں۔ یہ الزام صحیح نہیں ہے بلکہ ایسا نبوت کا دعویٰ میرے نزدیک کفر ہے۔ نہ صرف آج سے بلکہ ہر ایک کتاب میں میں ہمیشہ یہی لکھتا آیا ہوں کہ اس قسم کی نبوت کا مجھے کوئی دعویٰ نہیں۔ یہ سراسر میرے پر تہمت ہے۔“

(اخبار عام ٢٦ مئی ١٩٠٨ء)

باوجود اس اظہار حقیقت کے ہمارے مخالفین عامۃ المسلمین کے ذہنوں میں یہ غلط تاثر ڈالنے کی مذموم کوششیں کرتے رہتے ہیں کہ احمدی ختم نبوت کے منکر ہیں (نعوذ باللہ) آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین نہیں مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت آنحضرت ﷺ کے مقامِ ختم نبوت کے لئے ایک خطرہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض سیاسی مُلاں اِس مسئلہ کی آڑ میں اپنی خود غرضی اور مفاد پرستی کی خاطر تحفظ ختم نبوت کے نام پر انجمن قائم کرکے عوام کو دھوکہ دیتے ہیں۔ انجمن احرار کا قیام بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

اس ضمن میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

”مجھ پر اور میری جماعت پر جو الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے۔ یہ ہم پر افتراء عظیم ہے ہم جس قوت یقین ومعرفت اور بصیرت سے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں اُس کا لاکھواں حصہ بھی دوسرے لوگ نہیں مانتے۔ انہوں نے باپ دادا سے ایک لفظ سُنا ہوا ہے۔ مگر اس کی حقیقت سے بے خبر ہیں اور نہیں جانتے کہ ختم نبوت کیا ہوتا ہے۔ اس پر ایمان لانے کا مضمون کیا ہے۔ مگر ہم بصیرت تام سے (جس کو اللہ بہتر جانتا ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں۔“

(ملفوظات جلد نمبر ١ صفحہ ٤٣٢)

جہاں تک حقیقت ختم نبوت کا سوال ہے اس بارے میں جماعت احمدیہ کے موقف کی تائید میں قرآن مجید احادیث نبویہ اور اقوال بزرگانِ اُمت کی روشنی میں نہایت واضح دلائل وبراہین آئے دن جماعت احمدیہ کی طرف سے پیش کئے جاتے رہے ہیں۔ ان میں سے بطور مثال چند ایک بیان کرنے سے قبل اس ضمن میں نہایت عام فہم انداز میں ایک دو باتیں عرض کی جاتی ہیں۔

سب سے پہلے یہ تجزیہ کرنا ہے کہ آیا نبوت ایک نعمت ہے یا نعوذ باللہ ایک لعنت ہے۔ اسے ایک رحمت الٰہی سمجھا جائے یا عذاب الٰہی۔ قرآن مجید واضح رنگ میں فرماتا ہے کہ نبوت ایک رحمت اور نعمت خداوندی ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے کہ:۔

اذکروا نعمت اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء (سورہ مائدہ آیت ٢١)

یعنی تم خدا کی نعمت کو یاد کرو جو اُس نے تم پر نبیوں کو بھیج کی ہے گویا کہ کسی قوم میں نبوت کا اجراء اُس قوم پر نعمت کا نزول ہوتا ہے۔

خدا تعالیٰ نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق رحمۃ للعالمین فرما کر تمام جہانوں میں رحمت الٰہی کو جاری کرنے والا

قرار دیا۔ اگر آپ کی آمد کی وجہ سے ہمیشہ کیلئے نبوت بند ہو جاتی ہے تو اس کے معنے یہ ہوئے کہ نعوذ باللہ حضرت محمد ﷺ نے آ کر خدا تعالیٰ کی ایک جاری رحمت کو بند کر دیا۔ خدارا ذرا سوچئے کیا اس سے آپ رحمۃ للعالمین کیوں کر بن سکتے ہیں۔ کیا یہ عقیدہ آنحضرت ﷺ کی عزت و ناموس پر حملہ نہیں کیا اسی کو تحفظ ختم نبوت کا نام دیا جاتا رہا ہے۔ بے شک حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کامل اور اکمل ہے اور خدا تعالیٰ نے خود اس کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہوئی ہے لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ حضرت اقدس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں اس شریعت محمدی پر لوگوں کو چلانے کیلئے کسی مصلح ربانی یا مامور من اللہ کی ضرورت نہیں۔ قرآن مجید کو شفاء و رحمۃ للمومنین قرار دیا ہے۔ گویا کہ قرآن مجید ایک بے مثل اور عظیم الشان شفاخانہ ہے۔ اس میں ہر قسم کی روحانی بیماریوں کا علاج موجود ہے لیکن اس کے ساتھ یہ کہنا کہ تمہیں صرف یہی ہسپتال کافی ہے کسی طبیب یا ڈاکٹر کی ضرورت نہیں۔ کیسی عقلمندی ہے؟ اگر یہ بات درست ہے تو پھر اس ہسپتال کی موجودگی میں مسلمانوں میں ایسی بگڑی ہوئی حالت وصورت کیوں پیدا ہوئی۔ گویا کہ وبائیں اور بیماریاں بے شک جاری رہیں گی مگر کسی روحانی معالج کی ضرورت نہیں۔ یہ کہاں کی عقلمندی ہے؟

یہ ایک حقیقت ہے کہ اس زمانہ میں ایک مصلح ربانی کی ضرورت کا تقاضہ ہر طرف سے ہو رہا ہے۔ جیسا کہ بانی جماعت اسلامی مولوی ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کہتے ہیں۔

”اکثر لوگ اقامت دین کی تحریک کیلئے کسی ایسے مرد کامل کو ڈھونڈتے ہیں جو ان میں سے ایک ایک تصور کمال کا مجسمہ ہو۔ دوسرے الفاظ میں یہ لوگ دراصل نبی کے طالب ہیں اگر چہ زبان سے ختم نبوت کا اقرار کرتے ہیں اور اگر کوئی اجراء نبوت کا نام بھی لے تو اس کی زبان کو گدی سے کھینچنے کیلئے تیار ہو جائیں“۔
(ترجمان القرآن دسمبر ۱۹۴۲ء صفحہ ۴)

سچ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

دل ہمارے ساتھ ہیں گو منہ کریں بک بک ہزار

اب آئیے، ہم ذرا آیت خاتم النبیین کا تجزیہ کریں۔ اس آیت کا ایک پس منظر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کفار مکہ کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا تھا کہ آپ کی کوئی نرینہ اولاد نہ ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ ابتر ہیں۔ اس کے جواب میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ما کان محمد ابا احمد من رجالکم بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے جسمانی باپ نہیں ۔ ولکن رسول اللہ آپ خدا کے رسول ہیں۔ رسول اللہ ہونے کے ناطے آپ پر ایمان لانے والے کروڑوں متبعین آپ کی روحانی اولاد ہیں۔ نہ صرف یہ کہ آپ صرف ایک رسول اور نبی ہیں بلکہ آپ خاتم النبیین بھی ہیں۔ گویا کہ آپ نبیوں کے بھی روحانی باپ ہیں۔

آیت خاتم النبیین میں مذکورہ خاتم کے کئی معنے ہیں ۔ ایک معنی مہر کے ہیں۔ یعنی سابق انبیاء کی صداقت کی تصدیق کیلئے آپ کی مہر تصدیق کی ضرورت ہے۔ اسی طرح آئندہ بھی کوئی نبی آپ کی مہر تصدیق کے بغیر نہیں آ سکتا۔

ایک موقعہ پر آپ نے فرمایا انا سید الاولین والآخرین من النبیین ولا فخر یعنی میں نبیوں میں سے اولین اور آخرین کا سردار ہوں۔ اس میں میرے فخر کی کوئی بات نہیں۔

لفظ خاتم جب جمع کے صیغہ کے ساتھ مضاف ہو کر آ جائے مثلاً خاتم الشعراء خاتم الفقہاء خاتم المحدثین خاتم المحققین وغیرہ تو یہاں خاتم کے معنے افضل کے ہوتے ہیں۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود خاتم کا لفظ افضل کے معنے میں استعمال فرمایا ہے۔ جیسا کہ آپ نے اپنے چچا حضرت عباسؓ کو مخاطب کر کے فرمایا اطمن یا عم۔ فانک خاتم المهاجرين في الحجرة كما انا خاتم النبيين في النبوة (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۷۸) یعنی اے چچا۔ آپ مطمئن رہیں آپ اسی طرح ہجرت میں خاتم المہاجرین ہیں۔ جس طرح میں نبوت میں خاتم النبیین ہوں۔

اسی طرح آپ نے حضرت علیؓ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

انا خاتم الانبياء وانت يا علي خاتم الاولياء

(تفسیر صافی زیر آیۃ خاتم النبیین)

ان دونوں حدیثوں میں خاتم کے معنے افضل کے ہی کئے جاتے ہیں۔ اگر یہاں خاتم کے معنے ختم کرنے یا بند کرنے کے کئے جائیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت عباس کے بعد ہجرت اور حضرت علی کے بعد ولایت ہمیشہ کیلئے ختم یا بند ہو گئی۔ اور حضرت عباس کے بعد کوئی مہاجر اور حضرت علی کے بعد کوئی ولی پیدا نہ ہوگا جو بالبداہت غلط ہے۔

الغرض اس آیت کریمہ میں مذکور خاتم النبیین سے مراد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام تمام انبیاء پر فوقیت رکھنے والا اور افضل ہے۔ اسی میں آپ کی بلند و بالا اور ارفع اور اعلیٰ شان ظاہر ہوتی ہے۔

عام طور پر نام نہاد علماء کی طرف سے حدیث لا نبی بعدی بار بار پیش کی جاتی ہے ۔ عام طور پر یہ حدیث لا نبی بعدی لمبی حدیثوں کے ایک حصہ کے چور پر آتی ہے اگر پوری احادیث پیش کی جائیں تو لا نبی بعدی کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے۔ مثلاً حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

كانت بنوا اسرائيل تسوسهم الانبياء كلما هلك نبي خلفه نبي لانبي بعدي سيكون خلفاء۔

(بخاری کتاب الانبیاء جلد نمبر ۲)

یعنی بنی اسرائیل میں ہمیشہ انبیاء ہی حکومت کیا کرتے تھے ۔ ایک نبی کی جب وفات ہو جاتی ہے تو اس کے بعد آنے والا نبی ہی ہوتا ہے۔ لیکن میرے معاً بعد آنے والا نبی نہیں ہوگے ۔ سیکون خلفاء وہ خلفا ہوں گے سیکون خلفاء کے الفاظ جو حدیث میں آتے ہیں صاف بتا رہے ہیں کہ اس میں آنحضرت ﷺ نے اپنے بعد قریب کا زمانہ مراد لیا ہے یعنی میرے بعد مستقبل قریب میں آنے والا خلیفہ ہوگا نبی نہیں ہوگا۔ جیسا کہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمر حضرت عثمان اور حضرت علی و غیرھم میں سے کوئی نبی نہیں تھے سب کے سب خلفاء تھے۔

ایک اور موقعہ پر آپ نے فرمایا لیس بيني وبينه نبي وانه نازل۔

(ابوداؤد کتاب الملاحم جلد ۲ صفحہ ۲۲۸)

یعنی میرے اور اُس کے (آخری زمانہ میں مبعوث ہونے والے) درمیان کوئی نبی نہیں۔ اور بھی چند احادیث ایسی ہیں جن میں لا نبی بعدی کا فقرہ آیا ہے اگر ان تمام احادیث کا تجزیہ کیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ اس سے مطلقاً نبوت کا انکار نہیں کیا گیا ہے۔

اکابرین اُمت کے فرمودات:

اب اس ضمن میں اکابرین اُمت کے چند فرمودات پیش کئے جاتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ جن سے دین کا نصف حصہ سیکھنے کا حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو ارشاد فرمایا تھا اس ضمن میں کیا فرماتی ہیں ملاحظہ ہو۔ قولو انه خاتم النبيين ولا تقولوا لا نبي بعده تم یہ تو کہ سکتے ہو کہ آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء ہیں مگر یہ کبھی نہ کہنا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

(درمنثور جلد نمبر ۵ صفحہ ۲۰۴)

حضرت امام محمد طاہر حضرت عائشہؓ کے اس قول کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

هذا ناظر الى نزول عيسىٰ وهذا ايضاً لاينا في حديث لا نبي بعدي لا نه اراد لا ينسخ شرعه شرعه۔ (تکملہ مجمع البحار صفحہ ۸۵)

یعنی حضرت عائشہ کا یہ قول اس بناء پر ہے کہ حضرت مسیح نے بحیثیت نبی اللہ نازل ہونا ہے اور یہ قول لا نبی بعدی کے منافی نہیں ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کی مراد اس قول سے یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں ہوگا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے۔

حضرت محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ اپنی مشہور کتاب صفحہ ۳ میں لکھتے ہیں کہ:

فَاِنَّ النُّبُوَّةَ الَّتِيْ انْقَطَعَتْ بِوُجُوْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا هِيَ النُّبُوَّةُ التَّشْرِيْعُ لَا مَقَامُهَا فَلَا شَرْعَ يَكُوْنُ نَاسِخًا لِشَرْعِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يَزِيْدُ فِيْ حُكْمِه شَرْعًا آخَرَ وَهٰذَا مَعْنٰى قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدْ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِيْ وَلَا نَبِيَّ بَعْدِيْ يَكُوْنُ عَلٰى شَرْعٍ يُخَالِفُ شَرْعِيْ بَلْ اِذَا كَانَ يَكُوْنُ تَحْتَ حُكْمِ شَرِيْعَتِيْ. (فتوحات مکہ جلد ۲ صفحہ ۳)

ترجمہ: حضرت امام محی الدین ابن

عربی فرماتے ہیں" وہ نبوت جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے منقطع ہوگئی ہے وہ صرف تشریعی نبوت ہے نہ کہ مقام نبوت اب کوئی شریعت نہ ہوگی جو آنحضرتؐ کی شرع کی ناسخ ہو اور نہ آپؐ کی شرع میں کوئی نیا حکم بڑھانے والی شرع ہوگی اور یہی معنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے ہیں کہ نبوت اور رسالت منقطع ہوگئی ہے۔ پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا نہ نبی۔ یعنی مراد آنحضرتؐ کے اس قول سے یہ ہے کہ اب کوئی ایسا نبی نہیں ہوگا جو میری شریعت کے مخالف شریعت پر ہو بلکہ جب کبھی کوئی نبی ہوگا تو وہ میری شریعت کے حکم کے ماتحت ہوگا۔

اس کے علاوہ حضرت امام الشعرانی رحمۃ اللہ، عارف ربانی، حضرت سید عبدالکریم جیلانی رحمۃ اللہ۔ حضرت سید ولی اللہ شاہ، محدث دہلوی۔ حضرت ملاں علی القاری حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ بانی دارالعلوم دیوبند۔ علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ۔ حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ۔ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ۔ وغیرہ ائمہ الاسلام نے آیت خاتم النبیین اور حدیث لا نبی بعدی کی تشریح میں واضح فرمایا کہ آپؐ کے بعد شریعت والا کوئی نبی نہیں آسکتا۔ شریعت محمدیہ کے اندر نبی آسکتے ہیں۔

حدیث لانبی بعدی کی حقیقت:

حدیث لا نبی بعدی کی حقیقت ایک مثال کے ذریعہ سمجھانا چاہتا ہوں۔ ایک شخص اپنا ایک عالی شان مکان تعمیر کرتا ہے۔ مکان مکمل ہونے کے بعد اس مکان کے باہر No Admission کا بورڈ آویزاں کرتا ہے یعنی اس مکان کے باہر والوں کیلئے اس مکان میں داخلہ ممنوع ہے لیکن یہ بورڈ اس مکان کے اندر رہنے والوں کیلئے نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت رسول کریم ﷺ آیت قرآنی الیوم اکملت لکم دینکم کے مطابق ایک مکمل شریعت والا مکان تعمیر فرماتے ہیں اور اس شریعت کے باہر لانبی بعدی کا بورڈ آویزاں فرماتے ہیں گویا کہ یہ حکم شریعت محمدی کے اندر رہنے والوں کے لئے نہیں۔ شریعت کے باہر رہنے والوں کے لئے ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے دعویٰ نبوت کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

" یہ شرف مجھے محض آنحضرت ﷺ کی پیروی سے حاصل ہوا ہے اگر میں آنحضرت ﷺ کی اُمت نہ ہوتا اور آپؐ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی میں کبھی یہ مکالمہ مخاطبہ کا نہ پاتا کیونکہ اب بجز محمدیؐ نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت نبی ہوسکتا ہے مگر وہی جو پہلے اُمتی ہو۔ پس اس بناء پر میں اُمتی بھی ہوں اور نبی بھی۔"

(تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۴)

آیت قرآنی سے اجراء نبوت:

قرآن کریم میں متعدد آیات ایسی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد آپؐ کی مکمل اطاعت اور پیروی کے نتیجہ میں نبوت کی نعمت اُمت محمدیہ میں جاری ہے ۔ یہاں صرف ایک آیت پر اکتفا کرتا ہوں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولئک رفیقاً ذلک الفضل من اللہ وکفی باللہ علیماً۔

(سورۃ النساء آیت ۷۰۔۷۱)

یعنی جو بھی اللہ اور اس رسول کی اطاعت کرے گا یہی وہ لوگ ہیں جو اُن لوگوں میں سے ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے ۔ یعنی نبیوں میں سے صدیقوں میں سے شہیدوں میں سے اور صالحین میں سے ۔ یہ بہت اچھے ساتھی ہوں گے ۔ یہ اللہ کا خاص فضل ہے اور اللہ صاحب علم ہونے کے لحاظ سے بہت کافی ہے۔

اس آیت کریمہ سے ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ کی پیروی سے ہی آئندہ یہ نعمتیں حاصل ہوں گی اور یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ دیگر انبیاء کی پیروی سے نبوت کا انعام حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہ شرف صرف آنحضرت ﷺ کو ہی حاصل ہے۔

جیسا کہ فرمایا: والذین آمنوا باللہ ورسلہِ اولئک ھم الصدیقون والشھدآءُ عندربھم۔

(الحدید ۲۰)

یعنی اور وہ لوگ جو اللہ اور اُس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کے حضور صدیق اور شہید ٹھہرتے ہیں۔ اِس آیت کریمہ میں نبوت کا کوئی ذکر نہیں۔ جیسا کہ بتایا جاچکا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جو شرف نبوت حاصل ہوا ہے وہ محض آنحضرت ﷺ کی پیروی کے نتیجہ میں حاصل ہوا ہے۔ اس کے بارے میں حوالے پیش کئے گئے ہیں۔ ایک نظم میں حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

اُس نور پر فدا ہوں اُس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

اور فرمایا۔

وواللہ ھذا کلہ من محمد
ویعلم ربی انہ کان مرشدا
وھذا من النور الذی ھو احمد
فدی لک روحی یا محمد سرمدا

یعنی خدا کی قسم مجھے جو انعام و اکرام ملا ہے وہ سب کا سب محمد صلی الہ علیہ وسلم کے طفیل اور آپؐ ہی کی طرف سے ملا ہے۔ اور میرا رب جانتا ہے کہ آپؐ ہی میرے مرشد ہیں۔ یہ روحانی روشنی مجھے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے حاصل ہوئی ہے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میری روح ہمیشہ آپؐ پر فدا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس واضح اظہار حقیقت کے باوجود آپؑ کے خلاف اور آپؑ کی جماعت کے خلاف بار بار جھوٹے الزامات عائد کئے جاتے ہیں ۔ جس کے نتیجہ میں خاص کر پاکستان میں ان شر پسند ملاؤں کی برانگیختگی کی وجہ سے آئے دن احمدیوں پر ظلم و ستم ڈھایا جاتا رہا ہے۔

مورخہ ۲۸ مئی ۲۰۱۰ء کو لاہور میں جو المناک سانحہ ہوا ان ہی فتنہ انگیزیوں کا شاخسانہ ہے۔ اس میں ۸۰ سے زائد معصوم احمدی شہید کئے گئے۔ ان اللہ والوں نے زیرلب دُعاؤں اور درود شریف پڑھتے ہوئے اس تقدیر الٰہی پر راضی رہ کر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔

اس دردناک موقعہ پر کسی کے منہ سے کسی قسم کے شکوہ وشکایت کا فقرہ نہیں نکلا۔ اس سانحہ میں ۱۲۶ افراد زخمی ہوئے۔ سب کے سب مجسم عزم وحوصلہ کا نمونہ بن کر ذکر الٰہی اور درود کے ورد میں مشغول تھے، اُن کے پرسکون چہروں سے جذبات شکر الٰہی میں مترشح ہو رہے تھے۔

اس سلسلہ میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس فرماتے ہیں۔ "پس آج بھی جو ظلم جماعت پر پاکستان میں روا رکھا جارہا ہے اور جس کی انتہائی ظالمانہ اور بہیمانہ شکل لاہور میں احمدیوں پر حملہ کی صورت میں ظاہر ہوئی اور حملہ بھی خدا کے گھر میں خدا کی عبادت کرنے والے تھے احمدیوں پر ہوا۔

احمدی اپنی گردنیں کٹوا سکتے ہیں لیکن کبھی بھی اللہ اور اس کے رسول کے نام کی تحقیر اور توہین برداشت نہیں کرسکتے ۔ کبھی خدا کی صفات کو محدود نہیں کرسکتے اور کبھی آنحضرت ﷺ افضل الرسل کی شان پر آنچ آنے دے سکتے۔ ہم بانگ دُہل اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ مسیح محمدی کی بعثت سے ہی آنحضرت ﷺ کے مقام خاتمیت نبوت میں اضافہ ہوتا ہے ۔ آپؐ کے اُمتی کو یہ بلند مقام ملنا آپؐ کی اعلیٰ شان کا اظہار ہے۔ پس ہم تو اس تعلیم کو سینوں سے چمٹائے ہوئے حضرت محمد ﷺ کی اعلیٰ ترین شان کے قائم کرنے والے ہیں ہم کسی مولوی عالم یا کسی حکومت کے خوف سے خوفزدہ ہوکر مال وجان کے ضائع کئے جانے کی دھمکیوں سے ڈر کر قتل کے فتووں پر پریشان ہوکر ظالمانہ طور پر گرنیڈوں کے حملوں اور گولیوں کی بوچھاڑ سے اپنے پیاروں کو شہادت کا رستہ پاتے دیکھ کر اس شانِ محمدی کے قائم کرنے سے کبھی بھی پیچھے نہیں ہٹتے۔"

(بدر ۲ جولائی ۲۰۱۰)

☆☆☆☆

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خداداد نور

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اُس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے
(درّثمین)

قارئین کرام! آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے روحانی جسمانی حسن و جمال سے منور فرمایا تھا اسی طرح آپ کے فرزند روحانی حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے باطنی و ظاہری حُسن جمال کا شاہکار بتایا تھا۔آپ مردانہ حسن کا اعلیٰ نمونہ تھے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو ظاہری حسن کے ساتھ ساتھ خاص اپنا نورعنایت فرمایا تھا۔اور یہ نور آپ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیروی و اطاعت کے برکت سے حاصل کیا تھا کوئی احمدی ایک لمحے کے لئے بھی یہ نہیں سوچ سکتا کہ نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقام آنحضرتؐ سے بڑھ کر ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تمام نور آنحضرت ﷺ کے فیض کے صدقے ہے۔نیچے چند روایات پیش ہیں جس سے اس امر پر روشنی پڑتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نور کی کیا کیفیت تھی۔آیئے روایات کے آئینہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خداداد نور کی ایک جھلک دیکھیں۔ (مدیر)

آپ لوگ کتنے خوش نصیب ہیں کہ آپ نے امام مہدی علیہ السلام کا زمانہ پایا ہے:

آقا و غلام کے تعلق کے بارہ میں حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ ایک روایت میں فرماتے ہیں۔انہوں نے ایک رؤیا دیکھی۔کہتے ہیں کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد سعادت میں ایک دفعہ مَیں نے رؤیا میں دیکھا کہ سیدالانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ،حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خاکسار تینوں ایک جگہ کھڑے ہیں۔آنحضرت ﷺ کا چہرہ مبارک سورج کی طرح تاباں ہے(روشن ہے) اور آپؐ مشرق کی طرف منہ کئے ہوئے ہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چہرہ مبارک چاند کی طرح روشن ہے۔ اور آپ مغرب کی طرف منہ کئے ہوئے ہیں۔اور (کہتے ہیں کہ)خاکسار ان دونوں مقدس ہستیوں کے درمیان میں کھڑا ہے۔ان کے روشن چہروں کو دیکھ رہا ہے اور اپنی خوش بختی اور سعادت پر نازاں ہوکر یہ فقرہ کہہ رہا ہے کہ ’’ہم کس قدر خوش نصیب اور بلند بخت ہیں کہ ہم نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی پایا اور حضرت امام محمد مہدی علیہ السلام کو بھی پالیا‘‘۔(کہتے ہیں کہ) اُس وقت جب مَیں نے ان دونوں مقدسوں کے چہروں کی طرف نگاہ کی تو مجھے ایسا نظر آیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا چہرۂ مبارک آنحضرت ﷺ کے چہرۂ مبارک کے نور سے منور ہورہا ہے۔(پھر کہتے ہیں کہ)اس رؤیا کے بعد جب مَیں دوسری رات سویا تو خواب میں مجھے حضرت شیخ سعدی شیرازی رحمہ اللہ ملے اور فرمایا کہ ’’آپ لوگ کتنے خوش نصیب ہیں کہ آپ نے امام مہدی علیہ السلام کا زمانہ پایا ہے‘‘۔ پھر فرمایا کہ ’’میری طرف سے حضرت امام مہدی علیہ السلام کے حضور السلام عرض کردینا‘‘۔ (کہتے ہیں کہ)مَیں اُن دنوں اپنے وطن موضع راجیکی میں مقیم تھا۔ اس وقت جماعت کا نام احمدی نہ رکھا گیا تھا۔مَیں جب صبح بیدار ہوا تو حضرت شیخ سعدیؒ کی خواہش کے مطابق ایک عریضہ (ایک خط) حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں لکھ کر آپ کا تحفۂ سلام (یعنی شیخ سعدی کا سلام) حضورؑ کی خدمت میں عرض کردیا اور اپنی رؤیا بھی بیان کر دی۔اس کے چند روز بعد (کہتے ہیں) مجھے پھر رؤیا میں حضرت شیخ صاحبؒ کی زیارت ہوئی۔آپ نے سلام پہنچانے پر بہت ہی مسرت کا اظہار کیا اور میرے ہاتھ میں ایک کتاب دے کر فرمایا کہ یہ بطور ہدیہ ہے۔جب مَیں نے اس رسالہ کو دیکھا تو اس کے سرورق پر نام ’’سراج الاسرار‘‘ لکھا ہوا تھا۔

(حیات قدسی صفحہ 436-437 مطبوعہ ربوہ)

چہرہ کی وجہ سے مکان منور ہو رہا تھا:

میاں رحیم بخش صاحب کی ایک روایت ہے کہ ایک دن کا واقعہ ہے کہ ظہر کی نماز کے بعد حضرت صاحب اندر چلے گئے (مسجد سے اپنے گھر چلے گئے) ہم نے پیچھے سنتیں پڑھیں اتنے میں باری کے رستے سے (یعنی کھڑکی کے راستے سے) حضور نے حضرت خلیفۂ اوّل کو بلایا۔حضور کوئی کتاب لکھ رہے تھے اور حکیم صاحب سے اس کے متعلق کوئی حوالہ پوچھنا تھا یا کوئی بات پوچھنی تھی ۔مَیں نے اس باری (کھڑکی) سے جب حضور کو دیکھا حضور کے سر پر پگڑی نہیں تھی، پٹے رکھے ہوئے تھے۔اس نظارہ کی مَیں کیفیت بیان نہیں کرسکتا۔وہ مکان مجھے نور سے بھرا ہوا نظر آتا تھا۔چہرہ کی وجہ سے مکان منور ہو رہا تھا۔آہ اس نورانی چہرہ کا جب بھی تصور آتا ہے جی میں عجیب قسم کے خیالات موجزن ہوتے ہیں۔ اس وقت کا نقشہ اب تک میری آنکھوں میں ہے۔حضورؑ نے حضرت خلیفہ اولؓ سے کوئی بات دریافت کی۔وہ باہر آگئے اور حضورؑ نے پھر اندر سے کنڈا لگالیا۔

(رجسٹر روایات صحابہ حضرت مسیح موعودؑ غیر مطبوعہ رجسٹر جلد 10 صفحہ 184-185 روایات حضرت میاں رحیم بخش صاحبؓ)

مہاراج مرزا تو کوئی دیوی کا روپ ہے‘:

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شمائل کے متعلق ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اپنی تصنیف ’’مجدد اعظم‘‘ میں تحریر کرتے ہیں کہ 1906ء میں لمبی رخصت لے کر قادیان گیا ہوا تھا۔ایک روز حضرت اقدس کی طبیعت ناساز تھی۔ سر میں سخت درد تھا ۔مگر اسی تکلیف میں آپ ظہر کی نماز کے لئے مسجد میں تشریف لے آئے۔مجھے سامنے سے آتے نظر آئے تو گو سردرد کی وجہ سے چہرہ پر تکلیف کے آثار تھے لیکن پیشانی پر ایک نور کا شعلہ چمکتا نظر آتا تھا ۔جسے دیکھ کر آنکھیں خیرہ ہوتیں اور دل کو سرور آتا تھا۔آج تک سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ غیر معمولی چمک کس چیز کی تھی۔یہ تو خاص اوقات کا ذکر مَیں نے کیا جن کا اثر غیر معمولی طور پر دل پر رہ گیا ورنہ آپ کے چہرہ پر تقدس کے آثار ایسے نمایاں تھے اور انوار روحانی کی بارش کا وہ سماں نظر آتا تھا کہ ممکن نہ تھا کہ کوئی شخص اسے دیکھے اور متاثر نہ ہو۔.......... ہندو تک اس کے مُقر تھے۔(یعنی اس بات کا اقرار کرتے تھے، اس بات کو مانتے تھے)۔(کہتے ہیں کہ) بٹالہ اور قادیان کے درمیان نہر کے کنارے ایک ہندو دکاندار چھابڑی لگا کر بیٹھا رہا کرتا تھا۔وہ کہا کرتا تھا کہ ’’مہاراج مَیں تو ہر ایک آنے جانے والے کو دیکھتا ہوں۔بڑے بڑے پٹھان اور سُورما یہ کہتے ہوئے ادھر سے گزرے ہیں کہ آج مرزا کا فیصلہ کر کے آویں گے لیکن جب واپس گئے تو مرزا کے ہی گن گاتے ہوئے گئے۔ مہاراج مرزا تو کوئی دیوی کا روپ ہے‘‘۔(یہ ایک ہندو کی تصدیق ہے۔)

(مجدد اعظم جلد دوم صفحہ 1242 ۔ بار اول 1940ء شائع کردہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

ایک نور کا پتلا آنکھوں کے سامنے سے گزر گیا۔

ڈاکٹر بشارت صاحب ہی ایک روایت کرتے ہیں کہ وہ آثار تقدس اور انوار آسمانی جو آپ کے چہرہ پر ہر وقت نظر آتے تھے اِن کو نہ قلم بیان کرسکتی ہے نہ فوٹو دکھا سکتا ہے۔جس وقت آپ ایک چھوٹے سے دروازہ کے ذریعہ گھر میں سے نکل کر مسجد میں تشریف لاتے تو یہ معلوم ہوتا کہ ایک نور کا جھمگٹا سامنے آ کھڑا ہوا ۔سب سے پہلے خاکسار مؤلف نے حضرت اقدسؑ کو سیالکوٹ میں 1891ء میں دیکھا تھا ۔آپؑ حکیم حسام الدین مرحوم کے مکان سے نکلے۔گلی میں سے گزر کر سامنے کے مکان میں چلے گئے۔لیکن مجھے ایسا معلوم ہوا کہ ایک نور کا پتلا آنکھوں کے سامنے سے گزر گیا۔جو مقدس سے مقدس شکل میرا ذہن تجویز کرسکتا تھا وہ اس سے بھی بڑھ کر تھا اور بے اختیار میرے دل نے کہا کہ یہ شکل جھوٹے کی نہیں بلکہ کسی بڑے مقدس انسان کی ہے۔

ایک دفعہ سردیوں کا موسم تھا۔مَیں قادیان گیا ہوا تھا۔شام کا وقت اور بارش ہو رہی تھی اور نہایت سرد ہوا چل رہی تھی۔مسجد مبارک میں جہاں نماز مغرب پڑھی جاتی تھی ۔کچھ اندھیرا سا ہورہا تھا۔حضرت اقدس اندر سے تشریف لائے تو موم بتی روشن کی ہوئی آپ کے ہاتھ میں تھی جس کا عکس آپ کے چہرہ مبارک پر پڑ رہا تھا۔اللہ، اللہ جو نور اس وقت آپ کے چہرہ پر مجھے نظر آیا وہ نظارہ آج تک نہیں بھولتا۔چہرہ آفتاب کی طرح چمک رہا تھا جس کے سامنے وہ شمع بے نور نظر آتی تھی۔

(مجدد اعظم جلد دوم صفحہ 1242-1241

بار اول 1940ء شائع کردہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

یہ تو سراپا نور ہی نور ہے:

حضرت چوہدری برکت علی خان صاحب گڑھ شنکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بیعت کی منظوری آنے کے ایک مہینے بعد مَیں نے ڈاکٹر صاحب (یعنی حضرت ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب) سے عرض کیا کہ مَیں قادیان جا کر دستی بیعت بھی کرنا چاہتا ہوں مگر مَیں کبھی گڑھ شنکر سے باہر نہیں گیا۔ نہ ریل کبھی دیکھی ہے۔ مجھے قادیان کا راستہ بتا دیں۔ آپ نے کہا یہاں سے بنگہ پہنچو۔ وہاں میاں رحمت اللہ صاحبؓ مرحوم باغانوالہ کی دکان پر جا کر ان سے کہنا کہ پھگواڑہ ریلوے سٹیشن کا راستہ بتا دیں اور پھر وہاں سے بٹالہ چلے جانا، بٹالے رات کو دس بجے پہنچ جاؤ گے اور ٹھہرنے کی کوئی جگہ معین نہیں ہے۔ سٹیشن پر ٹھہر جانا تو بٹالہ سے پھر قادیان کچی سڑک جاتی ہے۔ صبح فجر کے بعد قادیان چلے جانا۔ تو کہتے ہیں انہوں نے راستہ بتا دیا۔ مَیں روانہ ہوا اور جب بٹالہ سٹیشن سے نکلا تو سڑک پر ایک چھوٹی سی مسجد پر نظر پڑی ۔مَیں نے کہا کہ مسجد میں ہی رات گزار لیتے ہیں، صبح قادیان تو چلے جانا ہے۔ کہتے ہیں کہ مسجد میں مَیں ابھی گیا ہی تھا۔ تھوڑا وقت ہوا تھا تو ایک شخص آیا اور آ کر کہا کہ تم کون ہو۔ مَیں نے کہا مسافر ہوں قادیان جانا ہے۔ اس نے گالی دیتے ہوئے سختی سے کہا کہ خبیث مرزائی آ کر مسجد کو خراب کر جاتے ہیں۔ صبح مسجد دھونی پڑے گی تم یہاں سے نکل جاؤ۔ مَیں نے کہا مَیں تو یہاں آیا ہوں۔ مَیں تو رات گزاروں گا۔ مَیں نے نہیں جانا۔ کس طرح تم مجھے خدا کے گھر سے نکال سکتے ہو؟ تو پھر وہ گالیاں دیتا ہوا چلا گیا۔ کہتے ہیں صبح کی نماز مَیں نے پہلے وقت میں پڑھ لی اور قادیان کی طرف روانہ ہوا۔ مسجد مبارک میں جب مَیں پہنچا تو پہنچنے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک کھڑکی میں سے مسجد مبارک میں تشریف لائے۔ مَیں نے جب حضور کو دیکھا تو بے اختیار میری زبان سے نکلا کہ یہ تو سراپا نور ہی نور ہے۔ یہ تو سچوں اور راستبازوں کا چہرہ ہے۔ یہ وہی شخص ہے جس کی بابت اخبار الحکم میں کلمات طیبات حضرت امام الزمان پڑھا کرتا تھا اور جس مقدس وجود کی مجھے تلاش تھی۔ (ماخوذ از اصحاب احمد جلد ہفتم صفحہ 201-202 مطبوعہ ربوہ)

جو انکسار حضور کی زبان مبارک اور منور چہرہ سے ہوتا تھا اس کا نقشہ تو کوئی بشر کیا کھینچ سکتا ہے:

حضرت محمد صدیق صاحب آف گوگھیاٹ روایت رجسٹر روایات صحابہؓ لکھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ مجھے نبی اللہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شرف زیارت بطفیل عمویم جناب مولوی فخر الدین صاحب سابق ہیڈ کلرک کیمل کور حال مہاجر محلّہ دارالفضل قادیان غالباً مارچ 1903ء میں ہوا جبکہ آپ مجھے اپنے ہمراہ گھر سے قادیان دارالامان لے گئے۔ میری عمر اس وقت کوئی دس سال کی ہو گی۔........... ہم بے شمار لوگ بہلی کے ساتھ پیدل قادیان آئے۔ راستے میں سکھ اور غیر لوگ بھاگ بھاگ کر بہلی کا پردہ ہٹا ہٹا کر زیارت کرتے۔ (چھوٹی بیل گاڑی میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیٹھے ہوئے تھے۔ کور (Covered) تھی، پردہ تھا۔ اس کا پردہ اٹھا کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کیا کرتے تھے)۔ اور ترس ترس کر دیکھتے تھے۔ مَیں اگرچہ خدا تعالیٰ کے فضل سے پیدائشی احمدی تھا مگر مسجد مبارک میں تین چار دوستوں سمیت حضورؑ کے دست مبارک پر ہاتھ رکھ کر بھی بیعت کرنے کا موقعہ نصیب ہو گیا۔ بعد بیعت حضور نے لمبی دعا فرمائی۔ بیعت کے کلمات کہلواتے وقت جو درد اور انکسار حضور کی زبان مبارک اور منور چہرہ سے ہوتا تھا اس کا نقشہ تو کوئی بشر کیا کھینچ سکتا ہے۔

(رجسٹر روایات صحابہ حضرت مسیح موعودؑ غیر مطبوعہ۔ رجسٹر۔ جلد اوّل۔ صفحہ 24-25 روایات حضرت محمد صدیق صاحبؓ آف گوگیاٹ)

کمرہ فوراً نور علیٰ نور ہوگیا:

حضرت نظام الدین صاحب پوسٹ ماسٹر نبی پور روایت کرتے ہیں کہ مَیں ایک دفعہ سخت بیمار تھا، قریب المرگ ہو گیا۔ مَیں بیہوشی کی حالت میں تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے تو کمرہ فوراً نورٌ علیٰ نور ہو گیا۔ ایک الماری جو بوتلوں سے دوائیوں سے قدرتاً بھری ہوئی تھی۔ اپنے دست مبارک سے کھول کر ایک بوتل کے لیبل پر انگشت مبارک رکھ کر حضور نے ارشاد فرمایا: منشی جی اس سے 20 بوندیں پیو۔ اسی وقت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے صحت بخش دی۔

(رجسٹر روایات صحابہ حضرت مسیح موعودؑ (غیر مطبوعہ) جلد 1 صفحہ 75 روایت نظام الدین صاحب)

حضرت اقدس کی سادگی اور نورانی چہرہ:

حضرت سید میر عنایت علی شاہ صاحب لدھیانہ ایک روایت کرتے ہیں کہ ہماری برادری میں ہی خان بہادر ڈپٹی امیر علی شاہ صاحب مرحوم کا مکان تجویز کیا گیا۔ (اس وقت ٹھہرنے کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وہاں تشریف لے جانی تھی۔ تو ڈپٹی امیر علی شاہ صاحب کا مکان تجویز ہوا کہ وہاں رہائش فرمائیں گے)۔ چنانچہ ڈپٹی صاحب مرحوم کو کہا گیا کہ اپنے تکلفات کا سامان اٹھا لیجئے۔ قالین، صوفے وغیرہ جو پڑے ہیں وہاں سے اٹھالیں۔ کیونکہ حضرت مرزا صاحب کی آمد پر غرباء نے بھی آنا ہے اور یہ ایک للّٰہی محفل ہو گی آپ کو بعد میں کوئی شکایت نہ ہو۔ لیکن ڈپٹی صاحب مذکور کے مختار نے بتلایا کہ ہمارے قالین، گاؤ تکیے ایک بزرگ انسان کے قدموں سے برکت حاصل کریں گے۔ اس میں ہی ہماری خوشی ہے۔ چنانچہ حسب تحریر جب حضور لدھیانہ کے لئے روانہ ہوئے۔ شہر میں ایک شور پڑ گیا اور پبلک سٹیشن پر پہنچی۔ (بہت سے لوگ اکٹھے ہو گئے سٹیشن پر)۔ بعض پلیٹ فارموں سے اندر اور بعض باہر کھڑے رہے۔ سوائے میر عباس علی شاہ کے کوئی حضور پُرنور کے چہرے سے واقف نہ تھا۔ مَیں بھی مین گیٹ یعنی صدر دروازے پر کھڑا تھا۔ میر صاحب اندر گئے، مَیں ٹکٹ کلکٹر کے پاس اکیلا ہی کھڑا تھا۔ گاڑی کی آمد پر میر صاحب مذکور اندر گاڑیوں میں تلاش کرنے لگے۔ حضرت صاحب اگلی گاڑی سے یکایک اتر کر بنفس نفیس صدر دروازے پر تشریف لے آئے۔ اس وقت حضرت صاحب کے ہمراہ تین آدمی تھے۔ مَیں گو پہچانتا نہ تھا۔ مَیں نے مسافروں کے چہرے پر نظر دوڑائی ۔حضرت اقدس کی سادگی اور نورانی چہرے سے مَیں نے معاً دل میں خیال کیا کہ یہی حضور والا صفات ہوں گے اور مَیں نے مصافحہ کر لیا اور ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ تین آدمی جو ہمراہ تھے وہ یہ تھے مولوی جان محمد صاحب والد میاں بگا صاحب مرحوم، حافظ حامد علی صاحب مرحوم اور لالہ ملاوامل صاحب۔ (رجسٹر روایات صحابہ حضرت مسیح موعودؑ (غیر مطبوعہ) رجسٹر نمبر 1 صفحہ 108-109 روایات سید میر عنایت علی شاہ صاحب لدھیانوی)

یہ مونہہ جھوٹوں کا نہیں ہو سکتا:

میاں فیروز الدین صاحب ولد میاں گلاب دین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساکن سیالکوٹ کی ہے۔ لکھتے ہیں جب حضور علیہ السلام نے مسیحیت کا دعویٰ کیا تو میرے دادا صاحب نے کچھ عرصہ کے بعد حضور علیہ السلام کی بیعت کر لی اور سارے خاندان کو کہا کہ مَیں ان کا اس زمانے سے واقف ہوں جبکہ حضور یہاں ملازم تھے اس لئے آپ لوگ میرے سامنے بیعت کریں۔ یہ مونہہ جھوٹوں کا نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ 1892ء میں ہمارے سارے خاندان نے بیعت کر لی۔ (رجسٹر روایات صحابہ حضرت مسیح موعودؑ۔ غیر مطبوعہ رجسٹر نمبر 10 صفحہ 127-128۔ روایات میاں فیروز الدین صاحب ولد میاں گلاب دین صاحبؓ)

پھر ایک روایت ڈاکٹر عبدالمجید خان صاحب ابن مکرم قدرت اللہ خان صاحب مہاجر شاہجہانپوری کی ہے۔ کہتے ہیں کہ گرمی کا موسم تھا۔ قریب ایک بجے دن آپ جلدی جلدی چھت پر سے اتر کر باہر تشریف لے گئے ۔ مَیں آہستہ آہستہ دبے پاؤں حضور کے پیچھے چلا کہ دیکھوں حضور اس وقت دوپہر میں کہاں تشریف لے جاتے ہیں۔ جبکہ ایک بوڑھ کے درخت کے پاس جو زنانہ جلسہ گاہ ہے تشریف لے گئے۔ تو اچانک پھر کر دیکھا تو مجھ کو کہا کہ تم میرے پیچھے مت آؤ۔ چنانچہ مَیں اس درخت کے پیچھے ٹھہر گیا۔ آپ اس درخت کے قریب دو فرلانگ جا کر ایک چھوٹے سے درخت کے سائے میں بیٹھ گئے۔ اور میرا خیال ہے کہ قریب 10 منٹ وہاں بیٹھے رہے (یا کچھ عرصہ) چونکہ فاصلہ زیادہ تھا۔ مَیں نہ معلوم کر سکا کہ آپ دعا کر رہے ہیں یا کیا۔ اس وقت مجھ کو خیال آیا کہ کیونکہ حضور نے مجھے اپنے ساتھ آنے سے منع کیا تھا۔ مَیں واپس آ گیا اور اپنی والدہ مرحومہ کو اس واقعہ کا ذکر کیا۔ اس وقت ظہر کی اذان ہوئی تو حضور بھی تشریف لے آئے۔ وہاں مَیں نے دیکھا کہ حضور کا چہرہ چمک رہا تھا۔ (یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ خوشخبری ملی ہو گی)۔ (رجسٹر روایات صحابہ حضرت مسیح موعودؑ غیر مطبوعہ رجسٹر نمبر 12 صفحہ 88-89)

مجھے نظر آیا کہ حضور کے چہرہ مبارک سے شعاعیں نکلتی ہیں:

ایک روایت مولوی فضل الٰہی صاحب قادیان کی ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ کا واقعہ مجھے یاد آ گیا کہ بعد نماز مغرب حضور شہ نشین پر مشرق کی طرف رخ فرمائے تشریف فرما تھے اور چاند کی تاریخ پندرہ یا سولہ الباً تھی۔ اندھیرے میں جب مشرق سے چاند طلوع ہوا تو یہ عاجز مغرب کی طرف (حضور کے چہرہ مبارک کی طرف) منہ کر کے بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے نظر آیا کہ حضور کے چہرہ مبارک سے شعاعیں نکلتی ہیں اور چاند کی شعاعوں سے ٹکراتی نظر آتی ہیں۔

(رجسٹر روایات صحابہ حضرت مسیح موعودؑ غیر مطبوعہ رجسٹر نمبر 12 صفحہ 326 روایات مولوی فضل الٰہی صاحبؓ)

یہ تو نور کا ستون ہے:

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ”1904ء میں جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لاہور تشریف لے گئے تو وہاں ایک جلسہ میں آپ نے تقریر فرمائی۔ ایک غیر احمدی دوست شیخ رحمت اللہ صاحب وکیل بھی اس تقریر میں موجود تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ دوران تقریر میں مَیں نے دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سر سے نور کا ایک ستون نکل کر آسمان کی طرف جا رہا تھا۔ اس وقت میرے ساتھ ایک اور دوست بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ مَیں نے انہیں کہا۔ دیکھو وہ کیا چیز ہے۔ انہوں نے دیکھا تو فوراً کہا کہ یہ تو نور کا ستون ہے جو حضرت مرزا صاحب کے سر سے نکل کر آسمان تک پہنچا ہوا ہے۔ اس نظارہ کا شیخ رحمت اللہ صاحب پر ایسا اثر ہوا کہ انہوں نے اسی دن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کر لی“۔

(تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ 121 مطبوعہ ربوہ)

آپ کا چہرہ مبارک نورانی تھا تو یہاں بھی ہمیں نور نظر آیا کیونکہ وہ ظل تھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے:

حضرت میاں غلام محمد صاحب ارائیں پھیروچچی ضلع گورداسپور روایت کرتے ہیں کہ...... مَیں نے 1907ء میں بیعت کی اور متواتر ہم اسی طرح جمعہ پڑھنے جاتے رہے۔ بعد میں حضور لاہور گئے اور ہمیں معلوم ہوا کہ حضور اسہال کی بیماری کی وجہ سے وفات پا گئے اور مخالفین نے مشہور کیا کہ اب یہ سلسلہ ختم ہو گیا اور وفات کے بعد حضور کا چہرہ سیاہ ہو گیا (نعوذ باللہ)۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں اپنے لڑکوں ابراہیم و جان محمد کو ساتھ لے جایا کرتا تھا اور ان کو کہتا تھا کہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں۔ تو یہ دونوں لڑکے حضور کے پاؤں کو چمٹ جاتے تھے اور حضور بڑے خوش ہوتے تھے اور جب حضور وفات پا گئے مَیں مع جماعت اور مع اپنے ان بچوں کے قادیان پہنچا اور لڑکوں کو بھی حضور کا چہرہ دکھایا اور آپ بھی دیکھا اور لڑکے بار بار مجھے کہتے۔ اے لالہ! ہمیں میاں کا چہرہ دکھا اور سخت روتے کہ جب ہم آتے تو حضور کو لپٹ جاتے۔ اب ہم کس کے ساتھ لپٹیں گے۔ اس طرح کوئی چار دفعہ حضور کا چہرہ ان کو دکھایا۔ (کہتے ہیں کہ) جس طرح ہم سنا کرتے تھے کہ آنحضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک ہے ویسا ہی ان کا نورانی چہرہ ہے۔ اس سے پہلے نہ کوئی ایسا ہوا اور نہ آئندہ۔ گویا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو اصل تھے یہ ان کے عکس ہیں۔ (یعنی وہ جو نعوذ باللہ دشمنوں نے مشہور کیا ہوا تھا کہ چہرہ سیاہ ہو گیا اور یہ ہو گیا۔ ہم تو سنا کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں کہ آپ کا چہرہ مبارک نورانی تھا تو یہاں بھی ہمیں نور نظر آیا کیونکہ وہ ظل تھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے)۔ اور پھر حضرت مولوی نورالدین صاحب کی بیعت کی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے ہاتھوں سے دفنایا۔ اس کے بعد ہم گھر واپس آ گئے اور پھر کہتے ہیں ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے معجزات بیان کر کے تبلیغ کرنی شروع کی۔

(رجسٹر روایات صحابہ حضرت مسیح موعودؑ غیر مطبوعہ۔ جلد اوّل۔ صفحہ 82 تا 86 روایات حضرت میاں غلام محمد صاحب ارائیںؓ) ☆

خدا دیکھنے کا مطالبہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی

انقلاب آفریں گفتگو

جماعت احمدیہ کپورتھلہ کے اولین فرد اور گلستانِ احمدیت کے گل سرسبز حضرت منشی ظفر احمد صاحب کی ایک حقیقت افروز اور رُوح پرور روایت:۔ ”کلکتہ کا ایک برہمن مجسٹریٹ قادیان آیا اور حضورؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میں خدا کا قائل نہیں ہوں اور سنی سنائی باتوں پر یقین نہیں رکھتا کیا آپ مجھے خدا دکھا دیں گے...... حضور نے فرمایا کہ آپ لندن گئے ہیں، اس نے کہا نہیں فرمایا لندن کوئی شہر ہے اس نے کہا ہے! سب جانتے ہیں۔ فرمایا آپ لاہور تشریف لے گئے ہیں۔ اس نے کہا میں لاہور میں بھی نہیں گیا۔ فرمایا قادیان آپ کبھی تشریف لائے تھے۔ اس نے کہا نہیں۔ فرمایا کس طرح معلوم ہوا کہ قادیان کوئی جگہ ہے اور وہاں پر کوئی ایسا شخص ہے جو تسلی کرا سکتا ہے۔ اس نے کہا سنا تھا۔ آپؑ نے ہنس کر فرمایا: ”آپ کا سارا دارومدار سماعت پر ہی ہے اور اس پر پورا یقین رکھتے ہو۔ پھر آپؑ نے ہستی باری تعالیٰ پر تقریر فرمائی اور سامعین پر اس کا ایسا اثر ہوا کہ ایک کیفیت طاری ہو گئی“

جہاں تک برہمن مجسٹریٹ کا تعلق ہے اس نے جلدی سے یکہ منگوایا اور سوار ہو گیا۔ حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحبؓ نے فرمایا آپ ایسی جلدی کیوں جاتے ہیں اس نے جواب دیا۔ ”میں (احمدی) ہونے کی تیاری کر کے نہیں آیا تھا اور مجھے پورا یقین ہے کہ اگر رات کو میں یہاں رہا تو صبح ہی مجھے (احمدی) ہونا پڑے گا۔ مجھے خدا پر ایسا یقین آ گیا ہے کہ گویا میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔ میرے بیوی اور بچے ہیں ان سے مشورہ کر لوں۔ اگر وہ متفق ہوئے تو پھر آؤں گا“۔

(اصحاب احمد جلد چہارم صفحہ ۱۱۳۔ ۱۱۴ مؤلفہ صلاح الدین صاحب ایم اے طبع اوّل اکتوبر ۱۹۵۷)

چک یوسک میں ظلم و بربریت

وہ خاک و خون میں لت پت، بے کس و بے خانماں لاشے
بدن جن کے برہنہ ہیں، شکستہ ہاتھ پاؤں ہیں
جنہیں کچھ وحشیوں نے، ہر طرف سے گھیر رکھا ہے
اور ان پر لاٹھیاں برسا رہے ہیں پوری قوت سے
ہر اک لاٹھی پہ مُردہ جسم ہلکا سا لرزتا ہے
تو اس سفاک مجمعے میں خوشی کا شور اٹھتا ہے
اور ایک وحشی جو تازہ دم ہے لاشوں پر جھپٹتا ہے

ہزاروں میل ہم سے دور کا یہ ایک منظر ہے
مگر عرشی ہر لاٹھی ہمارے دل پہ پڑتی ہے
ہر اک پتھر ہمارے سر کو چکنا چور کرتا ہے

ہم ان زخمی، مسخ چہروں کے برسوں سے شناسا ہیں
ہمارے ہی یہ بھائی ہیں، ہمارے ہی یہ بیٹے ہیں
یہ رنگ و نسل میں ہم سے جدا ہیں پر ہمارے ہیں
ہمارا ہی یہ حصہ ہیں ہمیں جاں سے بھی پیارے ہیں
یہی تو احمدیت کے فلک کے چاند تارے ہیں

چلو آؤ انہیں ہم اپنی آہوں کی سلامی دیں
انہیں اپنے اُبلتے آنسوؤں کا غسل ہم دے دیں
دعاؤں کے کفن میں سرتاپا ان کو لپیٹیں ہم
انہیں تاریخ کے آباد قبرستان میں رکھ دیں

(ارشاد عرشی ملک۔ پاکستان)

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل مورخہ 18 فروری 2011)

مسیح و مہدئ آخر الزمان ہی حقیقی عاشق رسول ﷺ ہیں

(مکرم مولوی سہیل احمد ظفر صاحب، مبلغ سلسلہ گولگیرہ کرناٹک)

سیدّ نا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت محمد یہ کی اصلاح اور غلبہ اسلام کی آسمانی مہم سر کرنے کیلئے ایک امام مہدی کی بشارت عطا ء کی تھی۔ نیز یہ بھی وضاحت فرمادی تھی کہ امام مہدی مسیح ابن مریم کی صفات کا بھی حامل ہوگا۔ اور جہاں اُمت محمد یہ کے اندرونی اختلافات کو بطور حکم و عدل دور کر کے امت سے فرقہ بندی کو ختم کرے گا وہاں صحابہ رضوان اللہ علیھم اجمعین کے نقش قدم پر چلنے والی ایک پاک جماعت بھی قائم کرے گا۔ اور دوسری طرف بیرونی طور پر بالخصوص عیسائیت کے غلبہ کے زمانہ میں صلیبی مذہب کے بطلان کو ثابت کر کے اسلام کو تمام ادیان پر غالب کرنے کے سامان کرے گا۔ انہی دو اہم خدمات جلیلہ کی مناسبت سے اس مصلح آخر الزمان کا نام مسیح اور مہدی ظاہر فرمایا گیا ہے۔

لیکن بدقسمتی سے اس واضح اور آسانی سے سمجھ آنے والی حقیقت کے برعکس عامۃ المسلمین یہ عقیدہ اپنائے انتظار گاہ میں بیٹھے ہوئے ہیں کہ دو ہزار سال پہلے ظاہر ہونے والے مسیح ابن مریم جو بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے وہ واقعہ صلیب کے وقت زندہ بجسم عنصری آسمان پر اٹھالئے گئے تھے۔ اور آج تک آسمان پر بیٹھے ہوئے ہیں اور آخری زمانہ میں اسی جسم کے ساتھ زندہ اترنے والے ہیں اور دوسری طرف خانہ کعبہ سے ایک شخص امام مہدی کے نام پر ظاہر ہوگا جس کا نام بمطابق حدیث نبوی محمد ہوگا اور اس کے باپ کا نام عبد اللہ ہوگا، اور یہ دونوں یعنی مسیح ابن مریم اور امام مہدی مل کر خونی جنگیں کریں گے اور بالآخر ان کے ہاتھ پر اسلام کو غلبہ نصیب ہوگا وغیرہ وغیرہ جبکہ یہ سب خیالات من گھڑت اور خصوصی قرآن اور احادیث نبوی کے منشاء کے صریح خلاف ہیں۔

قرآن مجید اور احادیث نبوی کی روشنی میں امام الزمان کے متعلق دی گئی بشارت اور عظیم الشان پیشگوئی کو سمجھنے کا آسان طریق یہ ہے کہ سب سے پہلے اس حقیقت پر یقین رکھا جائے کہ سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ انسان کامل ہیں جن پر انسانیت کے تمام کمالات ختم ہو گئے اور آپؐ ہی وہ افضل الرسل اور خاتم الانبیاء ہیں کہ جن پر نبوت کے تمام کمالات اپنی انتہاء اور تکمیل کو پہنچ چکے ہیں۔ اب جو بھی مرتبہ قرب الٰہی کا عطاء ہوگا وہ صرف اور صرف حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل متبعین کو ہی عطا ہوسکتا ہے۔ کسی بھی غیر امتی کو حاصل نہیں ہوسکتا۔ اس بنیادی حقیقت کو قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات آشکار کر رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ فاتحہ میں مسلمانوں کو یہ دُعا سکھلائی ہے۔

اھدنا الصراط المستقیم ، صراط الذین انعمت علیھم۔ کہ اے خدا تو ہمیں اُن لوگوں کے سیدھے راستہ پر چلنے کی توفیق بخش۔ جس پر چل کر انہوں نے تیرے انعامات حاصل کئے ہیں۔

سورۃ فاتحہ کی مذکورہ دُعا میں جس منعم علیہ گروہ کا ذکر فرمایا گیا ہے اس کی تفصیل سورۃ النساء کی آیت ۷۰ میں یوں بیان ہوئی ہے۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۔ (النساء آیت ۷۰)

ترجمہ: اور جو بھی اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرے وہی لوگ ہیں جو ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے (یعنی) نبیوں میں سے صدیقوں میں سے، شہیدوں میں سے اور صالحین میں سے اور یہ بہت ہی اچھے ساتھی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ آل عمران کی آیت ۳۲ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اعلان کرنے کی ہدایت فرمائی قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

ترجمہ: تو کہہ دے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

سورۃ جمعہ میں آنحضرت ﷺ کی ایک بعثت اُمیین میں بتائی گئی ہے تو دوسری بعثت کا آخرین میں وعدہ دیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝

وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

(الجمعہ آیت نمبر ۳ تا ۵)

ترجمہ: وہی ہے جس نے اُمّی لوگوں میں انہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کیا وہ ان پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے جب کہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی کھلی گمراہی میں تھے۔ اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (اسے مبعوث کیا ہے) جو ابھی ان سے نہیں ملے۔ وہ کامل غلبہ والا اور صاحب حکمت ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ اس کو جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔

☆......اب سوال یہ ہے کہ کیا آخرین میں خود حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی دوبارہ تشریف لائیں گے؟ ظاہر ہے یہ عقیدہ غیر اسلامی ہے۔ لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ آپؐ ہی کا ایک امتی اور ظل اور بروز کامل آخرین میں مبعوث ہوگا۔ جو اپنے آقاء و مطاع حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات میں اس قدر فنا ہو جائے گا کہ اس کا آنا گویا حضرت محمد ﷺ ہی کا آنا ہوگا اس کے سوا اس آیت کریمہ میں دیئے گئے وعدہ کا اور کوئی مطلب نہیں نکل سکتا اس کی تفصیل آگے چل کر ایک حدیث نبوی کی روشنی میں بیان ہوگی۔ مذکورہ چاروں آیات قرآنی سے یہ صداقت روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ آئندہ جو بھی روحانی مرتبہ کسی کو عطا ہوگا وہ محمد یہ اُمت کے ان افراد کو ہی عطا ہوسکتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل متبعین محبان میں سے ہوں۔ پس ایک کامل محبّ اور عاشق رسول صالح بن سکتا ہے، شہید بن سکتا ہے اور صدیق بن سکتا ہے حتیٰ کہ نبوت کے مقام پر بھی فائز ہوسکتا ہے لیکن وہ نبوت بلا واسطہ اور نئی شریعت کی حامل نہیں ہوسکتی بلکہ آئندہ جو بھی آئے گا وہ آنحضورؐ کا امتی اور آپؐ کے فیضان نبوت سے فیضیاب ہو کر امتی نبی کے منصب پر فائز ہوگا۔

ان واضح بشارتوں اور وضاحتوں کے باوجود یہ خیال کرنا کہ امت محمد یہؐ کی اصلاح اور کسر صلیب کیلئے اور اسلام کو تمام ادیان پر غالب کرنے کیلئے وہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھر دوبارہ تشریف لائیں گے جو دو ہزار سال قبل بنی اسرائیل کی اصلاح کیلئے بھیجے گئے تھے اور امت محمد یہؐ کا کوئی فرد اس منصب کا اہل نہ ہوسکے گا تو یہ عقیدہ صریح طور پر اہانت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ہتک خاتم الانبیاءؐ کے مترادف ہے۔

اب آیئے اس مضمون کو احادیث نبویؐ کی روشنی میں مزید وضاحت کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

سورۃ جمعہ میں دی گئی جس بشارت کا اوپر ذکر کیا گیا ہے اس کی تشریح صحیح بخاری کی مندرجہ ذیل حدیث کر رہی ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال کنا جلوسًا عند النبیؐ اذا نزلت علیہ سورۃ الجمعہ فلما قرأوآخرین منھم لما یلحقوبھم قال رجل من ھولآ یارسول اللہؐ فلم یراجعہ النبیؐ حتی سالہ مرۃ اومرتین اوثَلاثًا قال وفینا سلمان الفارسیؓ قال فوضع النبیؐ یَدَہٗ علیٰ سلمان ثم قال لوکان الایمان عند الثریا لنالہ رجال من ھٰؤُلآء۔

(بخاری کتاب التفسیر سورۃ الجمعہ و مسلم کتاب الفضائل باب فضل فارس نیز یہ مشہور حدیث ترمذی اور نسائی میں بھی موجود ہے)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپؐ پر سورۃ جمعہ نازل ہوئی۔ جب آپؐ نے آیت وآخرین منھم کی تلاوت فرمائی جس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو بعض دوسرے لوگوں میں بھی مبعوث فرمائے گا۔ (جن کو آپؐ کتاب و حکمت سکھائیں گے اور پاک کریں گے) جس کا زمانہ صحابہؓ کے بعد

ہے اس پر ایک شخص نے سوال کیا کہ اے خدا کے رسولؐ یہ کون لوگ ہیں؟ آپؐ نے کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ اس سائل نے دو تین مرتبہ یہ بات پوچھی۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ ہمارے درمیان سلمان فارسیؓ موجود تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک سلمان فارسیؓ پر رکھا اور فرمایا اگر ایمان ثریا ستارہ کی بلندی تک بھی چلا گیا تو ان لوگوں میں سے ایک مرد کامل یا کچھ لوگ اُسے واپس لے آئیں گے (اور قائم کریں گے)

☆......اس حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دوسری بعثت ایک ایسے وجود کے ذریعہ ہوگی جو عربی نہیں بلکہ عجمی ہوگا اور سلمان فارسیؓ کی قوم میں سے ہوگا۔

☆...... سلمان فارسیؓ کے بارہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر اپنی محبت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ سلمان منا اہل البیت کہ سلمان فارسی ہمارے اہل بیت میں سے ہیں۔ (مستدرک کتاب معرفۃ الصحابہ ذکر سلمان فارسیؓ)

☆......ایک اور حدیث میں آنحضرت ﷺ نے ظلم وجور کے دور میں اپنے اہل بیت میں سے ایک موعود کی بعثت کا ذکر مندرجہ ذیل الفاظ میں فرمایا ہے۔

عن عبد اللہؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لولم یبق من الدنیا الایوم یطول اللہ ذلک الیوم حتیٰ یبعث رجلاً منی اومن اہل بیتی یواطئی اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی یملاء الارض قسطًا وعدلاً کما ملئت ظلمًا وجورا۔

(ابوداؤد کتاب المہدی)

ترجمہ: حضرت عبداللہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا سے اگر ایک دن بھی باقی رہ گیا تو اللہ تعالیٰ اس دن کو لمبا کردے گا یہاں تک کہ وہ مجھ سے یا میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کو بھیجے گا۔ اُس کا نام میرا نام اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کا نام ہوگا۔ وہ زمین کو عدل وانصاف سے اس طرح بھردے گا جیسے وہ ظلم وجور سے بھری ہوئی تھی۔ یہ حدیث ابن ماجہ اور ترمذی اور مسند احمد میں بھی موجود ہے۔ ترمذی نے اس حدیث کی وہ روایت قبول کی اور اُسے صحیح قرار دیا جس میں صرف اسمی اسمی آیا ہے۔ ''اسم ابیہ اسم ابی یعنی اس کے باپ کا نام میرے باپ کا نام ہوگا۔ کے الفاظ موجود نہیں اسی طرح احمد بن حنبل نے بھی اسمی والی روایت بیان کی ہے۔

(مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۳۶۷، دار الفکر العربی بیروت)

اس حدیث میں بھی بڑی قطعیت کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے ہمرنگ روحانی فرزند کی خبر دی گئی ہے۔ پھر اس موعود کا کام قیام عدل وانصاف بیان کیا گیا ہے۔ جو اس کے مہدی ہونے پر دلیل ہے۔ جہاں تک اپنے نام کے ساتھ مماثلت کا سوال ہے اس کا نام میرا نام ہوگا کے الفاظ میں اس آنے والے کے نام کی محض ظاہری مماثلت مقصود نہیں اور نہ ہی یہ کسی روحانی مرتبہ کے لئے کافی ہوسکتی ہے بلکہ یہاں روحانی موافقت کا مضمون غالب ہے یہی وہ حقیقت ہے کہ جسے علمائے اسلام نے بھی بیان فرمایا ہے چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے مہدی کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز قرار دیا ہے۔

التفہیمات الاہیۃ جلد ۲ مطبوعہ اکادمیہ شاہ ولی اللہ صدر حیدرآباد سندھ ۱۳۸۷)

اس موعود کا ذکر ایک اور حدیث میں عیسیٰؑ کے نام سے فرمایا گیا ہے۔ اور اس میں بھی آنحضرتؐ نے اس کو اپنا ظل اور بروز کامل قرار دیتے ہوئے یہاں تک فرمایا کہ وہ موعود میرے ساتھ میری قبر میں دفن ہوگا۔ وہ حدیث یہ ہے۔

عن عبد اللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل عیسیٰ ابن مریم الی الارض فیتزوج ویولدلہ یمکث خمساً واربعین سنۃ ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسی ابن مریم فی قبر واحدٍ بین ابی بکر وعمر۔

(الوفاء باحوال المصطفی جلد ۲ صفحہ ۸۱۴ از ابن جوزی متوفی ۵۹۷ ھ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ و مشکوٰۃ باب نزول عیسیٰ صفحہ ۴۸۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع دہلی)

ترجمہ: حضرت عبد اللہؓ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے (یعنی تشریف لائیں گے، مبعوث ہوں گے کیونکہ عزت و شرف کیلئے نزول کا لفظ استعمال فرمایا گیا ہے۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اس مضمون میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے) پس وہ شادی کریں گے اور انکی اولاد ہوگی اور وہ پینتالیس سال رہیں گے۔ پھر وفات پائیں گے اور میرے ساتھ میری قبر میں دفن کئے جائیں گے۔ پھر میں اور عیسیٰ بن مریم ایک ہی قبر سے ابوبکرؓ وعمرؓ کے درمیان اُٹھیں گے اس حدیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور ان کی ذاتی علامات اور خصوصیات کا ذکر ہے یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت عیسیٰؑ کا نام یہاں بطور مثیل کے استعمال کیا گیا ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ مثیل ابن مریم کی مسیح اوّل سے کئی مشابہتیں رکھنے کے باوجود مغایرت بھی لازم ہے۔ مثلاً مسیح موعود مجرد نہیں ہوں گے۔ بلکہ شادی کریں گے اور مبشر اولاد پائیں گے۔ جو ان کے مشن اور کام کو جاری رکھنے والی ہوگی اور مسیح موعودؑ زمین میں (دعویٰ ماموریت کے بعد) پینتالیس سال ٹھہریں گے (روایات میں یہ مدت چالیس سال مذکور ہے) پھر اسی دنیا میں نیک انجام کے ساتھ طبعی موت کے ساتھ وفات پا جائیں گے یعنی قتل نہیں ہوں گے اور موت کے بعد ان کو انجام بہتر دیا جائے گا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روحانی قبر میں دفن کئے جائیں گے۔ اگر اس حدیث کے ظاہری معنی مراد لے جائیں تو یہ ایسی مضحکہ خیز بات ہوجاتی ہے کہ گویا آنے والے موعود کی صداقت اور سچائی اُس وقت تک ثابت نہ ہوسکے گی جب تک وہ وفات پاکر نعوذ باللہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک واقعہ مدینہ منورہ کو اکھیڑ کر اس میں دفن نہ کردئے جائیں۔ پس یہاں اصل مسیح ابن مریم کا ذکر نہیں ہو رہا ہے بلکہ ایک ایسے موعود کا ذکر فرمایا جارہا ہے کہ جو اپنے منصب اور کاموں کے لحاظ سے ایک طرف مسیحی صفات اپنے اندر رکھتا ہو تو دوسری طرف آنحضرت ﷺ کا اس قدر محبوب اور بروز کامل ہوگا کہ اُس کا آنا گویا خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا آنا ہوگا اور وفات کے بعد بھی اس کی روح اپنے آقا ومطاع حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے گی۔ مذکورہ احادیث سے ظاہر ہے کہ موعود امام کو آنحضرت ﷺ ایک موقعہ پر اپنے اہل بیت سلمان فارسی کی قوم کا فرد ظاہر فرما رہے ہیں۔ اور عدل وانصاف کو قائم کرنے والا امام مہدی قرار دے رہے ہیں اور بعض مواقع پر اسی موعود کو مسیح ابن مریم کے نام سے یاد فرما کر اپنے سے اس قدر مشابہ قرار دیتے ہیں کہ گویا وہ بعد وفات آپؐ کی قبر میں آپؐ کے ساتھ دفن کیا جائے گا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ دو الگ الگ وجود ہوں گے یا ایک ہی شخص کی دو مختلف حیثیتیں بیان فرمائی جارہی ہیں لیکن جیسا کہ ابتداء میں ذکر ہوچکا ہے کہ بدقسمتی سے اکثر مسلمان اسی عقیدہ پر جمع ہوئے ہیں کہ یہ دو الگ الگ وجود ہوں گے ایک عیسیٰ ابن مریم جو آسمان سے زندہ بجسم عنصری نازل ہوئے ہیں اور دوسرے خانہ کعبہ سے محمد بن عبداللہ کے نام سے امام مہدی ظاہر ہوں گے۔ لیکن مذکورہ احادیث پر بصیرت کی نگاہ ڈالنے سے صاف ثابت ہورہا ہے کہ امام موعود دراصل ایک ہی شخص ہے چنانچہ خود آنحضور ﷺ نے اس غلط فہمی کا ازالہ بھی فرمادیا ہے چنانچہ حدیث کی مشہور کتاب ابن ماجہ میں یہ حدیث آتی ہے:۔

عن انس بن مالکؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یزداد الامر الاشدۃ ولا الدنیا الاّ ادبارًا ولا النّاس الا شعارا لا تقوم الساعۃ الا علیٰ اشرار الناس ولا المہدی الاعیسیٰ ابن مریم۔

(ابن ماجہ کتاب الفتن باب شدۃ الزمان)

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ معاملات شدت اختیار کرتے جائیں گے دنیا اخلاقی پستی میں بڑھتی چلی جائے گی اور لوگ حرص وبخل میں ترقی کرتے جائیں گے اور صرف برے لوگوں پر ہی قیامت آئے گی اور کوئی مہدی مسیح کے سوا نہیں ہوگا۔ اس مضمون کی تائید ایک اور حدیث سے بھی ہوتی ہے جو حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: یوشک من عاش منکم ان یلقی عیسیٰ ابن

مریم اماما مہدیاً۔
(مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۴۱۱ مصری)

یعنی قریب ہے کہ تم میں سے جو زندہ ہو عیسیٰ بن مریم سے ملاقات کرے اس حالت میں کہ وہی امام مہدی بھی ہوں گے اس مضمون کی دلچسپ تفصیل بہت طویل ہے لیکن حقیقت کو سمجھنے کیلئے مندرجہ بالا آیات قرآنی اور احادیث نبوی کافی ہیں اور ان کا تجزیہ کرنے سے نتیجہ یہی نکلتا ہے۔سورۃ فاتحہ میں سکھلائی گئی دُعا اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت کے نتیجہ میں صالحین شہادت، صدیقیت اور نبوت کے روحانی مراتب اُمت محمدیہؐ کے افراد کو عطا ہوسکتے ہیں۔ اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی بھی یہ نوید سنادی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہی ایک امتی کو اللہ تعالیٰ کا مقرب بنا سکتی ہے اور پھر عملی طور پر امت محمدیہ میں جہاں اولیاء واقطاب اور مجددین کی آمد کا وعدہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا وہاں اس عظیم الشان مامور اور مصلح کی بعثت کی معین بشارت بھی عطا فرمائی تھی۔ جس کا نام اُمت محمدیہ کی اصلاح اور انتشار کو اتحاد میں تبدیل کرنے کے لحاظ سے امام مہدی اور صلیبی مذہب کے بطلان کو ثابت کرتے ہوئے دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب کرنے کے لحاظ سے مسیح موعود رکھا گیا ہے۔اور جو اُمت محمدیہ ہی کا ایک فرد ہونا تھا کیونکہ غیر امتی کو اس خیر اُمت میں قدم رکھنے کی گنجائش نہیں ہے۔

ان واضح بشارتوں اور علامتوں اور مبینہ صفات میں ایک بنیادی امر یہ ہے کہ ''شرط اعظم اس عہدہ کی محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے''۔ ہمارے دیگر مسلمان بھائی اگر اس کلیدی نقطہ کو سمجھ لیں تو پھر مسیح موعود اور مہدی معہود کو شناخت کر لینا کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔ اور یہ عظیم الشان شرط بانی جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات ہی میں پوری ہو رہی ہے۔اس کے بالمقابل اور کوئی مدعی ایسا نہیں ہے جو ان صفات سے آراستہ ہو۔ چنانچہ آپؑ نے آج سے ایک سو سال قبل پورے زور کے ساتھ دنیا میں یہ منادی فرمادی تھی کہ'' مجھے خدا کی پاک اور مطہر وحی سے اطلاع دی گئی ہے کہ میں اس کی طرف سے مسیح موعود اور مہدی موعود اور اندرونی و بیرونی اختلافات کا حکم ہوں۔ یہ جو میرا نام مسیح اور مہدی رکھا گیا ہے ان دونوں ناموں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرف فرمایا اور پھر خدا نے اپنے بلاواسطہ مکالمہ سے یہی میرا نام رکھا اور پھر زمانے کی حالت موجود نے تقاضا کیا کہ یہی میرا نام ہو۔
(اربعین حصہ اوّل صفحہ ۳)

نیز فرمایا:
'' میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اُسی نے مجھے بھیجا ہے اور اُسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اس نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے اور اُس نے میری تصدیق کیلئے بڑے بڑے نشان ظاہر کئے ہیں۔ جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں۔(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۸) پھر اس مقام نبوت کی تشریح کرتے ہوئے ایک مقام پر فرمایا۔'' میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جیسا کہ اس نے ابراہیمؑ سے مکالمہ مخاطبہ کیا پھر اسحٰقؑ سے اور اسماعیلؑ سے اور یعقوبؑ سے اور یوسفؑ سے اور موسیٰؑ سے اور مسیح ابن مریمؑ سے اور سب کے بعد میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہم کلام ہوا کہ آپؐ پر سب سے زیادہ روشن اور پاک وحی نازل کی ایسا ہی اس نے مجھے بھی مکالمہ مخاطبہ کا شرف بخشا مگر یہ شرف مجھے آنحضرت ﷺ کی پیروی سے حاصل ہوا اگر میں آنحضرت ﷺ کی امت نہ ہوتا اور آپؐ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی میں کبھی یہ شرف مکالمہ مخاطبہ نہ پاتا''۔
(تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۴)

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اسقدر ترقی کی کہ گویا اپنے وجود کو اپنے آقا کے وجود میں فنا کر دیا تھا چنانچہ آپؑ کے عربی قصیدہ کے دو اشعار ملاحظہ فرمایا:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے عرض کرتے ہیں کہ:
''یاحب انک قد دخلت محبۃ
فی مھجتی ومدارکی وجنانی
من ذکر وجھک یاحدیقۃ بھجتی
لم اخل فی لحظ ولا فی ان''

ترجمہ: اے میرے پیارے تیری محبت میرے خون، میری جان، میرے حواس اور میرے دل میں رچ بس گئی ہے اور اے میری مسرت کے باغ تیرے منہ کی یاد سے میں ایک آن اور ایک لحظہ بھی خالی نہیں ہوتا۔ یہی وہ کمال درجہ کی محبت اور عشق تھا جس کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے آپ کو احیائے دین کی خدمت پر مامور فرمایا۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں:۔

مجھے ایک مرتبہ الہام ہوا جس کے معنی یہ تھے کہ ملائے اعلیٰ خصومت میں ہیں یعنی ارادہ الٰہی جوش میں ہے لیکن ہنوز ملائے اعلیٰ پر شخص محی کی تعیین ظاہر نہیں ہوئی۔ اسلئے وہ اختلاف میں ہیں۔ اس اثناء میں خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک محی کی تلاش کرتے پھرتے ہیں اور ایک شخص اس عاجز کے سامنے آیا اور اشارہ سے اس نے کہا۔

'' ھذا رجل یحب رسول اللہ یعنی یہ وہ آدمی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے اور اس قول سے مطلب یہ تھا کہ شرط اعظم اس عہدہ کی محبت رسول ہے وہ اس شخص میں متحقق ہے۔
(براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۵۰۲)

اسی طرح حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ اور دائمی روحانی زندگی کے ثبوت میں اپنی ذات کو پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

'' جاہل اور نادان لوگ کہتے ہیں کہ عیسیٰؑ آسمان پر زندہ ہیں حالانکہ زندہ ہونے کی علامات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں پاتا ہوں وہ خدا جس کو دنیا نہیں جانتی ہم نے اُس خدا کو اس نبی کے ذریعہ سے دیکھ لیا اور وہ وحی الٰہی کا دروازہ جو دوسری قوموں پر بند ہے ہمارے پر محض اس نبی کی برکت سے کھولا گیا۔ اور وہ معجزات جو غیر قومیں صرف قصوں اور کہانیوں کے طور پر بیان کرتی ہیں ہم نے اس نبی کے ذریعہ سے وہ معجزات بھی دیکھ لئے اور ہم نے اس نبی کا وہ مرتبہ پایا جس کے آگے کوئی مرتبہ نہیں ۔مگر تعجب ہے کہ دنیا اس سے بے خبر ہے۔ (چشمہ مسیحی صفحہ ۲۲)

نیز فرماتے ہیں'' اب ہمیں کوئی جواب دے کہ روئے زمین پر یہ زندگی کس نبی کے لئے بجز ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ثابت ہے؟ کیا حضرت موسیٰؑ کیلئے؟ ہرگز نہیں۔ کیا حضرت داؤد کیلئے؟ ہرگز نہیں ۔کیا حضرت مسیح علیہ السلام کیلئے؟ ہرگز نہیں۔ کیا راجہ رامچند رجی یا راجہ کرشن کیلئے ؟ ہرگز نہیں کیا وید کے اُن رشیوں کیلئے جن کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ ان کے دلوں میں وید کا پرکاش ہوا تھا؟ ہرگز نہیں! جسمانی زندگی کا ذکر بے سود ہے اور حقیقی اور روحانی اور فیض رساں زندگی وہ ہے جو خدا تعالیٰ کی زندگی کے مشابہ ہو کر نور اور یقین کے کرشمے نازل کرتی ہو۔اس بات کا فیصلہ ہو گیا ہے کہ اس روحانی زندگی کا ثبوت صرف نبی علیہ السلام کی ذات بابرکات میں پایا جاتا ہے خدا کی ہزاروں رحمتیں اس کے شامل حال ہیں۔ اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کا نام لیکر جھوٹ بولنا سخت بدذاتی ہے کہ خدا نے مجھے میرے بزرگ واجب الاطاعت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی دائمی زندگی اور پورے جلال وکمال کا یہ ثبوت دیا ہے کہ میں نے اس کی پیروی اور اس کی محبت سے آسمانی نشانوں کو اپنے اوپر اترتے ہوئے اور دل کو یقین کے نور سے پر ہوتے ہوئے پایا۔

اے تمام وہ لوگو! جو زمین پر رہتے ہو اور اے تمام وہ انسانی روحو جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو۔ میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت کرتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے اور سچا خدا بھی وہی ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کی روحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے کہ اس کی پیروی اور محبت سے ہم روح القدس اور خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے انعام پاتے ہیں۔
(تریاق القلوب صفحہ ۵ تا ۷)

یہی وہ مسیح منتظر اور مہدی دوراں ہے جس کا خمیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے گوندھا گیا اور جس کا وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ اور روحانی توجہ سے ظہور پذیر ہوا۔ ہاں یہی وہ مبارک ہستی ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پہنچانے کا ارشاد فرمایا تھا۔ چنانچہ حدیث ہے۔

عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ادرَکَ منکم عیسیٰ ابن مریم فلیقر امنی السلام۔

(باقی صفحہ 51 پر ملاحظہ فرمائیں)

احمدیت ایک آسمانی صداقت

(مکرم چوہدری فیض احمد صاحب گجراتی (مرحوم) درویش قادیان)

مکرم چوہدری فیض احمد صاحب گجراتی (مرحوم) درویش قادیان کا ایک مضمون جو ''احمدیت میری نظر میں'' کے عنوان سے اخبار بدر، قادیان 18 تا 25 دسمبر 1969 کے شمارہ میں شائع ہؤا، ذیل میں شائع کیا جارہا ہے۔
یاد رہے کہ جماعتی ترقی اور مالی قربانیوں وغیرہ کے جو اعداد و شمار اس مضمون میں درج ہیں وہ آج سے قریباً چالیس سال قبل کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت اب ترقی کے بہت بلند مقام پر ہے۔ اس مضمون کو ''احمدیت ایک آسمانی صداقت'' کے نئے عنوان سے دوبارہ شائع کیا جارہا ہے۔ اُمید ہے کہ یہ مضمون مکرم چوہدری صاحب (مرحوم) کے لئے دعا کی تحریک کا باعث بھی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات اعلیٰ علیین میں بلند سے بلند تر فرمائے اور اپنی خاص جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ (مدیر)

بجھتی و سرد ہوتی ہوئی راکھ کے ڈھیر میں کچھ ننھی سی دم توڑتی چنگاریاں گاہے گاہے جب ہوا کے اشتعال سے جھلملا اُٹھتی تھیں تو زندگی کی رمق کا ایک خوابیدہ سا احساس ہوتا تھا۔ ورنہ سارا ماحول شدید افسردگی کے چنگل میں تھا۔ چنگاریوں میں کیفیتِ شعلگی دم بدم معدومی کی طرف مائل تھی اور یوں معلوم ہورہا تھا کہ وہ آنکھ مچولی کھیلتی ہوئی چنگاریاں چند ہی لمحات میں اُسی بجھتی ہوئی راکھ کا ایک جزو بن جائیں گی۔

کچھ لوگ راکھ کے اس ڈھیر کے اردگرد کھڑے تھے۔ بعض کے چہروں پر مسرّت اور شگفتگی کے آثار تھے۔ جب کوئی چنگاری دم توڑتے ہوئے ایک آخری چشمک کے ساتھ موت کی ہچکی لیتی تھی تو اُن کے چہروں بُشروں پر مسرّت اور بہجت کی ایک لہر دوڑ جاتی تھی۔

انہی لوگوں میں ایک پادری بھی لمبی عبا پہنے کھڑا تھا۔ جب کوئی چنگاری موت سے ہمکنار ہوتی وہ کھلکھلا کر ہنستا اور قہقہے لگانا شروع کردیتا تھا۔ یکا یک اس نے ایک فاتحانہ سے انداز میں اپنا بازو ہوا میں لہرایا اور ایک کڑک دار آواز سے حاضرین کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے یوں سرمن (Sermon) دینا شروع کیا:۔

''اب مَیں اسلامی ممالک میں عیسائیت کی ترقی کا ذکر کرتا ہوں۔ اس ترقی کے نتیجہ میں صلیب کی چمکار آج ایک طرف لبنان پر ضَوفگن ہے تو دوسری طرف فارس کے پہاڑوں کی چوٹیاں اور باسفورس کا پانی اس کی چمکار سے جگمگ جگمگ کر رہا ہے۔ یہ صورت حال پیش خیمہ ہے اُس آنے والے انقلاب کا جب قاہرہ، دمشق اور طہران کے شہر خداوند یسوع مسیح کے خدام سے آباد نظر آئیں گے۔ حتیٰ کہ صلیب کی چمکار صحرائے عرب کے سکوت کو چیرتی ہوئی وہاں بھی پہنچے گی۔ اس وقت خداوند یسوع مسیح اپنے شاگردوں کے ذریعہ مکّہ کے شہر اور خاص کعبہ کے حرم میں داخل ہوگا اور بالآخر وہاں اس حق و صداقت کی منادی کی جائے گی کہ "ابدی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور یسوع مسیح کو جانیں جسے تُو نے بھیجا ہے۔''

(بیروز لیکچرز صفحہ 42)

عبا پوش پادری کا یہ تعلّی آمیز دعویٰ سُن کر مسرور چہرے اور زیادہ مسرور ہوگئے۔ پادری کے بلند بانگ دعویٰ کی صدائے بازگشت دیر تک فضا میں گونجتی رہی۔ اسی مجمع میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جن کے چہروں پر افسردگی اور پژمردگی مُسلّط تھی۔ وہ جب کسی چنگاری کی موت کا مشاہدہ کرتے، اُن کے چہروں پر افسردگی اور بھی بڑھ جاتی تھی۔ پادری کی تعلّیاں سُن کر تو اُن کی آنکھیں نمناک ہوگئیں۔ اُن میں سے ایک نے پادری سے پوچھا "آپ کا نام؟" پادری نے سینہ تان کر اپنا نام بتایا ''ڈاکٹر جان ہنری بیروز''!

پھر ایک اداس اور مغموم سے انسان نے مجمع کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ اُس کی آواز میں درد اور سوز کی جھلک تھی۔ اُس کی آنکھوں کے کونے بھیگے ہوئے تھے۔ اُس نے ایک خوف اور سراسیمگی کی کیفیت کے ساتھ ایک بیاض جیب سے نکالی اور پُرسوز لَے میں ایک مرثیہ پڑھنا شروع کیا۔ مرثیے کے ابتدائی اشعار سُن کر ہی پادری اور اس کے ہمنواؤں کے قہقہے اور بلند ہوگئے اور افسردہ چہروں کی افسردگی اور بڑھ گئی۔ اور مرثیہ پڑھا جاتا رہا ؎

رہا دین باقی نہ اسلام باقی
اک اسلام کا رہ گیا نام باقی
پھر اک باغ دیکھے گا اُجڑا سراسر
جہاں خاک اُڑتی ہے ہر سُو برابر
نہیں تازگی کا کہیں نام جس پر
ہری ٹہنیاں جھڑ گئیں جس کی جل کر
چمن میں ہوا آ چکی ہے خزاں کی
پھری ہے نظر دہر سے باغباں کی
صدا اور ہے بُلبلِ نغمہ خواں کی
کوئی دم میں رحلت ہے اب گلستاں کی

لوگوں نے شاعرِ مغموم سے پوچھا: ''آپ کا نام؟'' شاعر نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا ''میرا نام الطاف حسین حالی ہے''۔ ایک دردمند دل رکھنے والے نے کہا ''مولنا! مرثیہ تو مُردوں کا پڑھا جاتا ہے۔ کیا آپ نے واقعی اسلام کو مُردہ سمجھ لیا ہے؟ مولانا نے فرمایا۔'' اس کا اندازہ راکھ کے اس ڈھیر کو دیکھ کر تم خود کرلو۔ میرے دل میں ایک تڑپ تھی جسے میں نے الفاظ کے قالب میں ڈھال کر آپ کے سامنے پیش کردیا ہے۔''

مایوسی کا یہی ماحول تھا۔ قنوطیت اسی طرح سارے ماحول پر پنجے گاڑے اُسے افسردہ کئے ہوئے تھی۔ یاسیت گزیدہ اور کمزور دل مسلمان اسی طرح مرثیے پڑھ رہے تھے۔ اہلِ اسلام میں سے دردمند دل رکھنے والے ایک آس دلوں میں لئے کسی معجزہ کے انتظار میں آسمان کی طرف ٹکٹکی لگائے دیکھ رہے تھے۔ لیکن بدقسمتی سے وہ دور از امکان عجمی روایات کی بناء پر داعیٔ عیسائیت کو اسلام کا نجات دہندہ یقین کر کے قریباً 1900ء سال قبل کے فوت شدہ ایک نبی کی دوبارہ آمد کے منتظر تھے کہ امت مرحومہ کی اصلاح اور اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا عظیم کام ایک اسرائیلی نبی حضرت عیسیٰؑ کے نزول مکرر سے وابستہ ہے۔ وہ نادان عقل سلیم سے اس قدر عاری تھے کہ اتنی موٹی سی بات بھی نہیں سمجھتے تھے کہ **ایک نبی دو مذاہب کا داعی نہیں ہوسکتا۔**

یہی قنوطیت زدہ ماحول تھا کہ اسی بجھتی سرد ہوتی ہوئی راکھ کی بے جان چنگاریوں میں سے اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق یکا یک ایک شُعلۂ جوّالہ بلند ہؤا۔ جس کی تیز روشنی اور حرارت نے آناً فاناً آنکھوں میں چکا چوند پیدا کردی اور ماحول میں گرمی پیدا کردی وہ اسلام جسے راکھ کا بے جان ڈھیر سمجھ کر ابھی چند لمحے قبل پادری صاحب بغلیں بجا رہے تھے اور یاسیت زدہ مسلمان ناامیدی کے بحرِ بے کراں میں غوطے کھا رہے تھے۔ اب مسیح دوراں کے دم سے بصورتِ شُعلۂ جوّالہ بلند ہو کر فضا میں روشنی بکھیر رہا تھا اور اسی روشنی کے اندر سے ایک نہایت پُرشوکت آواز آرہی تھی:

مَیں ہوں وہ نورِ خدا جس سے ہوا دن آشکار

یہی وہ شُعلہء جوّالہ ہے جسے ہم احمدیت کا نام دیتے ہیں۔

احمدیت جو قادیان کی گمنام بستی سے بے سرو سامانی کی حالت میں آج سے (یعنی 1969ء سے۔ ناقل) اسّی سال قبل اُٹھی اور ایک قلیل اور غریب جماعت کی قُربانیوں کے دوش پر سوار ہو کر آفاقِ عالم کو چھو چکی ہے۔ اور مذہبی دنیا میں ایک نمایاں مقام حاصل کرنے میں کامیاب ہوچکی ہے۔ اور خدا کے فضل سے ہم تیزی کے ساتھ اپنی منزل کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اور ہماری منزل ہمارے استقبال کے لئے ہماری طرف بڑھی چلی آرہی ہے۔

سو احمدیت ایک شُعلۂ جوّالہ ہے ان معنوں میں کہ جو بھی شخص اس میں داخل ہوتا ہے وہ اپنی تمام ذاتی خواہشات اور ضروریات اس شُعلے کی تیز آنچ میں جلا کر بھسم کر دیتا ہے۔ اور اس شُعلے کی حرارت اپنے رگ و ریشہ میں بھر لیتا ہے۔

احمدیت ایک پیغام ہے جو اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لئے آسمان سے تائیداتِ الٰہی کے ساتھ نازل ہوا ہے۔

احمدیت ایک صُورِ اسرافیل ہے جو روحانی مُردوں کے اندر زندگی کی رمق پیدا کر کے میرے جیسے لاکھوں لُولوں لنگڑوں کو سرپٹ بھاگنے کی توانائی بخش چکا ہے۔ اور یہ عمل قیامت تک جاری رہے گا۔

احمدیت ایک التہابِ ایمانی ہے جو قلوب کی گہرائیوں میں دینِ اسلام کی خدمت و اشاعت کے لئے ایک سوز اور تڑپ پیدا کرتا ہے۔

احمدیت ایک نام ہے اسلام کا جو محض ایک امتیازی علامت کے طور پر اس لئے

اختیار کیا گیا ہے کہ اس کے متبعین آج کی مادی دنیا میں اشاعتِ اسلام کے لئے والہانہ رنگ میں بے مثال قربانیاں کر رہے ہیں اور اپنے بیوی بچوں کے منہ سے روٹی کے ٹکڑے چھین کر اسلام کی نشأۃ ثانیہ کی خاطر مرکزی خزانے بھر رہے ہیں!

جس طرح جنگ کے ایام میں شدید زخمیوں کو خون دینے کے لئے حکومتیں یہ انتظام کرتی ہیں کہ

بلڈ بنک (Blood Bank) کھول دیئے جاتے ہیں اور اہلِ دردلوگ اپنی شریانوں کا خون زخمیوں کے لئے پیش کرتے ہیں۔ اسی طرح اسلام جو چاروں طرف سے اعداء کی تیر اندازی سے شدید زخمی ہو چکا تھا احمدیت اس کا بلڈ بنک ہے۔ اسلام، شدید زخمی اسلام کو ضرورت تھی کہ اس کے نام لیواؤں میں سے اہلِ دردلوگ آگے آئیں اور اپنی شریانوں کا گرم اور جوش کھاتا ہؤا خون اس کے جسم میں داخل کریں۔ سو ایسے لوگ جنہوں نے یہ پیشکش کی کہ ہم اپنے خون کا ایک ایک قطرہ خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے نچڑوانے کو تیار ہیں وہ احمدی کہلائے۔ انہوں نے زندگی بھر کے لئے اپنی فصدیں کھلوالیں۔ اور خالی بوتلیں ان کے بازوؤں سے بندھی رہتی ہیں۔ اور ہر ماہ خون سے بھر کر بلڈ بینک یعنی ’’احمدیت کے مرکز میں‘‘ پہنچ جاتی ہیں۔ اپنی شریانوں کا گرم خون ایک جذبے ، شوق اور اُمنگ کے ساتھ دینے والے لوگ احمدی کہلائے۔

مَیں اپنے ہر مخاطب سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا اس وقت دنیا میں کوئی اور بھی ایسی جماعت ہے جو دنیا میں سب سے چھوٹی ہو مگر قربانی کے میدان میں اپنا ثانی نہ رکھتی ہو۔ جس کا بقدر 200 روپیہ ماہوار پانے والا ہر ماہ باقاعدگی کے ساتھ اپنے مرکز کو پینتیس، چالیس روپیہ مختلف مدات میں ادا کرتا ہو۔ اور زندگی بھر اس معیار کو قائم رکھے۔

اشاعتِ اسلام کے لئے جماعت احمدیہ کی قربانیوں کے اس بلند معیار کو دیکھ کر بھی نادان لوگ ہمیں کافر و مرتد کے خطابات عطا کرتے ہیں۔ ہمیں ان خطابات پر غصہ نہیں آتا۔ بلکہ ان لوگوں پر رحم آتا ہے جو اپنے گُم کردہ راہ اور بے عمل علماء کے بہکاوے میں آ کر احمدیت کی صداقت کو تسلیم کرنے سے انکار کر رہے ہیں اور اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لئے جہاد سے پہلوتہی کر رہے ہیں۔ اور یوں وہ اپنی نادانی سے اسلام کی آخری فتح کو تاخیر میں ڈال رہے ہیں۔ بلکہ افسوس کا مقام ہے کہ ان نادانوں نے اپنی بھی اور ہماری بھی بہت سی طاقت جو ہم سب مل کر اسلام کے دفاع کے لئے خرچ کر سکتے تھے ، ضائع کر دی ہے۔ کاش ! وہ احمدیت کے آسمانی پیغام کو سمجھتے اور ہمارے ساتھ مل کر اسلام کی سربلندی کے لئے روحانی جہاد کرتے اور اللہ تعالیٰ کے ابدی فضلوں کے وارث بنتے......!!

سو جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے احمدیت کا قیام اس زمانہ میں ہؤا جبکہ اسلام چاروں طرف سے اپنے مخالفین اور معاندین کے شدید حملوں کا شکار ہو کر سخت مایوسی اور افراتفری کے عالم میں تھا۔ حضرت سید احمد بریلویؒ نے تھوڑا ہی عرصہ قبل ایک بے پایاں خلوص اور دردِ دل کے ساتھ اسلام کے دفاع کے لئے جو پُر جوش جہاد شروع کیا تھا وہ ختم ہو چکا تھا۔ اور اب عالمِ اسلام کلّی طور پر عالمِ انحطاط میں تھا۔

یہی زمانہ تھا جب حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت اسلام کی نشأۃِ ثانیہ کا بیڑا اُٹھایا۔ اور اسلام کی خاطر جان، مال، عزت اور وقت قربان کرنے والی ایک جماعت پیدا کی۔ ایک ایسی جماعت جس کا ہر فرد تشنۂ حُبّ اسلام سے سرشار تھا۔ یہ جماعت انگلیوں پر گنے جانے کی حد تک قلیل تھی۔ اور اس کی قلت کو دیکھ کر مخالفین تمسخر، استہزاء اور حقارت کے مظاہرے کرتے تھے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا :

’’اے تمام لوگو! سُن رکھو کہ یہ اُس خدا کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا۔ وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا اور حجّت اور برہان کے رُو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا............ مَیں تو صرف ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور **اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔‘‘**

(تذکرۃ اشہادتین ۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 66-67)

اور آج اس پیشگوئی کروانے والے کی، پیشگوئی کرنے والے کی اور خود اس پیشگوئی کی صداقت ہمارے سامنے ہے۔ اور ہم خدا کی قسم کھا کر اقرار کرتے ہیں کہ یہ پیشگوئی اپنے ایک ایک لفظ کے ساتھ پوری ہو چکی ہے اور ہوتی رہے گی تا آنکہ اسلام اپنے دلائل اور براہین کی رو سے ساری دنیا پر غالب آجائے۔

آج کون ہے جو اس حقیقت کا انکار کر سکے کہ احمدیت ایک ننھے اور حقیر سے بیج کی شکل میں تھی ، آج اس کی شاخیں بڑی مضبوطی کے ساتھ اکنافِ عالم میں قائم ہو چکی ہیں۔ اور دنیا کے اکثر ممالک میں ہمارے تبلیغی مشن ایک غیر معمولی فعالیت کے ساتھ دن رات اشاعتِ اسلام کے کام میں مصروف ہیں۔ اور ہمیں کافر اور مرتد قرار دینے والے آج بھی بدستور خوابِ خرگوش میں ہیں۔

بعض نادان کہتے ہیں کہ جماعت احمدیہ جس کی ساری تعداد آج (یعنی 1969ء میں۔ ناقل) دنیا میں اسّی ، نوّے لاکھ کے درمیان ہے یہ قلیل جماعت اتنی بڑی دنیا میں روحانی انقلاب کس طرح برپا کر سکے گی؟

سوال واقعی اہم ہے لیکن یہ بدگمانی تو وہ روزِ ازل سے کر رہے ہیں ۔ جبکہ احمدیت صرف دو چار افراد کی جماعت تھی ۔ وہ نہیں جانتے یا نہیں جاننا چاہتے کہ برگد کے حقیر سے بیج کو منہ کی پھونک سے گزوں دور پھینکا جا سکتا ہے لیکن جب وہ بیج پھوٹ کر بڑھتا ہے تو کچھ عرصہ کے بعد ہزاروں اس کے سائے تلے آرام کرتے ہیں۔

آج کا وہ مخالف جو آج سے (یعنی 1969ء سے۔ ناقل) اَسّی سال قبل جوان تھا اور اس نے احمدیت کی مخالفت میں سرگرم حصہ لیا تھا ، اگر آج بھی بقائمی ہوش وحواس زندہ ہو اور دل میں خوف خدا رکھتا ہو تو وہ اقرار کرے گا کہ احمدیت نے مخالفت کی بپھری ہوئی آندھیوں اور خون کی ندیوں میں سے اپنا راستہ بنایا۔ اور تلواروں کا جواب مظلومیت ، محبت اور دلائل سے دیتی ہوئی کامرانی کی شاہراہ پر چل نکلی ۔! ہندوستان کے علماء ، گدی نشینوں ، سجادہ نشینوں اور پِیروں نے انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی احمدیت کو بیخ وبُن سے اکھاڑ پھینکنے کے منصوبے بنائے اور دعوے کئے کہ وہ اس کا نام صفحۂ ہستی سے مٹا دیں گے۔ ظاہر ہے کہ احمدیت اتنی بڑی بارسوخ طاقتوں کا مقابلہ کرنے کی تاب نہیں رکھتی۔ پھر آخر وہ کونسی طاقت تھی جس نے ان تمام مخالفین کی ساری طاقتوں کو توڑ کر رکھ دیا؟ کیا وہ طاقت خدائے عرش کے علاوہ کوئی اور بھی ہو سکتی ہے !؟ پھر کیا یہ یقین کرنے کے قرائن موجود نہیں کہ اللہ تعالیٰ خود اپنی ساری طاقتوں کے ساتھ احمدیت کی پُشت پناہ ہے۔ ورنہ خدا کی قسم ہمیں برملا اعتراف ہے کہ ہم بہت زیادہ کمزور ہیں اور کسی بھی پارٹی کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ لیکن اس اعتراف کے ساتھ ہمارے دل اس یقین سے لبریز ہیں کہ ہمارا ساری طاقتوں کا مالک خدا ہمارے ساتھ ہے اور احمدیت کے ساتھ جو بھی ٹکرائے گا ہمارا طاقتور خدا خود اُس کے مقابلے پر آئے گا۔ ہمیں اس کے وعدوں اور تائید و نصرت پر پورا ایمان ہے۔ ہمارے مخالفین نے بارہا ہماری بے دست و پائی سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں مہلت نہ دی ۔ یہ ہم نہیں کہتے بلکہ وہ خود کہتے ہیں جو اِن احزاب میں شامل تھے جنہوں نے احمدیت کو صفحۂ گیتی سے نابود کر دینے کی قسمیں کھائی تھیں ۔ دیکھئے تو ! اس سے زیادہ واضح اعتراف کون کرے گا :۔

’’ہمارے بعض واجب الاحترام بزرگوں نے اپنی تمام تر صلاحیتوں سے قادیانیت کا مقابلہ کیا۔ لیکن یہ حقیقت سب کے سامنے ہے کہ قادیانی جماعت زیادہ مستحکم اور وسیع ہوتی گئی ہے۔ مرزا صاحب کے بالمقابل جن لوگوں نے کام کیا ان میں سے اکثر تقویٰ ، تعلق باللہ، دیانت ، خلوص، علم اور اثر کے اعتبار سے پہاڑوں جیسی شخصیتیں رکھتے تھے۔ سید نذیر حسین صاحب دہلوی۔ مولانا انور شاہ صاحب دیوبندی۔ سید سلیمان منصور پوری۔ مولانا محمد حسین بٹالوی۔ مولانا عبد الستار غزنوی۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری۔ اور دوسرے اکابر...... کے بارہ میں ہمارا حُسنِ ظن یہی ہے کہ یہ بزرگ قادیانیت کی مخالفت میں مخلص تھے۔ اور اُن کا اثر ورسُوخ بھی اتنا زیادہ تھا کہ مسلمانوں میں بہت کم ایسے اشخاص ہوئے ہیں جو ان کے ہم پایہ ہوں۔ اگرچہ یہ الفاظ پڑھنے والوں کے

لئے تکلیف دہ ہوں گے اور قادیانی اخبارات و رسائل بھی چند دن اپنی تائید میں پیش کر کے خوش ہوتے رہیں گے لیکن اس کے باوجود ہم اس تلخ نوائی پر مجبور ہیں کہ ان اکابر کی تمام کاوشوں کے باوجود قادیانی جماعت میں اضافہ ہوا ہے۔ متحدہ ہندوستان میں قادیانی بڑھتے رہے۔ تقسیم کے بعد اس گروہ نے پاکستان میں نہ صرف پاؤں جمائے بلکہ جہاں ان کی تعداد میں اضافہ ہوا وہاں ان کے کام کا یہ حال ہے کہ ایک طرف تو رُوس اور امریکہ سے سرکاری سطح پر آنے والے سائنسدان ربوہ آتے ہیں (گزشتہ ہفتہ رُوس اور امریکہ کے دو سائنسدان ربوہ وارد ہوئے) اور دوسری جانب 1952ء کے عظیم ترین ہنگامہ کے باوجود قادیانی جماعت اس کوشش میں ہے کہ اس کا 1955-56ء کا بجٹ پچیس لاکھ روپیہ کا ہو۔''

(المنبر 23/ مارچ 1954ء)

مولانا عبدالرحیم اشرف صاحب مُدیر المنبر لائلپور نے اوپر کے اقتباس میں اپنے واجب الاحترام بزرگوں کی جو فہرست دی ہے اس میں شاید وہ سہواً مولانا ظفر علی خانصاحب اور سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کے نام درج نہیں کر سکے حالانکہ اُن کی شخصیتیں بھی پہاڑوں سے کم نہ تھیں اور ان دونوں نے علی الترتیب اپنے اخبار اور اپنی شعلہ بیانی کے ساتھ ایک طویل عرصہ تک احمدیت کے خلاف ہندوستان کے طول و عرض میں ایک آگ بھڑکائے رکھی۔

پھر مولانا عبدالرحیم اشرف صاحب کا یہ اقتباس تو 1954ء کا ہے جس میں جماعت احمدیہ کے 55-56ء کے بجٹ کا ذکر انہوں نے حیرت کے ساتھ فرمایا ہے لیکن اب ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے انہیں یہ خوشخبری دینے کی پوزیشن میں ہیں کہ 1969-70ء میں ہمارا بجٹ 90 لاکھ سے بھی بڑھ چکا ہے۔ الحمدللہ۔ لیکن ابھی تو ہماری جماعت غریب عوام پر مشتمل ہے۔ ہم تو اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین رکھتے ہوئے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد راک فیلروں، ٹاٹاؤں اور احمدی برلاؤں کو مبارکباد دینے والے ہیں۔ دنیا کی نظر میں یہ بات انہونی ہو تو ہو لیکن ہم اس یقین پر قائم ہیں کہ ایسا ضرور ہو گا۔ بلکہ بڑے بڑے بادشاہ اور سربراہانِ ممالک سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے کپڑوں سے برکت حاصل کرنے کے لئے قطاریں لگائے انتظار گاہوں میں بیٹھے ہوں گے انشاءاللہ۔

ہاں تو مَیں یہ عرض کر رہا تھا کہ جیسا کہ مولانا محمد اشرف صاحب نے خُود اعتراف کیا ہے مذکورہ بالا اقتباس والے تمام علماء نے گویا اپنی زندگیاں احمدیت کی مخالفت کے لئے وقف کر رکھی تھیں۔ اور وہ پورے متحدہ ہندوستان میں بے حد اثر و نفوذ رکھتے تھے اور کروڑوں لوگ ان کے تابع فرمان تھے۔ اور یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ ان کروڑوں ہی لوگوں نے اپنی اپنی جگہ احمدیت کو مٹا دینے کے لئے اپنے تمام ذرائع خرچ کئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی غیر معمولی تائید و نصرت نے ہر موقع پر احمدیت کی حفاظت کے سامان پیدا فرمائے۔

پس میری نظر میں احمدیت خدا تعالیٰ کے اپنے ہاتھوں کا لگایا ہوا پودا ہے جو مخالفت کی تیز و تند آندھیوں اور ہمہ گیر طوفانوں کا مقابلہ کرتا ہوا بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ اور اس کی شاخیں خدا کے فضل سے دنیا کے ہر حصے میں نہایت مضبوطی سے قائم ہو چکی ہیں۔ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اپنی جماعت کے سر پر تسلی آمیز ہاتھ رکھتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی۔ اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا...... وہ سب لوگ جو آخیر تک صبر کریں گے اور ان پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی۔ اور دنیا ان سے سخت کراہت سے پیش آئے گی **وہ آخر فتحیاب ہونگے اور برکتوں کے دروازے اُن پر کھولے جائیں گے۔''**

(الوصیت)

اس عظیم الشّان پیشگوئی کا ایک ایک لفظ ہم نے اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھا ہے۔ ہم نے بیج کو اُگتے دیکھا۔ مصائب کے زلزلوں میں اسے پنپتے دیکھا۔ اور حوادث کی آندھیوں میں اسے بڑھتے دیکھا۔ قوموں نے ہم سے ہنسی اور ٹھٹھا بھی کیا۔ اور سخت کراہت آمیز سلوک بھی کیا۔ اور دنیا کا کونسا ظلم ہے جو ہم پر روا نہیں رکھا گیا۔ اور نئے سے نیا ظلم ایجاد کر کے ہمیں اس کا تختہء مشق نہیں بنایا گیا۔ ! وہ سانحاتِ دلدوز کب بھلائے جا سکتے ہیں جب ہماری میتوں کو بھی کافر قرار دے کر قبروں سے نکال کر باہر پھینک دیا جاتا تھا۔ اور چیلیں کوّے اور گدھ اُن کی بوٹیاں نوچا کرتے تھے۔ زندہ رہنا بھی ہمارے لئے دوبھر تھا۔ اور موت اس سے بھی زیادہ پریشان کُن تھی۔ اس حقیقی، تلخ اور دردناک واردہ سے کون انکار کر سکتا ہے کہ درجنوں احمدیوں کی بیویاں محض اس لئے ان بیچاروں سے جبراً چھین لی گئیں کہ شوہر احمدی ہونے کی وجہ سے کافر ہو گیا ہے اور نکاح از خود فسخ ہو گیا ہے۔ اس ''کافر'' شوہر اور اس کی مومنہ بیوی کے بچے حلوہ خور ملاّؤں کے فتویٰ کی زد میں آ کر والدین کے جیتے جی یتیم ہو جاتے تھے۔ ہندوستان کے لاکھوں دیہات کی وہ کونسی گلی اور نُکڑ ہے جہاں ناکردہ گناہ احمدیوں کو گالیاں نہ دی گئی ہوں۔ اور اس ملک کی وہ کونسی مسجد ہے جہاں احمدیوں کا داخلہ ممنوع قرار نہ دیا گیا ہو۔ مشرقی پنجاب میں اب بھی ایسی مسجدیں موجود ہیں جن کے بیرونی دروازوں پر جلی حروف میں لکھا رہتا ہے کہ ''یہاں قادیانیوں کا داخلہ ممنوع ہے''۔ بلکہ بٹالہ میں پانی کی ایک سبیل تھی جہاں ہندو مسلم سکھ عیسائی سبھی پانی پیتے تھے لیکن ممانعت تھی تو صرف قادیانیوں کے لئے !!

غرض ایسا دور تو ہم پر کوئی گزرا ہی نہیں جب نئے سے نیا ظلم ایجاد کر کے ہمیں اس کا تختہء مشق نہیں بنایا گیا۔ لیکن جماعت احمدیہ پر ظلم و ستم کی جس قدر یورشیں ہوئیں اللہ تعالیٰ نے اسی قدر اسے صبر کے بلند مقام پر کھڑا ہونے کی توفیق بخشی اور اپنے اس وعدے کو پورا فرمایا کہ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْن۔

سو احمدیت کا ایک امتیازی مقام یہ ہے کہ وہ صبر اور دُعا کے طارمِ اعلیٰ پر قائم ہے۔ اور حوادث کے زلزلوں میں اللہ تعالیٰ نے اس کے متبعین کو صبر کا سبق یاد رکھنے کی ہمیشہ توفیق عطا فرمائی ہے۔ اتنا صبر کہ اُن کے صبر کو دیکھ دیکھ کر ظلم و تعدّی کو شرمسار ہونا پڑ جاتا رہا ہے اور بقولِ شاعر ؎

ہماری سخت جانی سے ہوا شل ہاتھ قاتل کا
سَرِ مقتل بھی ہم نے کر لیا دارالاماں پیدا

لیکن اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہمارے صبر کے شیریں ثمرات بھی پیدا فرمائے۔ اور ہر نئے ظلم کے خاتمہ پر ہماری جماعت نے ترقی کی ایک نئی منزل پائی اور فتح و نُصرت کے دروازے ہم پر کھلتے چلے گئے۔ اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہمیں صبر اور ایمان کی زیادتی بخش کر پورا ہوتا رہا۔ اور یہی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ یعنی:۔

''سب لوگ جو آخیر تک صبر کریں گے اور اُن پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی۔ اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی۔ اور دنیا اُن سے سخت کراہت سے پیش آئے گی وہ آخر فتحیاب ہوں گے۔ اور برکتوں کے دروازے اُن پر کھولے جائیں گے۔''

اور خدا جانتا ہے کہ ہم مصائب کے ان زلزلوں اور حوادث کی ان آندھیوں اور ہنسی ٹھٹھا کرنے والی قوموں کے ممنون ہیں کہ انہوں نے ہمیں فتح و برکت کے دروازوں سے قریب کیا۔ احمدیت حوادث و مصائب کے طوفانوں سے گھبرا نہیں جاتی بلکہ اپنے صبر، دعا اور قربانی کے معیار کو بلند کرتی ہے۔

احمدیت نے اپنے متبعین کو احکام اسلام پر عمل پیرا کرنے کے لئے جو نظامِ عمل مرتب کیا ہے وہ اس قدر مضبوط ہے کہ خدا کے فضل سے کوئی بھی حقیقی احمدی اسلامی لائحہ عمل سے انحراف نہیں کر سکتا۔ اور ہمارے مخالفین بھی ہمیں کافر اور مرتد کہنے کے باوجود برملا اعتراف کرتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کی اکثریت بڑی سختی سے احکامِ اسلام کی پابند ہے۔

سو احمدیت محض لفظی اسلام کا نام نہیں بلکہ عملی اور حقیقی اسلام کا نام ہے۔ وہ اسلام جو صدر اوّل میں غیر معمولی فعالیت کے باعث معلوم دنیا پر چھا گیا تھا اور آئندہ بھی احمدیت کے ذریعہ سے روحانی طور پر ساری دنیا پر چھا جانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ سُنئے ! حضرت بانئ جماعت احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''............ یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا۔ اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جائے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلا آئیں گے۔ مگر خدا سب کو درمیان سے اُٹھا دے گا اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا۔ سوائے سُننے والو ! **ان باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ**

(باقی صفحہ 48 پر ملاحظہ فرمائیں)

حضرت امام مہدی علیہ السلام کی بیعت اُولیٰ اور اس کا پس منظر

(مکرم مامون الرشید تبریز صاحب۔ مربی سلسلہ)

سال ۱۸۸۸ء کی پہلی سہ ماہی کی بات ہے جب امام الزماں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک الہام ہوا۔

اذا عزمت فتوکل علی الله واصنع الفلک باعیننا ووحینا ۔ الذین یبایعونک انما یبایعون الله ۔ یدالله فوق ایدیهم۔

(تبلیغ رسالت جلد اوّل صفحہ ۱۴۵)

یعنی جب تو عزم کرے تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر اور ہمارے سامنے اور ہماری وحی کے تحت (نظام جماعت کی) ایک کشتی تیار کر۔ جو لوگ تیرے ہاتھ پر بیعت کریں گے اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہوگا۔

اس الہام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو لوگوں سے بیعت لینے اور اپنی ایک جماعت بنانے کا حکم ملا۔ گوکہ اس سے قبل آپؑ سے تعلق رکھنے والے مخلصین اور ارادتمندوں کے دلوں میں یہ تحریک جاری تھی کہ حضرت اقدسؑ ان سے بیعت لیں مگر حضورؑ ہمیشہ ان کو یہی جواب دیتے رہے کہ ’’لَسْتُ بِمَأْمُورٍ ‘‘یعنی مجھے ابھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نہیں ہوا ہے۔ چنانچہ جب آپؑ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ الہام بیعت لینے کا واضح حکم مل گیا تو آپؑ نے یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کو ایک اشتہار شائع کروا کر بیعت لینے کا اعلان فرما دیا۔ لیکن اس اشتہار میں کسی شرط کا ذکر نہیں تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ کی پیدائش کے ساتھ ہی مورخہ ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو آپؑ نے اشتہار تکمیل تبلیغ و گزارش ضروری تحریر فرمایا، اور اس میں دس شرائط بیعت کا بھی ذکر فرمایا:

اس اشتہار کے بعد حضور علیہ السلام قادیان سے لدھیانہ تشریف لے گئے اور حضرت صوفی احمد جان صاحب کے مکان واقع محلّہ جدید میں رونق افروز ہوئے۔ لدھیانہ سے آپؑ نے ایک اشتہار مورخہ ۴ر مارچ ۱۸۸۹ء کو شائع فرمایا۔ جس کا مقصد بیعت کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالنا تھا۔ ساتھ ہی اس میں آپؑ نے یہ بھی ہدایت فرمائی کہ بیعت کرنے کے لئے احباب ۲۰ر مارچ ۱۸۸۹ء کے بعد لدھیانہ پہنچ جائیں۔

حضرت اقدس کے اشتہار پر جموں۔ خوست ۔ بھیرہ۔ سیالکوٹ۔ گورداسپور ۔ گجرانوالہ ۔ پٹیالہ ۔ جالندھر۔ مالیرکوٹلہ۔ انبالہ۔ کپورتھلہ اور میرٹھ وغیرہ مختلف مقامات سے مخلصین لدھیانہ پہنچ گئے۔ لدھیانہ میں بیعت اُولیٰ کا آغاز حضرت منشی عبداللہ صاحب سنوریؓ کی روایت کے مطابق ۲۰ر رجب ۱۳۱۰ھ بمطابق ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو حضرت صوفی احمد جان صاحبؓ کے مکان واقع محلّہ جدید میں ہوا۔ بیعت کا ریکارڈ محفوظ رکھنے کیلئے ایک رجسٹر تیار کیا گیا جس کی پیشانی پر’’ بیعت توبہ برائے حصول تقویٰ وطہارت‘‘ درج کیا گیا ۔ رجسٹر میں ایک نقشہ تھا جس کے مطابق نام، ولدیت وسکونت کا اندراج کیا جاتا تھا۔

حضور علیہ السلام بیعت لینے کیلئے حضرت صوفی احمد جان صاحبؓ کے مکان کی ایک کچی کوٹھڑی میں بیٹھ گئے۔ جو اب دارالبیعت کے نام سے عالم احمدیت میں جانی جاتی ہے۔ دروازے پر حافظ حامد علی صاحبؓ کو مقرر کر دیا اور ہدایت فرمائی کہ جسے میں کہتا جاؤں اُسے کمرے میں بلاتے جاؤ۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے سب سے پہلے حضرت حافظ حاجی حکیم مولانا نورالدین صاحبؓ کو بلوایا۔ اور آپؓ کی بیعت لی۔ آپؓ کے بعد میر عباس علی صاحب ۔ شیخ محمد حسین صاحب خوشنویس مراد آباد بیعت کیلئے آئے۔ چوتھے نمبر پر حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنوری اور پانچویں نمبر پر مولوی عبداللہ صاحب ساکن تنگی علاقہ چارسدہ (صوبہ سرحد) کی بیعت لی گئی۔ ان کے بعد غالباً منشی اللہ بخش صاحب لدھیانہ کا نام لے کر بلایا۔ اور پھر شیخ حامد علی صاحبؓ کو کہدیا کہ خود ہی ایک ایک آدمی کو بھیجتے جاؤ۔ اس طرح پہلے دن باری باری چالیس افراد نے آپؑ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ اُن دنوں بیعت کے الفاظ یہ تھے۔

’’ آج میں احمد کے ہاتھ پر اپنے ان تمام گناہوں اور خراب عادتوں سے توبہ کرتا ہوں جن میں میں مبتلا تھا۔ اور سچے دل اور پکے ارادہ سے عہد کرتا ہوں کہ جہاں تک میری طاقت اور میری سمجھ ہے اپنی عمر کے آخری دن تک تمام گناہوں سے بچتا رہوں گا۔ اور دین کو دنیا کے آراموں اور نفس کے لذّات پر مقدم رکھوں گا اور ۱۲ر جنوری کی دس شرطوں پر حتیٰ الوسع کار بند رہوں گا اور اب بھی اپنے گزشتہ گناہوں کی خدا تعالیٰ سے معافی چاہتا ہوں۔

استغفر الله ربی ۔ استغفر الله ربی۔ استغفرالله ربی من کل ذنب واتوب الیه۔ اشهد ان لا اله الا الله وحد ہ لا شریک له واشهد ان محمداًعبد ہ ورسوله۔ رب انی ظلمتُ نفسی واعترفت بذنبی فاغفرلی ذنوبی ۔ فانه لا یغفر الذنوب الاانت۔

مردوں کی بیعت کے بعد حضور سے بعض عورتوں نے بھی بیعت کی۔ عورتوں میں سب سے پہلے حضرت حکیم الامت مولانا نور الدین خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی اہلیہ محترمہ حضرت صغریٰ بیگم صاحب نے حضورؑ کی بیعت کی۔

میاں رحیم بخش صاحب سنوریؓ کا بیان ہے کہ’’ بیعت کے بعد کھانا تیار ہوا تو حضورؑ نے فرمایا اس مکان میں کھانا کھلاؤ کیونکہ وہ مکان لمبا تھا۔ غرض دسترخوان بچھ گیا اور سب دوستوں کو وہیں کھانا کھلایا گیا۔‘‘

حضرت مسیح موعود علیہ السلام لدھیانہ میں ۱۸ر اپریل ۱۸۸۹ء تک مقیم رہے۔ پہلے محلّہ جدید میں ٹھہرے پھر محلّہ اقبال گنج میں فروکش ہوئے۔ تاہم بیعت کا سلسلہ بدستور جاری رہا۔ پہلے بیعت اکیلے اکیلے ہوتی رہی پھر خطوط کے ذریعہ سے پھر مجمع عام میں ۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا یہ دستور تھا کہ بیعت کرنے والوں کو نصائح فرماتے۔ حضورؑ کی ایک نصیحت بطور نمونہ درج ذیل ہے۔

’’ دیکھو تم لوگوں نے جو بیعت کی ہے اور اس وقت اقرار کیا ہے اس کا زبان سے کہہ دینا تو آسان ہے لیکن نبھانا مشکل ہے کیونکہ شیطان اسی کوشش میں لگا رہتا ہے کہ انسان کو دین سے لاپرواکر دے۔ دنیا اور اس کے فوائد کو تو وہ آسان دکھاتا ہے اور دین کو بہت دور اس طرح دل سخت ہو جاتا ہے اور پچھلا حال پہلے سے بدتر ہو جاتا ہے۔ اگر خدا کو راضی کرنا ہے تو اس گناہ سے بچنے کے اقرار کو نبھانے کیلئے ہمت اور کوشش سے تیار رہو۔‘‘

اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعا ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس پیاری جماعت کو ہمیشہ اپنی بیعت کے اقرار کو نبھانے اور اس پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ ۳۳۵تا ۳۴۳)

☆☆☆

☆

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آنے کی غرض

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی میں

(مکرم مبارک احمد شاد صاحب معلم شملہ، ہماچل)

سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''یاد رکھو کہ میرے آنے کی دو غرضیں ہیں ایک یہ کہ جو غلبہ اس وقت اسلام پر دوسرے مذاہب کا ہوا ہے گویا وہ اسلام کو کھاتے جاتے ہیں اور اسلام نہایت کمزور اور یتیم بچے کی طرح ہوگیا ہے پس اس وقت خدا تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے تا میں ادیان باطلہ کے حملوں سے اسلام کو بچاؤں اور اسلام کے پُر زور دلائل اور صداقتوں کے ثبوت پیش کروں اور وہ ثبوت علاوہ علمی دلائل کے انوار اور برکات سماوی ہیں جو ہمیشہ سے اسلام کی تائید میں ظاہر ہوتے رہے ہیں اس وقت اگر تم پادریوں کی رپورٹیں پڑھو تو معلوم ہوجائے گا کہ وہ اسلام کی مخالفت کے لئے کیا سامان کررہے ہیں اور ان کا ایک ایک پرچہ کتنی تعداد میں شائع ہوتا ہے ایسی حالت میں ضروری تھا کہ اسلام کا بول بالا کیا جاتا پس اس غرض کے لئے مجھے خدا تعالیٰ نے بھیجا ہے اور میں یقیناً کہتا ہوں کہ اسلام کا غلبہ ہوکر رہے گا اور اس کے آثار ظاہر ہوچکے ہیں۔ ہاں یہ سچی بات ہے کہ اس غلبہ کے لئے کسی تلوار اور بندوق کی حاجت نہیں اور نہ خدا تعالیٰ نے مجھے ہتھیاروں کے ساتھ بھیجا ہے جو شخص اس وقت یہ خیال کرے وہ اسلام کا نادان دوست ہوگا۔ مذہب کی غرض دلوں کو فتح کرنا ہوتی ہے اور یہ غرض تلوار سے حاصل نہیں ہوتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تلوار اٹھائی، میں بہت مرتبہ ظاہر کر چکا ہوں کہ وہ تلوار محض حفاظتِ خود اختیاری اور دفاع کے طور پر تھی اور وہ بھی اس وقت جبکہ مخالفین اور منکرین کے مظالم حد سے گزر گئے اور بے کس مسلمانوں کے خون سے زمین سُرخ ہوچکی۔

غرض میرے آنے کی غرض تو یہ ہے کہ اسلام کا غلبہ دوسرے ادیان پر ہو دوسرا کام یہ ہے کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم نماز پڑھتے ہیں اور یہ کرتے ہیں اور وہ کرتے ہیں یہ صرف زبانوں پر حساب ہے اس کے لئے ضرورت ہے کہ وہ کیفیت انسان کے اندر پیدا ہوجاوے جو اسلام کا مغز اور اصل ہے۔ میں تو یہ جانتا ہوں کہ کوئی شخص مومن اور مسلمان نہیں بن سکتا جب تک ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کا سا رنگ پیدا نہ ہو۔

وہ دنیا سے محبت نہ کرتے تھے بلکہ انہوں نے اپنی زندگیاں خدا کی راہ میں وقف کی ہوئی تھیں۔ اب جو کچھ ہے وہ دنیا ہی کے لئے ہے اور اس قدر استغراق دُنیا میں ہو رہا ہے کہ خدا تعالیٰ کے لئے کوئی خانہ خالی نہیں رہنے دیا۔ تجارت ہے تو دنیا کے لئے عمارت ہے تو دنیا کے لئے بلکہ نماز روزہ اگر ہے تو وہ بھی دنیا کے لئے۔ دنیاداروں کے قرب کے لئے تو کچھ کیا جاتا ہے مگر دین کا پاس ذرہ بھی نہیں اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ کیا اسلام کے اعتراف اور قبولیت کا اتنا ہی منشاء تھا جو سمجھ لیا گیا ہے؟ یا وہ بلند غرض ہے۔ میں تو یہ جانتا ہوں کہ مومن پاک کیا جاتا ہے اور اس میں فرشتوں کا رنگ ہوجاتا ہے جیسے جیسے اللہ تعالیٰ کا قرب بڑھتا جاتا ہے وہ خدا تعالیٰ کا کلام سنتا اور اس سے تسلی پاتا ہے اب تم میں سے ہر ایک اپنے اپنے دل میں سوچ لے کہ کیا یہ مقام اسے حاصل ہے؟ میں سچ کہتا ہوں کہ تم پوست اور چھلکے پر قانع ہوگئے ہو حالانکہ یہ کچھ چیز نہیں ہے خدا تعالیٰ مغز چاہتا ہے پس جیسے میرا یہ کام ہے کہ ان حملوں کو روکا جاوے جو بیرونی طور پر اسلام پر ہوتے ہیں ویسے ہی مسلمانوں میں اسلام کی حقیقت اور روح پیدا کی جاوے۔

میں چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کے دلوں میں جو خدا تعالیٰ کی بجائے دنیا کے بُت کو عظمت دی گئی ہے اس کی امانی اور امیدوں کو رکھا گیا ہے مقدمات، صلح جو کچھ ہے وہ دنیا کے لئے ہے اس بُت کو پاش پاش کیا جاوے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جبروت ان کے دلوں میں قائم ہو اور ایمان کا شجر تازہ بہ تازہ پھل دے اس وقت درخت کی صورت ہے مگر اصل درخت نہیں کیونکہ اصل درخت کے لئے تو فرمایا:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ تُؤْتِي اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا۔ (ابراہیم:25,26)

یعنی کیا تو نے نہیں دیکھا کہ کیونکر بیان کی اللہ نے مثال یعنی مثال دین کامل کی کہ وہ بات پاکیزہ درخت پاکیزہ کی مانند ہے جس کی جڑھ ثابت ہو اور جس کی شاخیں آسمان میں ہوں اور وہ ہر وقت اپنا پھل اپنے پروردگار کے حکم سے دیتا ہے۔ اَصْلُهَا ثَابِتٌ سے یہ مراد ہے کہ اصول ایمانیہ اس کے ثابت اور محقق ہوں اور یقین کامل کے درجے تک پہنچے ہوئے ہوں اور وہ ہر وقت اپنا پھل دیتا رہے کسی وقت خشک درخت کی طرح نہ ہو

مگر بتاؤ کہ کیا اب یہ حالت ہے؟ بہت سے لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ضرورت ہی کیا ہے؟ اس بیمار کی کیسی نادانی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ طبیب کی حاجت ہی کیا ہے؟ وہ اگر طبیب سے مستغنی ہے اور اس کی ضرورت نہیں سمجھتا تو اس کا نتیجہ اس کی ہلاکت کے سوا اور کیا ہوگا؟ اس وقت مسلمان اَسْلَمْنَا میں تو بے شک داخل ہیں مگر اٰمَنَّا کی ذیل میں نہیں اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب ایک نور ساتھ ہو۔

غرض یہ وہ باتیں ہیں جن کے لئے میں بھیجا گیا ہوں اس لئے میرے معاملہ میں تکذیب کے لئے جلدی نہ کرو بلکہ خدا تعالیٰ سے ڈرو اور توبہ کرو کیونکہ توبہ کرنے والے کی عقل تیز ہوتی ہے۔''

(ملفوظات جلد چہارم، صفحہ 564)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

''خدا تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا کہ میں ان خزائن مدفونہ کو دنیا پر ظاہر کروں اور ناپاک اعتراضات کا کیچڑ جو ان درخشاں جواہرات پر تھوپا گیا ہے اس سے ان کو پاک صاف کروں۔ خدا تعالیٰ کی غیرت اس وقت بڑی جوش میں ہے کہ قرآن شریف کی عزت کو ہر ایک خبیث دشمن کے داغ اعتراض سے منزہ و مقدس کرے۔ الغرض ایسی صورت میں کہ مخالفین قلم سے ہم پر وار کرنا چاہتے ہیں اور کرتے ہیں کس قدر بے وقوفی ہوگی کہ ہم ان سے لٹھم لٹھا ہونے کو تیار ہوجائیں میں تمہیں کھول کر بتاتا ہوں کہ ایسی صورت میں اگر کوئی اسلام کا نام لیکر جنگ وجدال کا طریق جواب میں اختیار کرے تو وہ اسلام کا بدنام کرنے والا ہوگا اور اسلام کا کبھی ایسا منشاء نہ تھا کہ بے مطلب اور بلا ضرورت تلوار اٹھائی جائے اب لڑائیوں کی اغراض جیسا کہ میں نے کہا ہے فن کی شکل میں آ کر دینی نہیں رہیں بلکہ دنیاوی اغراض ان کا موضوع ہوگیا ہے پس کس قدر ظلم ہوگا کہ اعتراض کرنے والوں کو جواب دینے کی بجائے تلوار دکھائی جائے اب زمانہ کے ساتھ حرب کا پہلو بدل گیا ہے اس لئے ضرورت ہے کہ سب سے پہلے اپنے دل اور دماغ سے کام لیں اور نفوس کا تزکیہ کریں راستبازی اور تقویٰ سے خدا تعالیٰ سے امداد اور فتح چاہیں یہ خدا تعالیٰ کا اٹل قانون اور مستحکم اصول ہے اور اگر مسلمان صرف قیل و قال اور باتوں سے مقابلہ میں کامیابی اور فتح چاہیں تو یہ ممکن نہیں اللہ تعالیٰ لاف وگزاف اور لفظوں کو نہیں چاہتا وہ تو حقیقی تقویٰ کو چاہتا اور سچی طہارت کو پسند فرماتا ہے۔'' (ملفوظات جلد اول، صفحہ 38)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اور یہ کیسی خوشی کی بات ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایسے وقت میں اسلام کو بے مدد نہیں چھوڑا اس نے اپنے قانون کے موافق مجھے بھیجا ہے تا میں اسے زندہ کروں مگر تعجب اور افسوس کا مقام ہے کہ باوجودیکہ زمانہ کی حالت مجدد کی داعی تھی اور مولویوں سے پوچھو وہ اقرار کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ہر صدی پر ایک مجدد آئے گا لیکن جب ان سے پوچھا جاوے کہ اب بتاؤ اس صدی کا مجدد کون ہے؟ تو جواب نہیں دیتے حالانکہ چوبیس سال صدی میں سے گزر گئے اور جب میں پیش کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اس صدی کا مجدد کر کے بھیجا ہے تو انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں دجال آیا۔ اور ابھی کہتے ہیں کہ ایک نہیں تیس دجال آنے والے ہیں۔ افسوس باوجود اس سرگردانی کے کیا تمہارے حصہ میں دجال ہی آیا ہے کیا کہیں یہ بھی لکھا ہے کہ پہلے مجدد آئیں گے مگر چودھویں صدی پر جو سب سے زیادہ فتنوں کی صدی ہے دجال آئے گا موجودہ حالت تو کھول کھول کر پکار رہی ہے کہ اصلاح کی ضرورت ہے مگر یہ ابھی اور فساد چاہتے ہیں یہ پکی بات ہے کہ جب زمین پر معصیت اور پاپ پھیل جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اصلاح کے لئے کسی کو بھیجتا ہے اور اب وہ حالت ہوچکی تھی اس لئے اب

(باقی صفحہ 48 پر ملاحظہ فرمائیں)

اس دنیا میں اسلام کی اور بھی بہت سی جماعتیں ہیں لیکن اگر کوئی سب سے زیادہ امن پسند، سب سے زیادہ کٹر واد کے خلاف کوئی ہے تو یہ احمدیہ جماعت ہے

(محترم سوامی اگنی ویش جی، صدر ورلڈ کونسل آریہ سماج)

جلسہ سالانہ قادیان ۲۰۱۰ء کے موقع پر محترم سوامی اگنی ویش صاحب نے جو خیالات سامعین جلسہ کے سامنے پیش فرمائے، ان کے بعض حصے قارئین کی خدمت میں پیش ہیں۔(مدیر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں شروعات کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو ہم سب کا پروردگار ہے۔ خواتین وحضرات آج جب یہ بات میں عربی میں کہتا ہوں تو لوگ سمجھتے ہیں کہ شاید میں کوئی مولانا ہوں۔ اسی بات کو میں سنسکرت میں بولوں تو کہیں گے یہ کوئی ہندو ہے، آریہ سماجی ہے۔ اسی کو پنجابی میں کہیں گے تو کہیں گے کوئی سردار ہے۔ مذہب کو اس طریقے سے بانٹ رکھا ہے ہم نے بات ایک ہی ہے لیکن الگ الگ زبان میں کہا جائے تو لگتا ہے الگ الگ مذہب ہے۔ ایک ہی خدا کی عبادت کرنے والے ہم سب آپس میں بانٹ دیئے جاتے ہیں۔ مندر مسجد کے نام پر چوٹی داڑھی کے نام پر ایک میرا بھائی ایسی داڑھی رکھ لیتا ہے تو کہتے ہیں یہ مسلمان ہے اور وہ داڑھی کے بال اگلے دن کاٹ کے سر کے پیچھے کی طرف چپکا لیتا ہے تو پنڈت جی بن جاتا ہے۔ تو پھر ہمارا بھائی ہوگیا۔ پورب کی طرف منہ کر کے عبادت کرے تو ہندو ہوگیا اور پچھّم (مغرب) کی طرف منہ کرے تو مسلمان ہوگیا۔ انہی باتوں کے اوپر ہم لڑتے رہے لڑتے رہے۔ بہت بہت سالوں تک انہی باتوں میں ہمیں لڑایا جاتا رہا اور لڑانے کی گندی سیاست بھی ہوتی رہی اس ملک میں۔ لیکن میں آج یہاں پر پہلی بار آیا ہوں اور مجھے آپ نے اپنے سالانہ جلسہ میں اتنے پیار سے بلایا میں اس کے لئے آپ کا بہت بہت مشکور ہوں اور میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آج ساری دنیا کے اندر جو احمدیہ لوگوں کی امیج ہے، اس کے فاؤنڈر کا جو سپنا ہے یعنی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا، آپ نے ایک نئی تحریک کھڑی کر دی ہے ساری دنیا کے اندر اور لوگوں کو پتہ لگنے لگا کہ اسلام کے نام پر بھی کوئی کٹر واد نہیں ہوسکتا۔ اسلام کا مطلب ہے محبت کا پیغام اسلام کے نام پر کوئی نفرت نہیں ہوسکتی ۱۱۰ سال پہلے اسی قادیان میں ایک انقلاب ہوا اور وہ دنیا کے ۱۹۸ دیشوں (ملکوں) میں پھیل گیا۔ آج اس اجلاس میں آکر مجھے اتنی خوشی ہو رہی ہے کہ یہاں پر صرف ہمارے کشمیر سے کنیا کماری تک ہی نہیں بلکہ ہمارے پاکستان کے بھی دوست آئے ہوئے ہیں۔ بہت خوشی کی بات ہے۔ میں ہندوستان کے ناظر اعلیٰ محترم محمد انعام غوری صاحب کی باتیں اور سارے ترانے سن کر بہت مشکور ہوں۔ ۱۱۰۔۱۱۲ سال پہلے یہاں قادیان کی زمین سے انقلاب آیا ۱۴۰۰ سال پہلے کا جو اسلام تھا اور اس کے اوپر بھی جو تھوڑی بہت گرد جم گئی جہاں کہیں اس کے ترجمہ کرنے والے غفلت میں پڑ گئے تو نئے انداز میں پوری دنیا کیلئے اسلام کتنا معقول ہے وہ بتانے کیلئے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیان کی زمین میں آئے اور یہ احمدیہ جماعت شروع ہوئی۔ اس دنیا میں اسلام کی اور بھی بہت سی جماعتیں ہیں لیکن اگر کوئی سب سے زیادہ امن پسند، سب سے زیادہ کٹر واد کے خلاف کوئی ہے تو یہ احمدیہ جماعت ہے۔ اسلام کا مطلب یہ ہوتا ہے شانتی۔ Peace امن اس میں پھر دہشت گرد کی کہاں سے گنجائش ہوگئی تشدد کی کہاں سے گنجائش ہوگئی۔ سمجھ میں نہیں آتا بگاڑنے والے بگاڑنے میں لگے ہوئے ہیں۔ اسلام کا مطلب ہوتا ہے شانتی اور امن دنیا میں کوئی مسلمان کسی سے ملتا ہے تو کیا کہتا ہے۔ السلام علیکم اور جواب میں کیا آتا ہے وعلیکم السلام۔ السلام کا مطلب ہے تمہارے لئے شانتی ہو اور جواب میں کہتا ہے تمہارے لئے بھی شانتی ہو۔ تمہارے لئے بھی Peace ہو امن ہو بھائی چارہ ہو۔ اتنی خوبصورت اور زبردست چیز مجھے بتائیے آج دنیا میں کس کے پاس ہے۔ جو صبح سے لیکر شام تک دو پہر ہو تو یہ نہیں کہتے کہ Good Afternoon اور پھر نہیں کہتے کہ گوڈ ایوننگ، اور پھر یہ نہیں کہتے کہ گوڈ مارننگ، وہ صبح ہو رات ہو دو پہر ہو کبھی بھی ہو بوڑھا ہو جوان ہو بچہ ہو ایک دوسرے سے کیا کہیں گے۔ **السلام علیکم۔ شانتی، شانتی، شانتی جن کی زبان پر ہے آج ان کے لئے تہمت لگائی جاتی ہے کہ وہ دہشت گردی پھیلاتے ہیں۔ میڈیا کے اندر آجاتا ہے ان ساری چیزوں کا پوری طاقت کے ساتھ اگر کوئی جماعت مقابلہ کرسکتی ہے کہ وہ احمدیہ جماعت ہے جو ڈٹ کر کہہ سکتی ہے کہ اسلام کے نام پر تمہیں کوئی اختیار نہیں ہے کہ تم کوئی انگلی اٹھاؤ کسی بھی طرح سے۔** آپ تو کہتے ہیں ایک دوسرے کیلئے شانتی ہو۔ السلام علیکم وعلیکم السلام اور یہ جو ہمارے یورپین ممالک کے لوگ ہیں جو اپنے آپ کو بہت بڑا ہیومین رائٹ کا چیمپئین بتاتے ہیں ان کے ملکوں میں میں جاتا ہوں تو وہ السلام علیکم نہیں کہتے وہ کہتے ہیں ہائے! سوامی ہائے ارے بھائی ہمارے ملک میں جب کوئی مر جاتا ہے تو ہائے ہائے کرتے ہیں تم پاگل ایک دوسرے کو خوشامد پر کرنے کیلئے ہائے ہائے کرتے ہو۔ سیکھنا چاہئے جو اپنے آپ کو بہت آگے نیت بڑھے ہوئے سمجھ رہے ہیں وہ بہت پیچھے ہیں۔ ان کو ایسے جلسے میں آکر کچھ سیکھنا چاہئے کہ انسانیت کا رشتہ کیسے ہوتا ہے۔ پیار اور محبت کا رشتہ کیسے ہوتا ہے ایک دوسرے کی عزت کیسے کی جاتی ہے۔

دوستو ایسی بہت سی باتیں ہیں ہم جب بھی حضرت محمد مصطفیٰ صاحب کو یاد کرتے ہیں تو جیسے ہی ان کا نام لیتے ہیں تو اسی کے ساتھ کہتے ہیں ﷺ اس کا بھی مطلب کیا ہے اُن کیلئے شانتی ہو۔ Peace be upon him تو یہ کتنی خوبصورت چیز ہے اور ان کے نام کے ساتھ بھی جو بدمزگی پیدا کرنے والے ہیں وہ کہتے ہیں انہوں نے تو دہشت گردی کو پناہ دی تو یہ سب غلط باتیں اس سب ...... گرد وغبار کو ہٹا کر اسلام کا جو اصلی پوتر چمکتا ہوا چہرہ ہے۔ جیسے بادل سورج کے اوپر آجائیں ان بادلوں کو ہٹا کر سورج کی اصلی چمچماتی دھوپ سامنے لانے کا جو کام کر دے اُس کا نام ہے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی۔ انہوں نے احمدیہ جماعت کو اس طریقے سے کھڑا کیا۔

ساری دنیا کو ایک سندیش۔ سب سے زیادہ جوڑنے کی چیز کیا ہے کہ ہم سب کو بنانے والا پیدا کرنے والا چلانے والا ایک اللہ ہے۔ لا الہ الا اللہ دوسرا نہیں ہوسکتا اور اس ایک خدا کی عبادت ہی کرنی ہے، ہمیں یہی بات مہارشی دیانند نے ویدوں کے حوالے سے کہی کہ برہم ایک ہے پرماتما ایک ہے دوسرا نہیں ہے کہ ساری کائنات کے ذرے ذرے میں ایک ہی خدا ہے۔ اُسی کی عبادت کرنی ہے۔ دوسرے کسی کی عبادت نہیں کرنی۔ اور کسی کا سجدہ نہیں کرنا۔ یہ بات مہارشی دیانند نے ڈٹ کر کہی۔ اس لئے آپ آریہ سماج میں کہیں بھی جائیں گے تو آپ کو کوئی بت کہیں بھی نہیں ملے گا۔ کوئی بت پرستی نہیں ملے گی تو ہماری اور آپ کی کتنی ایکتا ہے میں تو دیکھ کر بہت خوش ہوں مجھے اس سے کتنی طاقت مل رہی ہے۔ نہ جانے کون سا وہ دور تھا جہاں کچھ آریہ سماجی بحث مباحثے میں پڑ کر کہ احمدیہ ایسے ہیں ویسے ہیں مخالفت کرنے لگے۔ میں ورلڈ کونسل آف آریہ سماج کا پریزیڈنٹ ہونے کے ناطے ایک نیا چیپٹر شروع کرنے کیلئے آیا ہوں۔ یہ صرف ایک عام جلسہ نہیں بلکہ ایک تاریخی جلسہ کے اعتبار سے ورلڈ کونسل آریہ کے سماج پریزیڈنٹ ہونے کے ناطے پوری باہیں پھیلا کر میں آپ کو یہ دعوت دیتا ہوں کہ آؤ ہم اور آپ مل کر ایک اللہ کی عبادت کرنے کیلئے ساری دنیا کو ایک کر دیں۔

ایک بات اور کہنا چاہوں گا جماعتی وفد جب مجھے دہلی میں دعوت دینے کیلئے آیا تو انہوں نے مجھے حضرت مرزا مسرور احمد صاحب کی تقریریں دیں۔ میں نے وہ ساری تقریریں پڑھیں اور ایک بھی بات مجھے ایسی نہیں ملی کہ جس پر میں اس لئے نشان لگاتا کہ وہ مجھے منظور نہیں، ایک ایک بات ایسی ہے کہ گویا وہ ہمارے اپنے دل کی بات ہے۔

☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆

تقریر جلسہ سالانہ قادیان 2010ء

سِیْرَتْ حَضْرَتْ مَسِیْح مَوْعُودْ عَلَیْهِ السَّلَام

حقوق العباد کے آئینہ میں

(مکرم مولوی محمد نسیم خان صاحب، ناظر امور عامہ قادیان)

قارئین کرام!

مذہب اسلام جس کی پیروی کا ہمیں شرف حاصل ہے وہ مذہب ہے جو اپنی حقیقت کے اعتبار سے سب سے کامل اور مکمل مذہب ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کو مکمل کیا ہے جس کی شریعت تمام مذہبی کتب سے افضل اور اعلیٰ اور تمام روحانی اور اخلاقی اور حقیقی علوم کا سرچشمہ ہے۔ حضرت رسول اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اس آخری مذہب کی بنیاد رکھی سب انبیاء اور اولین و آخرین سے افضل اعلیٰ اور اکمل ہیں۔ کامل نجات اور ہر قسم کی فلاح و بہبود اب اسی مذہب، اسی شریعت اور اسی نبی کامل صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وابستہ ہوگئی ہے

اس عظیم الشان مذہب کی تمام تعلیمات کا لب ولباب اور خلاصہ اگر دو الفاظ میں بیان کرنا ہو تو وہ یہ ہے :

حقوق اللہ ——— حقوق العباد

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے :-

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ۔

(النساء : 37)

یعنی اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور قریبی رشتہ داروں سے بھی اور یتیموں سے بھی اور مسکین لوگوں سے بھی اور رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور غیر رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور اپنے ہم جلیسوں سے بھی اور مسافروں سے بھی اور ان سے بھی جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے احسان کرو۔ یقیناً اللہ اس کو پسند نہیں کرتا جو تکبر اور شیخی بگھارنے والا ہو۔

اس آیت قرآنیہ میں اللہ تعالیٰ نے حقوق اللہ اور حقوق العباد کو مختصر اور جامع رنگ میں بیان فرماتے ہوئے ہمیں ان دونوں قسم کے حقوق کو پورا کرنے کی تلقین کی ہے اسی طرح کئی اور مقامات پر اللہ تعالیٰ نے حقوق اللہ اور حقوق العباد کو یکجائی صورت میں بیان کرتے ہوئے رہنمائی کی ہے کہ مذہب اسلام کا خلاصہ انہی دو باتوں میں پنہاں اور پوشیدہ ہے۔

بانیٔ جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ومہدی معہود علیہ السلام، مذہب اسلام کی اسی عظیم خصوصیت کا ذکر کرتے ہوئے اور اس کو حقیقت اسلام قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں :-

”خدا تعالیٰ کی راہ میں زندگی کو وقف کرنا جو حقیقت اسلام ہے دو قسم پر ہے : ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کو ہی اپنا معبود اور مقصود اور محبوب ٹھہرایا جائے اور اس کی عبادت اور محبت اور خوف اور رجا میں کوئی دوسرا شریک باقی نہ رہے۔“

اور دوسری قسم کے بارے میں فرماتے ہیں :-

”دوسری قسم اللہ کی راہ میں زندگی وقف کرنے کی یہ ہیکہ اُس کے بندوں کی خدمت اور ہمدردی اور چارہ جوئی اور بار برداری اور سچی غمخواری میں اپنی زندگی وقف کردی جاوے۔ دوسروں کو آرام پہنچانے کے لئے دُکھ اُٹھاویں اور دوسروں کی راحت کے لئے اپنے پر رنج گوارا کرلیں۔“

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ 600)

اسی ضمن میں آگے خالق کی اطاعت اور خلق کی خدمت کی کیفیات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

”خالق کی اطاعت اس طرح سے کہ اس کی عزت وجلال و یگانگت ظاہر کرنے کے لئے بے عزتی اور ذلت قبول کرنے کے لئے مستعد ہو اور اس کی وحدانیت کا نام زندہ کرنے کے لئے ہزاروں موتوں کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو“

اور خلق کی خدمت کے بارے میں فرماتے ہیں :-

”اور خلق کی خدمت اس طرح سے کہ جس قدر خلقت کی حاجات ہیں اور جس قدر مختلف وجوہ اور طُرق کی راہ سے قسام ازل نے بعض کو بعض کا محتاج کر رکھا ہے ان تمام امور میں محض للہ اپنی حقیقی اور بے غرضانہ اور سچی ہمدردی سے جو اپنے وجود سے صادر ہوسکتی ہے اُن کو نفع پہنچاوے اور ہر یک مدد کے محتاج کو اپنی خداداد قوت سے مدد دے اور اُن کی دنیا و آخرت دونوں کی اصلاح کے لئے زور لگا دے“۔

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۶۱-۶۲)

ہمارے پیارے آقا سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے عمل سے اپنے کردار سے اور اپنی ہدایت کے ذریعہ اسلام کی یہی تعریف سکھائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں ہمیں خدا تعالیٰ کی ذات میں فنا ہو کر خالص اُسی کا ہو جانے اس کی توحید پر ایمان لانے اور اس کی عبادت میں محو ہو جانے کی تلقین کی ہے۔ وہیں اللہ تعالیٰ کے بندوں کے حقوق کی ادائیگی کی طرف بھی بے شمار مقامات پر ہمیں توجہ دلائی ہے۔ کبھی یہ کہہ کر کہ خلقت، اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے۔ کبھی یہ فرما کر کہ مسلمان وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے اس کا بھائی محفوظ رہے اور کبھی یہ تمثیل بیان کرکے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اپنے بندہ سے سوال کرے گا کہ میں بھوکا تھا، پیاسا تھا، بیمار تھا، تم نے میری بھوک اور پیاس نہیں مٹائی اور میری عیادت نہیں کی۔ بندہ کہے گا یا اللہ تُو تو سارے جہانوں کا مالک ہے تو بھوکا، پیاسا یا بیمار کیسے ہوسکتا ہے؟ تو اللہ کہے گا کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا، فلاں بندہ پیاسا تھا، اگر تم ان کی ضرورت کو پورا کرتے تو مجھے اُن کے پاس پاتے۔

الغرض جیسا کہ خاکسار نے عرض کیا یہی دو باتیں اسلام کا مغز اور اسلامی تعلیمات کا منتہٰی ہیں۔ ان دونوں باتوں پر مکمل طور پر عمل کئے بغیر کوئی بھی شخص کامل مسلمان نہیں کہلا سکتا۔

قارئین کرام ! حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کی پوری زندگی اور زندگی کا ایک ایک لمحہ ہمیں انہی دو باتوں کا کاربند اور انہی دو حقوق کی ادائیگی میں مصروف نظر آتا ہے۔ جہاں تک حقوق اللہ کا تعلق ہے اس وقت یہ خاکسار کے موضوع کا حصہ نہیں ہے اس لئے آپ علیہ السلام کے ایک فارسی شعر پر اکتفا کرتے ہوئے اپنے موضوع کے اصل حصہ کی طرف آتا ہوں۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں :-

در دو عالم مرا عزیز توئی
......☆...... وانچہ میخواہم از تو نیز توئی

یعنی دونوں جہانوں میں میرا تو بس تُو ہی محبوب ہے اور میں تجھ سے صرف تیرے ہی وصال کا آرزُو مند ہوں۔

قارئین کرام ! حقوق العباد کے میدان میں بھی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام ہمیں آگے سے آگے بڑھتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جب ہم آپ علیہ السلام کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو آپ ہمیں ماہیٔ بے آب کی طرح خدمت انسانیت کے لئے بلاتخصیص مذہب وملت تڑپتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آپ علیہ السلام کے نزدیک حقوق العباد اور خدمت انسانیت کی کیا اہمیت تھی اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی ہوجاتا ہے کہ آپ علیہ السلام نے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے کے لئے جو دس شرائط بیعت مقرر فرمائی ہیں جو ایک مقدس عہد کی حیثیت رکھتی ہیں اس مقدس عہد میں چوتھی شرط اور نویں شرط یہ بیان فرمائی ہیں کہ :-

ہر بیعت کرنے والا عہد کرے کہ :

”عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح“

”عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچائے گا۔“ (اشتہار تکمیل تبلیغ)

پس آپ علیہ السلام نہ صرف خود خدمت خلق کے لئے برسر عمل تھے بلکہ آپ سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے والوں کے لئے بھی اس کو ایک بنیادی شرط قرار دیتے تھے۔ اور ان کو اس بات کی تاکید کرتے تھے کہ وہ بھی خدمت خلق کے لئے کوشاں رہیں۔

قارئین حضرات ! سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے حقوق العباد کے ضمن میں سب سے پہلا فریضہ جو ادا کیا جو آپ کی بعثت کے مقاصد میں سے پہلا مقصد تھا وہ یہ ہے کہ آپ نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اصلاح خلق کے لئے صرف کیا۔ یہ بات روز

روشن کی طرح ظاہر و باہر ہے کہ خلق کی خدمت کے سلسلہ میں سب سے زیادہ جس چیز کو اہمیت حاصل ہے وہ یہ ہے کہ اس کو اس کے خالق کے ساتھ جوڑا جائے۔ اس مقصد اور فریضہ کی تکمیل کے لئے آپ علیہ السلام اس قدر کوشاں رہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ آپ علیہ السلام نے جتنے بھی اعلیٰ اور عظیم کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں ان سب کا محور یہی مقصد عظیم تھا تو یہ عین حقیقت ہوگی۔ آپ علیہ السلام کا دل کسی کو گمراہ دیکھ کر تڑپ اٹھتا تھا۔ کسی انسان کو اللہ تعالیٰ سے دُور ضلالت و گمراہی کے میدان میں بھٹکتے دیکھتے تو آپ بے تاب ہو جاتے تھے۔ انسان کا اپنے خالق سے دُور ہونے کی حالت آپ سے دیکھی نہیں جاتی۔ ذیل کے اقتباس سے آپ کے ان ہمدردی بھرے جذبات کی خوب عکاسی ہوتی ہے جو آپ کے دل میں اُن لوگوں کے لئے تھے جو اللہ سے دُور اپنے خالق سے بے پروا ہو کر طرح طرح کی گمراہیوں میں مبتلا تھا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں :-

’’کیا ہی بد قسمت ہے وہ انسان جس کو پتہ نہیں کہ اس کا ایک خدا ہے جو ہر چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے گرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھادوں کس دف سے بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سن لیں اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں۔ (کشتی نوح)

قارئین کرام ! ان الفاظ پر غور کریں اور اس محبت اور تڑپ کی گہرائی کا اندازہ لگانے کی کوشش کریں جو ان الفاظ کی تہہ میں پنہاں ہے۔ یہی تڑپ تادم آخر آپ علیہ السلام کے سینے میں اصلاح خلق کے لئے موجزن تھی۔

جن دنوں پنجاب میں طاعون کا دَور دَورہ تھا اور بے شمار آدمی ایک دن میں اس موذی مرض کا شکار ہو رہے تھے اُن دنوں کی بات ہے۔ یہ طاعون حالانکہ آپ علیہ السلام کی صداقت کے طور پر ظاہر ہوئی تھی لیکن آپ علیہ السلام کی جذبۂ ہمدردی کی وجہ سے کیا حالت تھی اس کے بارے میں حضرت عبد الکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ جو آپ کے مکان ہی کے ایک حصہ میں رہتے تھے فرماتے ہیں کہ انہوں نے آپؑ کو علیحدگی میں دُعا کرتے سنا اور یہ نظارہ دیکھکر محو حیرت ہو گئے۔ آپ فرماتے ہیں :-

اس دُعا میں آپ کی آواز میں اس قدر درد اور سوزش تھی کہ سُننے والے کا پتہ پانی ہوتا تھا اور آپ اس طرح آستانۂ الٰہی پر گریہ وزاری کر رہے تھے کہ جیسے کوئی عورت دردِ زہ سے بے قرار ہو۔ میں نے غور سے سنا تو آپ مخلوق خدا کے واسطے طاعون کے عذاب سے نجات کیلئے دُعا فرما رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ الٰہی ! اگر یہ لوگ طاعون کے عذاب سے ہلاک ہو گئے تو پھر تیری عبادت کون کرے گا۔

(سیرت طیبہ، صفحہ ۵۴، بحوالہ سیرت مسیح موعودؑ، شمائل و اخلاق حصہ سوم صفحہ ۳۹۵، مؤلفہ شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ)

قارئین حضرات ! یہ تھی اصلاح خلق کی وہ تڑپ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں تھی اور آپ کی زندگی کا لمحہ لمحہ اسی تڑپ میں بسر ہوا اور کئی ایسے لوگ تھے جن کی آپ کی انہی متضرعانہ دعاؤں کے ذریعہ اصلاح ہوئی۔ اور پھر وہ بھی ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگوں کی اصلاح کا باعث بنے۔

اصلاح خلق کی تڑپ کے بعد خدمت خلق میں اگر کسی چیز کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے تو وہ ہے غریبوں اور مسکینوں کے ساتھ حُسن سلوک اور ’’ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ‘‘ کے تحت ان کی معاونت کرنا اور ان کے دکھوں اور تکالیف کا مداوا کرنا۔

اس نکتہ نظر سے جب ہم سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں عجیب وغریب اور روحانی ارتعاش پیدا کرنے والے بے شمار واقعات کا علم ہوتا ہے ایک بصیرت افروز واقعہ حضرت مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کا اس طرح بیان کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں :-

’’ ایک دن ایسا ہوا کہ نماز عصر کے بعد آپ معمولاً اُٹھے اور مسجد کی کھڑکی میں اندر جانے کے لئے پاؤں رکھا اتنے میں ایک سائل نے آہستہ سے کہا کہ میں سوالی ہوں۔ حضرت کو اس وقت ایک ضروری کام بھی تھا اور کچھ اس کی آواز دوسرے لوگوں کی آوازوں میں مل جل گئی تھی جو نماز کے بعد اُٹھتے اور عادتًا آپس میں کوئی نہ کوئی بات کرتے تھے۔ غرض حضرت صاحب اندر چلے گئے اور کچھ التفات نہ کیا مگر جب نیچے گئے وہی دھیمی آواز جو کان میں پڑی تھی اب اس نے اپنا نمایاں اثر آپ کے قلب پر کیا۔ جلد واپس تشریف لائے اور خلیفہ نور الدین رضی اللہ عنہ کو آواز دی کہ ایک سائل تھا اُسے دیکھو کہاں ہے وہ سائل آپ کے جانے کے بعد چلا گیا تھا۔ خلیفہ صاحب نے ہر چند ڈھونڈا پتہ نہ ملا۔ شام کو حسب عادت نماز پڑھ کر بیٹھے وہی سائل آ گیا اور سوال کیا حضرت نے بہت جلد جیب سے کچھ نکال کر اس کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ اور اب ایسا معلوم ہوا کہ آپ ایسے خوش ہوئے ہیں کہ گویا کوئی بوجھ آپ کے اُوپر سے اُتر گیا ہے۔ چندروز کے بعد ایک تقریب میں ذکر کیا کہ اُس دن جو وہ سائل نہ ملا میرے دل پر ایسا بوجھ تھا کہ مجھے سخت بے قرار کر رکھا تھا اور میں ڈرتا تھا کہ مجھ سے معصیت سرزد ہوئی ہے کہ میں نے سائل کی طرف دھیان نہیں کیا اور یوں جلد اندر چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ وہ شام کو واپس آ گیا ورنہ خدا جانے میں کس اضطراب میں پڑا رہتا۔ اور میں نے دُعا بھی کی تھی کہ اللہ تعالیٰ اُسے واپس لے آئے۔

یہ تھا شفقت ورأفت اور محبت و ہمدردی کا وہ عظیم سمندر جو سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے سینہ میں غریبوں، مسکینوں اور حاجت مندوں کے لئے تموّج میں رہتا اور ٹھاٹھیں مارتا رہتا تھا۔

قارئین کرام ! اس قسم کے بے شمار واقعات ہمیں آپ علیہ السلام کی سیرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتے ہیں۔ ضرورتمندوں اور حاجتمندوں کی فہرست میں وہ طبقہ بھی ہے جو مریضوں اور بیماروں پر بھی مشتمل ہے۔ اس طبقہ کے لئے بھی آپ علیہ السلام کا دریائے رحمت ہمیشہ رواں دواں رہتا تھا۔ بیماروں کے لئے ان کی درخواست پر یا درخواست کے بغیر بھی آپ دن رات دُعاؤں میں مصروف نظر آتے ہیں۔ اور صرف دُعا پر اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ عملی رنگ میں بیماروں کے لئے نسخے بھی تجویز کرتے تھے اور بنی نوع انسان کے ساتھ بے پناہ ہمدردی کی وجہ سے اپنے گھر میں دوائیاں منگوا کے رکھتے اور مفت بیماروں میں تقسیم فرماتے تھے۔ ایک چشم دید واقعہ حضرت مولوی عبد الکریم سیالکوٹی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں :-

’’ ایک دفعہ بہت سی گنوار عورتیں بچوں کو لے کر دکھانے آئیں اتنے میں اندر سے بھی چند عورتیں شربت شیرہ کے برتن ہاتھوں میں لئے آنکلیں اور آپ کو دینی ضرورت کے لئے ایک بڑا اہم مضمون لکھنا تھا اور جلد لکھنا تھا۔ میں اتفاقًا جا نکلا کیا دیکھتا ہوں حضرت کمر بستہ اور مستعد کھڑے ہیں جیسے کوئی یورپین اپنی دنیوی ڈیوٹی پر چست اور ہوشیار کھڑا ہوتا ہے اور پانچ چھ صندوق کھول رکھے ہیں اور چھوٹی چھوٹی شیشیوں اور بوتلوں میں سے کسی کو کچھ اور کسی کو کوئی عرق دے رہے ہیں۔ اور کوئی تین گھنٹے تک یہی بازار لگا رہا اور ہسپتال جاری رہا۔ فراغت کے بعد میں نے عرض کیا حضرت یہ تو بڑی زحمت کا کام ہے اور اس طرح بہت سا قیمتی وقت ضائع ہو جاتا ہے۔ اللہ اللہ کس شان اور طمانیت سے مجھے جواب دیتے ہیں کہ یہ بھی تو ویسا ہی دینی کام ہے۔ یہ مسکین لوگ ہیں یہاں کوئی ہسپتال نہیں۔ میں ان لوگوں کی خاطر ہر طرح کی انگریزی اور یونانی دوائیں منگوا رکھا کرتا ہوں جو وقت پر کام آجاتی ہیں اور فرمایا یہ بڑا ثواب کا کام ہے۔‘‘

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام، مصنفہ حضرت عبد الکریم سیالکوٹیؓ صفحہ ۳۶، بحوالہ خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی سونئر شائع کردہ تحریک جدید انجمن احمدیہ پاکستان صفحہ ۳۰۵)

کس قدر پونچھے ہیں آنسو آستیں سے پوچھئے

یہ ہے وہ مقدس نمونہ جو غرباء اور مساکین کی خدمت کے لئے اور ان کے حقوق کی ادائیگی کے لئے آپؑ نے قائم فرمایا ہے اور اس کام کو آپؑ دین سے باہر نہیں بلکہ دینی کام شمار کرتے ہیں اور اس کو دین کا حصہ سمجھتے ہوئے سرانجام دیتے ہیں۔ آپ علیہ السلام کے قریبی رشتہ داروں میں سے آپ کے دو چچازاد بھائی مرزا امام دین صاحب اور مرزا نظام دین صاحب بھی تھے۔ یہ دونوں آپ کے سخت مخالف تھے۔

”ایک دفعہ انہوں نے محض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایذا رسانی کے لئے حضور کے گھر کے قریب والی مسجد کے رستہ میں دیوار کھینچ دی اور مسجد میں آنے جانے والے نمازیوں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملاقاتیوں کا رستہ بند کر دیا جس کی وجہ سے حضور کو اور قادیان کی قلیل سی جماعت احمدیہ کو سخت مصیبت کا سامنا ہوا اور وہ گویا قید کے بغیر ہی قید ہو کر رہ گئے۔ لاچار اس مصیبت کو دُور کرنے کے لئے وکلاء کے مشورہ سے قانونی چارہ جوئی کرنی پڑی اور ایک لمبے عرصہ تک یہ تکلیف دہ مقدمہ چلتا رہا اور بالآخر خدائی بشارت کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو فتح ہوئی اور یہ دیوار گرائی گئی اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وکیل نے حضور سے اجازت لینے بلکہ اطلاع تک دینے کے بغیر مرزا امام دین اور مرزا نظام دین صاحب کے خلاف خرچہ کی ڈگری حاصل کر کے قُرقی کا حکم جاری کرالیا۔ اس پر مرزا صاحبان نے جن کے پاس اس وقت اس قرقی کے بے باقی کے لئے روپیہ نہیں تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بڑی لجاجت کا خط لکھا اور یہاں تک کہلا بھیجا کہ بھائی ہو کر اس قرقی کے ذریعہ ہمیں کیوں ذلیل کرنے لگے ہو؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ان حالات کا علم ہوا تو آپ اپنے وکیل پر سخت خفا ہوئے کہ میری اجازت کے بغیر خرچہ کی ڈگری کیوں کرائی گئی؟ اسے فوراً واپس لو اور دوسری طرف مرزا صاحبان کو جواب بھجوایا کہ آپ بالکل مطمئن رہیں کوئی قرقی نہیں ہوگی۔ یہ ساری کاروائی میرے علم کے بغیر ہوئی ہے۔“

(سیرت مسیح موعود علیہ السلام مصنفہ عرفانی صاحب، صفحہ ۱۱۵ تا ۱۱۹ بحوالہ سیرت طیبہ صفحہ ۶۳)

یہ ظرف اور عفو کا اس طرح کا انتہائی درجہ کا سلوک صرف اور صرف اسی وجود سے ظہور میں آسکتا ہے جو مامور من اللہ ہو اور وسعت حوصلہ کے ایک عظیم مینار پر قائم ہو۔ مرزا امام دین اور مرزا نظام دین ظالم ہو کر گلہ کرتے ہیں اور ہمارے پیارے آقا سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام مظلوم ہو کر معذرت کرتے ہیں اور بجائے اس کے کہ ان کو یہ کہیں کہ تمہاری بدسلوکی کا یہی بدلہ ہے آپ اُن کو خط لکھکر یہ کہتے ہیں کہ یہ کاروائی میرے علم کے بغیر ہوئی ہے اس لئے آپ مطمئن رہیں کوئی قرقی نہیں ہوگی۔ سبحان اللہ! سبحان اللہ! قربان جائیں ایسے بلند حوصلہ مامور من اللہ پر۔

قارئین کرام! خدمت خلق کا جذبہ اور حُسن سلوک کا معیار پرکھنے کے لئے ایک طبقہ مہمانوں کا بھی ہے۔ اگر باقی تمام میدانوں میں ایک شخص خدمت خلق کے اعلیٰ معیار قائم کرے اور مہمانوں کے معاملے میں فیل ہو جائے تو اس کے اخلاق اور خدمت خلق کے معیار کو کامل تصور نہیں کیا جاسکتا۔ اس نازک طبقہ کے حقوق کا خیال رکھنا اور ان سے حسن سلوک کرنا حقوق العباد کی ادائیگی میں ایک خاص مقام رکھتا ہے۔

اس ضمن میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اخلاق کے عظیم الشان نمونے ہیں جو آپؑ کی سیرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتے ہیں۔ کبھی آپ ہمیں ناراض مہمان کو منانے کے لئے نہر تک دوڑتے ہوئے نظر آتے ہیں، تو کبھی مہمانوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے بٹالہ سے پان تک منگواتے نظر آتے ہیں۔ کبھی آپ ہمیں اپنے گھر کا سارا بستر مہمانوں کے لئے مہیا کرتے نظر آتے ہیں، تو کبھی اپنے اہل خانہ کو اکرام ضیف کی تعلیم دینے کے لئے پرندے کا قصہ سناتے نظر آتے ہیں۔ کبھی ہمیں آپؑ کے گھر میں مہمانوں کے لئے دال، سالن اور روٹیاں تیار ہوتی نظر آتی ہیں اور کبھی آپ ہمیں مہمانوں کے ساتھ کھانا کھاتے ہوئے اور مہمانوں کی خواہشات کو خود پورا کرتے نظر آتے ہیں۔ ایک واقعہ پیش کرتا ہوں۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ :-

”ایک بہت شریف اور بڑے غریب مزاج احمدی سیٹھی غلام نبی صاحب ہوتے تھے جو رہنے والے تو چکوال کے تھے مگر راولپنڈی میں دوکان کرتے تھے۔ انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ملاقات کے لئے قادیان آیا۔ سردی کا موسم تھا اور کچھ بارش بھی ہو رہی تھی۔ میں شام کے وقت قادیان پہنچا تھا۔ رات کو جب میں کھانا کھا کر لیٹ گیا اور کافی رات گزر گئی اور قریباً بارہ بجے کا وقت ہو گیا تو کسی نے میرے کمرے کے دروازہ پر دستک دی۔ میں نے اُٹھ کر دروازہ کھولا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کھڑے تھے۔ ایک ہاتھ میں گرم دودھ کا گلاس تھا اور دوسرے ہاتھ میں لالٹین تھی۔ میں حضور کو دیکھ کر گھبرا گیا۔ مگر حضور نے بڑی شفقت سے فرمایا کہیں سے دودھ آگیا تھا میں نے کہا آپ کو دے آؤں۔ آپ یہ دودھ پی لیں۔ آپ کو شاید دُودھ کی عادت ہوگی۔ اس لئے یہ دودھ آپ کے لئے لے آیا ہوں۔ سیٹھی صاحب کہا کرتے تھے کہ میری آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے کہ سبحان اللہ کیا اخلاق ہیں۔ یہ خدا کا برگزیدہ مسیح اپنے ادنیٰ خادموں تک کی خدمت اور دلداری میں کتنی لذت پاتا اور کتنی تکلیف اُٹھاتا ہے۔“

(سیرت المہدی حصہ سوم، بحوالہ سیرت طیبہ صفحہ ۷۳)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کے ایسے بے شمار واقعات ہیں جو آپ کے اس عظیم خلق پر روشنی ڈالتے ہیں۔ اگر وہ بیان کرنے شروع کئے جائیں تو پوری تقریر میں بھی وہ بیان نہیں کئے جاسکتے۔ اس لئے صرف اسی ایک واقعہ پر اکتفا کرتا ہوں۔

قارئین کرام! اپنوں کے ساتھ، اپنے رشتہ داروں کے ساتھ، اپنے ہم جلیسوں کے ساتھ حُسن سلوک کرنا اور ان کے حقوق کی ادائیگی میں فعّال اور مستعد رہنا یہ تو بعض کے نزدیک ایک فطری امر ہو سکتا ہے لیکن قربان جائیے اس مامور حق پر جس نے اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی دوستوں جیسا سلوک بلکہ دوستوں سے بھی بڑھ کر سلوک کیا۔ وہ دشمن جو آپ پر کفر کے فتوے لگاتے تھے۔ آپ کا نام دجّال اور کذّاب رکھتے تھے آپ کے اُوپر جھوٹے مقدمات دائر کرتے تھے اُن دشمنوں کے ساتھ شفقت کا سلوک کرنا بڑے دل گردہ کا کام ہے۔ یقیناً اس قسم کے بدباطن دشمنوں کے ساتھ حُسن سلوک کرنا ایک مامور من اللہ کا ہی کام ہو سکتا ہے کسی عام انسان کے اندر اتنا وسیع ظرف نہیں ہو سکتا کہ اپنے اشد ترین دشمنوں سے بھی اس قسم کا مشفقانہ سلوک کرے۔ اس تعلق سے چند واقعات سماعت فرمائیں۔

قادیان میں ایک شخص جو سلسلہ کا بہت بڑا دشمن تھا اور اس کی تحریک سے حضرت حکیم الامت اور بعض دوسرے احمدیوں پر خطرناک فوجداری جھوٹا مقدمہ دائر ہوا تھا۔ اور ہمیشہ وہ دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر احمدیوں کو تنگ کیا کرتا تھا اور گالیاں دیتے رہنا تو اس کا ایک معمول تھا۔ عین ان ایام میں جب کہ مقدمات دائر تھے اس کے بھتیجے کی بیوی کے لئے مشک کی ضرورت پڑی اور کسی دوسری جگہ سے یہی نہیں کہ مشک ملتا نہیں تھا بلکہ یہ بہت قیمتی چیز تھی۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دروازے پر گیا اور مشک کا سوال کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کے پکارنے پر فوراً ہی تشریف لے آئے تھے اور اُسے ذرا بھی انتظار میں نہ رکھا۔ اس کا سوال سنتے ہی فوراً اندر تشریف لے گئے اور کہہ گئے ٹھہرو مَیں ابھی لاتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے کوئی نصف تولہ کے قریب مشک لاکر اُس کے حوالہ کر دی۔“

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد دوم صفحہ ۳۰۶ بحوالہ بدر ملینیم نمبر ۲۰۰۰)

اس ضمن میں ایک اور واقعہ پیش کرتا ہوں جس میں دشمن نے سر کو جھکائے چپ سادھ کر آپ علیہ السلام کے حُسن سلوک کا اعتراف کیا۔

یہاں قادیان میں ہی ایک کٹّر قسم کے انسان تھے اور آپ علیہ السلام کی مخالفت میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔ جب آپ علیہ السلام نے منارۃ المسیح کی بنیاد رکھی تو ڈپٹی کمشنر گورداسپور کے پاس شکایت کی گئی کہ اس مینار کی تعمیر روک دی جائے، اور اس کے لئے ایک فضول عذر پیش کیا۔ ڈپٹی کمشنر نے حکومت کے عام طریق کے مطابق یہ شکایت مجسٹریٹ صاحب علاقہ کے پاس رپورٹ کے لئے بھجوادی۔ یہ ڈپٹی صاحب قادیان آئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملے اور مینار کی تعمیر کے متعلق حالات دریافت کئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم نے یہ مینار کوئی سیر و تفریح یا تماشے کے لئے نہیں بنایا بلکہ محض ایک دینی غرض کے لئے بنایا ہے تا کہ ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشگوئی پوری ہو، اور تا ایک بلند جگہ سے اذان کی آواز لوگوں کے کانوں تک پہنچائی جائے، اور روشنی کا انتظام بھی کیا جائے، ورنہ ہمیں اس پر روپیہ خرچ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ ڈپٹی صاحب نے کہا یہ صاحبان بیٹھے ہیں ان کو اس پر اعتراض ہے کہ ہمارے گھروں کی بے پردگی ہوگی۔ حضرت مسیح موعود

علیہ السلام نے فرمایا یہ اعتراض درست نہیں بلکہ ان لوگوں نے محض ہماری مخالفت میں یہ درخواست دی ہے۔ ورنہ بے پردگی کا کوئی سوال نہیں۔اور اگر بالفرض بے پردگی ہے بھی تو وہ ہماری بھی ہے۔ پھر آپ نے اس کٹّر قسم کے انسان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا :-

آپ ان سے پوچھیں کہ کیا کبھی ایسا ہوا کہ میرے لئے ان کو فائدہ پہنچانے کا کوئی موقع پیدا ہوا ہو اور مَیں نے ان کی امداد میں دریغ کیا ہو۔اور پھر ان سے یہ بھی پوچھیں کہ کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ مجھے نقصان پہنچانے کا انہیں کوئی موقع ملا ہو اور یہ نقصان پہنچانے سے رُکے ہوں ؟ '' حافظ روشن علی صاحب بیان کرتے تھے کہ اس وقت یہ کٹّر قسم کے انسان پاس بیٹھے تھے مگر شرم اور ندامت کی وجہ سے انہیں جرأت نہیں ہوئی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جواب دینا تو درکنار حضور کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی دیکھ سکیں۔''

یہ تھے اخلاق ہمارے پیارے آقا سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے، کہ دشمن کو بھی جرأت نہیں ہوئی کہ اشارے سے بھی اس بات کو ظاہر کرے کہ آپ کا سلوک ہمارے ساتھ اچھا نہیں تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ علیہ السلام کا اصول ہی یہی تھا کہ آپ کسی بھی انسان کو چاہے وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہو اور جس حد تک بھی آپ کو تکلیف پہنچانے والا ہو آپ اس کو اپنا دشمن نہیں سمجھتے تھے بلکہ تمام انسانوں کے ساتھ آپ اسی طرح محبت کرتے تھے جس طرح ایک مہربان ماں اپنے بچوں سے محبت کرتی ہے۔ چنانچہ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں :-

'' میں تمام مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں اور آریوں پر یہ بات ظاہر کرتا ہوں کہ دنیا میں کوئی میرا دشمن نہیں ہے۔ میں بنی نوع انسان سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ جیسے ایک والدہ مہربان اپنے بچوں سے کرتی ہے بلکہ اس سے بڑھ کر۔ میں صرف ان باطل عقائد کا دشمن ہوں جن سے سچائی کا خون ہوتا ہے۔انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے اور جھوٹ اور شرک اور ظلم اور ہر ایک بدعملی اور بداخلاقی سے بیزاری میرا اصول۔'' (اربعین نمبر ا صفحہ ۲)

قارئین کرام ! جیسا کہ خاکسار نے عرض کیا محبتوں کا یہ دریا جس کا منبع آپ کا سینہ تھا ہر ایک کے لئے رواں دواں تھا اس میں کسی مذہب وملت کی کوئی تخصیص نہیں تھی ۔ ماں کی ممتا جس طرح اپنے بچوں میں کسی قسم کا امتیاز نہیں کرتی اسی طرح آپ علیہ السلام کی ہمدردی کا جذبہ تمام بنی نوع انسان اور تمام مذاہب کے پیروکاروں کے لئے برابر تھا۔اس میں کسی کالے یا گورے کی تمیز نہیں تھی ۔ اس میں کسی اپنے یا غیر کا امتیاز نہیں تھا۔اس میں کسی امیر یا غریب کی تخصیص نہیں تھی ۔ چنانچہ آپ اپنا اصول بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

'' ہمارا یہ اصول ہے کہ کل بنی نوع کی ہمدردی کرو اگر ایک شخص ایک ہمسایہ ہندو کو دیکھتا ہے کہ اس کے گھر میں آگ لگ گئی ہے اور نہیں اٹھتا کہ تا آگ بجھانے میں مدد دے تو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ مجھ سے نہیں۔اگر ایک شخص ہمارے مریدوں میں سے دیکھتا ہے کہ ایک عیسائی کو کوئی قتل کرتا ہے اور وہ اس کے چھڑانے میں اس کی مدد نہیں کرتا تو میں تمہیں بالکل درست کہتا ہوں کہ وہ ہم میں سے نہیں۔ (سراج منیر بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱۳، صفحہ ۱۲۸)

بتاؤں تمہیں کیا کہ کیا چاہتا ہوں
ہوں بندہ مگر میں خدا چاہتا ہوں
مجھے بیر ہرگز نہیں ہے کسی سے
میں دنیا میں سب کا بھلا چاہتا ہوں

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا دل اپنے وطن میں صلح و آشتی قائم کرنے کے لئے بھی تڑپتا تھا اور بے چین ہوتا تھا۔آپ یہ نہیں دیکھ سکتے تھے کہ ہندوستان میں ہندو مسلم یا دوسرے مذاہب کے لوگ ایک دوسرے کا خون معمولی وجوہات کی بنا پر بہائیں اور گھروں اور بازاروں میں مذہب کے نام پر ناحق خون کی ہولیاں کھیلی جائیں۔ چنانچہ آپؑ نے اپنی آخری تصنیف ''پیغام صلح'' کے ذریعہ اپنے وطن کے لوگوں کے حق کو بھی ادا کر دیا اور بین المذاہب امن و آشتی اور صلح کا بے مثال پیغام پیش فرمایا۔چنانچہ آپ فرماتے ہیں :-

'' اے سامعین ! ہم سب کیا مسلمان اور کیا ہندو باوجود صدہا اختلافات کے اس خدا پر ایمان لانے میں شریک ہیں جو دنیا کا خالق و مالک ہے اور ایسا ہی ہم سب انسان کے نام میں شراکت رکھتے ہیں۔یعنی ہم سب انسان کہلاتے ہیں اور ایسا ہی بباعث ایک ملک کے باشندے ہونے کے ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں۔اس لئے ہمارا فرض ہے کہ صفائے سینہ اور نیک نیتی کے ساتھ ایک دوسرے کے رفیق بن جائیں اور دین و دنیا کی مشکلات میں ایک دوسرے کی ہمدردی کریں اور ایسی ہمدردی کریں کہ گویا ایک دوسرے کے اعضاء بن جائیں۔''

فرماتے ہیں :-

'' اَے ہموطنو ! وہ دین دین نہیں جس میں عام ہمدردی کی تعلیم نہ ہو اور نہ وہ انسان انسان ہے جس میں ہمدردی کا مادہ نہ ہو۔''

(پیغام صلح، روحانی خزائن جلد ۲۳، صفحہ ۱)

قارئین کرام ! خدمت خلق اور حقوق العباد کی ادائیگی کا یہ لازوال نظام جس کی بناء حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ڈالی اور اس کے لئے اپنے بے مثل و مانند نمونے قائم فرمائے یہ نظام اب ابدالآباد تک قائم ودائم رہے گا۔ خدمت خلق کا یہ عظیم الشان کام جس کی بنیاد سیدنا حضرت اقدس حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رکھی ہے یہ کام خلافت احمدیہ کے زیر سایہ وسیع سے وسیع تر ہوتا جا رہا ہے۔ ہمدردی خلائق کا جو کام آپؑ نے تنِ تنہا، انتہائی گمنامی اور کسمپرسی کے عالم میں شروع کیا تھا۔ آج محض اللہ کے فضل سے استطاعت کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ خلافت حقہ کی رہنمائی میں ایک تناور سایہ دار اور مضبوط درخت کی شکل اختیار کرتا جا رہا ہے۔کوئی میدان خدمت خلق کا اب ایسا نہیں جس میں جماعت احمدیہ خلافت کے زیر سایہ حقوق العباد کے فرائض انجام نہیں دیتی یہاں تک کہ ان ممالک میں اللہ کے فضل سے جماعت احمدیہ خدمت انسانیت کے کام میں مصروف عمل ہے جن ممالک میں ہمارے احمدی بھائیوں کا عرصہ حیات تنگ کیا جا رہا ہے ۔ظلم اور ستم کی چکی میں پیسا جا رہا ہے وہاں جماعت احمدیہ سے تعلق رکھنے والے احباب اپنے مقدس امام کی اس نصیحت پر عمل پیرا ہیں کہ ؎

گالیاں سن کے دعا دو پا کے دُکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

خدمت انسانیت کا یہ غیر مسدود سلسلہ بستی بستی، قریہ قریہ، گاؤں گاؤں اور ہر شہر میں بے کس ومحتاج اور ستم زدہ انسانوں کو اپنی آغوش میں سایہ عافیت عطا کر رہا ہے ۔طبی خدمات ہوں یا تعلیمی خدمات ، سماجی خدمات ہوں یا قدرتی آفات ومصائب میں مبتلا دُکھی انسانیت کی خدمت ہو، غرض کوئی بھی ایسا میدان نہیں جہاں دُکھی انسانیت کی خدمت کا موقعہ ہو اور جماعت احمدیہ صف اوّل میں اس خدمت کے جہاد میں مصروف ومشغول نظر نہ آئے۔ خلافت کے زیر سایہ خدمت انسانیت کا یہ جو مستحکم نظام جماعت احمدیہ میں قائم ہے یہ وہی نظام ہے جس کی بنیاد ہمارے آقا سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تعلیم اور اپنے عمل سے رکھی اور آئندہ کے لئے بھی ہمارے لئے یہ لازوال تعلیم پیش فرمائی۔ آپ فرماتے ہیں :-

'' یاد رکھو ہمدردی کا دائرہ میرے نزدیک بہت وسیع ہے۔ کسی قوم اور فرد کو الگ نہ کرے۔ میں آج کل کے جاہلوں کی طرح یہ نہیں کہنا چاہتا کہ تم اپنی ہمدردی کو صرف مسلمانوں سے ہی مخصوص کرو۔ نہیں! مَیں کہتا ہوں کہ تم خدا تعالیٰ کی ساری مخلوق سے ہمدردی کرو۔ خواہ وہ کوئی ہو۔ ہندو ہو یا مسلمان یا کوئی اور۔ میں کبھی ایسے لوگوں کی باتیں پسند نہیں کرتا جو ہمدردی کو صرف اپنی قوم سے مخصوص کرنا چاہتے ہیں۔

(ملفوظات جلد ۴، صفحہ ۲۱۷)

یہ ہے وہ نہ مٹنے والی لازوال تعلیم جس پر جماعت احمدیہ کے خدمت انسانیت کے نظام کی بنیاد ہے اور ہمیشہ رہے گی۔

☆☆☆

صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام
غلبہ اسلام کے آئینہ میں

(مکرم محمد یوسف انور صاحب استاذ جامعہ احمدیہ قادیان)

ارشاد خداوندی ہے :

هُوَالَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدیٰ وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَلَوْ کَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَ۔(الصّف :رکوع۱)

موعود اقوام عالم

: اس آیت قرآن مجید میں ایک موعود اقوام عالم کی پیشگوئی ہے۔ چنانچہ اس آخری زمانے میں ہر مذہب اپنے اپنے رنگ میں اس موعود کا منتظر ہے۔ یہاں یہ ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ سلف صالحین اور مفسرین قرآن شیعہ سنّی نے یہ تسلیم کیا ہے کہ اس آیت میں دینِ حق یعنی اسلام کے دوسرے تمام ادیان پر جس غلبہ کا ذکر پایا جاتا ہے وہ کامل طور پر مسیح موعودؑ اور مہدی معہود کے زمانہ میں ہوگا۔

حضرت امام ابن جریر کہتے ہیں ’’دین اسلام کا غلبہ باقی تمام ادیان پر عیسیٰ ابن مریم کے نزول کے وقت ہوگا‘‘۔

(تفسیر ابن جریر پارہ ۲۸ صفحہ ۱۵۴)

مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید فرماتے ہیں:

’’ظاہراست کہ ابتدائے ظہور دین درزمان پیغمبرؐ بوقوعِ آمدہ واتمام آں از دست حضرت مہدی واقع خواہد گردید‘‘

(منصب امامت صفحہ ۵۶ تفسیر قادری جلد ۲ صفحہ ۵۳۸)

اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے

’’تاکہ غالب کردے اس دین کو علی الدین کلّہ سب دین اور ملّت پر حضرت عیسیٰؑ کے اُترنے کے وقت‘‘

اسی طرح شیعہ صاحبان کی مستند کتابوں میں لکھا ہے:

”انما نَزَلَتْ فی الْقَائم من آل محمد وَهُوالامام الَّذِی لیظهرهُ الله علی الدین کله۔(بحار الانوار جلد ۱۳ صفحہ ۱۲۰۰)

کہ یہ آیت قائم آل محمدؐ یعنی مہدی کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور وہی امام ہے جسے اللہ تعالیٰ سب ادیان پر غلبہ عطا کرے گا۔

تمام مذاہب میں ایک مصلح کے آنے کا وعدہ

۱-ہندو مذہب کی رُو سے شری کرشن جی مہاراج ’’کلکی اوتار‘‘ نیکوں کی حفاظت، گنہگاروں کی سرکوبی اور دھرم کی امامت کے لئے دھارن کریں گے۔

۲-یہودی مذہب کی رُو سے ایک ’’عہد کا رسول‘‘ آئے گا۔

۳-عیسائی مذہب کی رُو سے حضرت یسوع مسیحؑ نئی پیدائش میں آئیں گے۔

۴-مذہب اسلام کی رُو سے امّتِ محمدیہ میں سے حضرت مسیح موعودؑ اور امام مہدی معہود تشریف لائیں گے۔

۵-پارسی مذہب کی رُو سے ایک فارسی الاصل شخص کو پیغمبر بنایا جائے گا۔

۶-سکھ ازم کی رُو سے مسلمانی جامہ میں کرشن جی قاضی بن کر آئیں گے۔

۷-بدھ مذہب کی رُو سے ایک بدھ کا آنا مقدر ہے۔جن کا نام میتر یہ ہوگا۔

چنانچہ خدا تعالیٰ نے اس آخری زمانے میں اپنے وعدہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق اس موعود کو ہندوستان کی سرزمین پنجاب کے قصبہ قادیان میں مبعوث کیا اور اُس نے خدا کے حکم سے یہ اعلان کیا کہ میں ہی وہ مسیح موعود ہوں جس کے بارے میں پہلے سے انبیاء کرام نے خبر دی ہے اور سابقہ کتب میں بھی جس کا ذکر پایا جاتا ہے۔

پیشگوئی: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اس زمانہ (مسیح موعود) میں ایمان ثریا پر بھی چلا گیا ہوگا تو ایک فارسی الاصل انسان اسے دوبارہ دنیا میں لاکر رائج کرے گا۔(صحیح بخاری) خود حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات میں بھی خدا تعالیٰ نے متعدد بار آپ کے اس عظیم الشان کام کا ذکر فرمایا ہے کہ آپ شریعت کو قائم کریں گے اور دین اسلام کو زندہ کریں گے اور اگر ایمان ثریا پر بھی چلا گیا ہوگا تو اسے واپس لائیں گے۔

(تذکرہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

آپؑ فرماتے ہیں:

’’وہ کام جس کے لئے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ خدا میں اور اس کی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقع ہوگئی ہے اس کو دُور کر کے محبت اور اخلاص کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں اور سچائی کے اظہار سے مذہبی جنگوں کا خاتمہ کر کے صلح کی بنیاد ڈالوں اور وہ دینی سچائیاں جو دنیا کی آنکھ سے مخفی ہوگئی ہیں ان کو ظاہر کردوں اور وہ روحانیت جو نفسانی تاریکیوں کے نیچے دب گئی ہے اس کا نمونہ دکھاؤں اور خدا کی طاقتیں جو انسان کے اندر داخل ہوکر توجہ یا دُعا کے ذریعہ سے نمودار ہوتی ہیں حال کے ذریعہ سے نہ محض مقال سے ان کی کیفیت بیان کروں اور سب سے زیادہ یہ کہ وہ خالص اور چمکتی ہوئی توحید جو ہر ایک قسم کی آمیزش سے خالی ہے جو اَب نابود ہو چکی ہے اس کا دوبارہ قوم میں دائمی پودا لگا دوں اور یہ سب کچھ میری قوت سے نہیں ہوگا بلکہ اس خدا کی طاقت سے ہوگا جو آسمان اور زمین کا خدا ہے۔‘‘ (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کیف تهلک اُمَّتِی اَنَا فی اوَّلِهَا وَالمسیح ابن مَرْیَمَ فِی آخِرهَا۔کہ میری امت کیسے ہلاک ہوسکتی ہے کیونکہ اُس کے اوّل میں مَیں ہوں اور اُس کے آخر میں مسیح موعود ہوگا۔

آپؐ نے قوم کے سامنے یہ اعلان کیا۔

قوم کے لوگو ادھر آؤ کہ نکلا آفتاب
وادیٔ ظلمت میں کیا بیٹھے ہو تم لیل ونہار
میں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر
میں ہوں وہ نور خدا جس سے ہوا دن آشکار

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا ثمرہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’مجھے قادر مطلق خدا نے اپنے خاص مکالمہ سے شرف بخشا ہے اور اطلاع دی ہے کہ مَیں ہر ایک مقابلہ میں جو روحانی برکات اور سماوی تائیدات میں کیا جائے تیرے ساتھ ہوں اور تجھ کو غلبہ ہوگا‘‘

(جنگ مقدس صفحہ ۱۳۷-۱۳۸)

نیز فرمایا: ’’مَیں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کا نام لے کر جھوٹ بولنا سخت بدذاتی ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے بزرگ واجب الاطاعت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی دائمی زندگی اور پورے جلال کا یہ ثبوت دیا ہے کہ میں نے اس کی پیروی سے اور اس کی محبت سے آسمانی نشانوں کو اپنے اُوپر اُترتے ہوئے اور دل کو یقین کے نور سے پُر ہوتے ہوئے پایا اور اس قدر نشان غیبی دیکھے کہ ان کھلے کھلے نوروں کے ذریعہ سے مَیں نے خدا کو دیکھ لیا۔‘‘ (تریاق القلوب صفحہ ۵)

ایک اور مقام پر آپ فرماتے ہیں:

’’سو مَیں نے محض خدا کے فضل سے نہ اپنے کسی ہُنر سے اس نعمت سے کامل حصہ پایا ہے جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی اور میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر مَیں اپنے سیّد ومولیٰ فخر الانبیاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی راہوں کی پیروی نہ کرتا۔سو مَیں نے جو کچھ پایا اُس کی پیروی سے پایا اور مَیں سچے اور کامل علم سے جانتا ہوں کہ کوئی انسان بجز پیروی اس نبی کاملؐ کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا۔‘‘

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۲)

اسی طرح فرماتے ہیں:

’’مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اسلام ایسے بدیہی طور پر سچا ہے کہ اگر تمام کفار روئے زمین کے دُعا کرنے کے لئے ایک طرف کھڑے ہوں اور مَیں ایک طرف اکیلا اپنے خدا کی جناب میں کسی امر کے لئے رجوع کروں تو خدا میری ہی تائید کرے گا مگر نہ اس لئے کہ سب سے مَیں ہی بہتر ہوں بلکہ اس لئے کہ مَیں اس کے رسول پر دِلی صدق سے ایمان لایا ہوں۔‘‘

(چشمہ معرفت صفحہ ۳۳۴)

آپؑ نے اس وقت مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا جس وقت مسلم شعراء کچھ یوں رقمطراز تھے۔

حالی کہتے ہیں:

اے خاصۂ خاصانِ رُسل وقت دعا ہے
امّت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے
فریاد ہے اے کشتی امّت کے نگہباں
بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے
کرحق سے دعا امّت مرحوم کے حق میں
خطروں میں بہت جس کا جہاز آکے گھرا ہے

اقبال کہتے ہیں:

یہ دَور اپنے ابراہیمؑ کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لا الہ الا اللہ

اخبار زمیندار لکھتا ہے:

آنے والے آ،زمانے کی امامت کیلئے
مضطرب ہیں تیرے شیدائی زیارت کیلئے

تمنا

بھیج اب امام مہدی کو
یا طریقہ بتا بلانے کا
اے امام الزماں کہاں ہیں آپ
کچھ پتہ دیجئے ٹھکانے کا

جلد آجائیے جو آنا ہے
اب کب آئے گا وقت آنے کا
دیکھئے اِک جہاں ہے مشتاق
آپ کو آنکھوں پر بٹھانے کا

اسلام کی سچائی کا پہلا نشان

بہر حال حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلام کی سچائی کو براہین نیّرہ اور دلائل قطعیہ سے برملا طور پر ثابت کیا اور جس شدّت کے ساتھ اسلام پر دیگر مذاہب کی جانب سے حملے ہو رہے تھے اور بانی اسلامؐ پر جو من گھڑت اعتراضات کئے جارہے تھے آپؑ نے ڈٹ کر ان کا دفاع کیا اور معقول جواب دیا اور انہیں اسلام کی سچائی کا چیلنج دیا۔ ۱۸۸۰ء میں براہین احمدیہ میں دس ہزار روپے کا انعامی چیلنج شائع کرتے ہوئے فرمایا:

’’امابعد سب طالبان حق پر واضح ہو جو مقصود اس کتاب کی تالیف سے جو موسوم بالبراهين الاحمديه على حقيت كتاب الله القرآن و النبوة المحمديه ہے یہ ہے جو دین اسلام کی سچائی کے دلائل اور قرآن مجید کی حقیت کے براہین اور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی صدق رسالت کے وجوہات سب لوگوں پر بوضاحت تمام ظاہر کئے جائیں اور نیز ان سب کو جو اس دین متین اور مقدس کتاب اور برگزیدہ نبی سے منکر ہیں ایسے کامل اور معقول طریق سے ملزم اور لاجواب کیا جائے جو آئندہ ان کو بمقابلہ اسلام کے دم مارنے کی جگہ باقی نہ رہے۔‘‘

(براہین احمدیہ حصہ اوّل صفحہ 23-24 جدید ایڈیشن)

چنانچہ اس انعامی چیلنج کے مقابلہ میں آج تک کوئی بھی مرد میدان نہ بن سکا۔

اسلام کا دوسرا غلبہ

اُس زمانہ میں مسلمان یہ کہہ رہے تھے آج اسلام کرامت والوں سے خالی ہے اب معجزات اور نشانات نظر نہیں آتے ہیں۔

چنانچہ آپؑ نے فرمایا:

کرامت گرچہ بے نام و نشاں است
بیا بنگر ز غلمان محمدؐ

’’میں علانیہ کہتا ہوں کہ اسلام کے سوائے باقی مذاہب مُردہ ہیں صرف اسلام زندہ مذہب ہے۔ جو اپنے اندر خوارق و نشان ساتھ رکھتا ہے۔ جو چاہے دیکھ لے۔ اگر میں نہ دکھا سکوں تو جو سزا چاہیں مجھے دیں۔‘‘

(تقریر جلسہ مذاہب اعظم ۱۹۰۶ء)

غلبۂ اسلام کا عظیم الشان نظارہ

جلسہ مذاہب اعظم لاہور اس امر کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ آپؑ کو قبل از وقت خدا نے یہ اطلاع دی تھی کہ آپؑ کا مضمون سب پر بالا رہے گا۔

دسمبر ۱۸۹۶ء میں بمقام لاہور ایک مذہبی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں پانچ سوال تجویز کئے گئے۔ سب کو اپنے مذہب کی رُو سے جواب دینا تھا۔ ہندو، عیسائی، سکھ، آریہ، یہودی اور اسلام وغیرہ کے نمائندے اپنے اپنے مذہب کے مطابق ان سوالات کا جواب دینے کے لئے شامل ہوئے۔ آپؑ نے اسلامی اصول کی فلاسفی کے نام سے ایک مضمون لکھا جو کہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ نے تمام مجمع میں پڑھ کر سنایا جسے بالاتفاق پسند کیا گیا۔

بہر حال اس وقت یہ اعلان کیا گیا کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا مضمون ہی غالب رہا۔ اس کی خبریں مختلف اخباروں میں شائع ہوتی رہیں جیسے سول ملٹری گزٹ لاہور۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

مجھے خدا نے بشارت دی ہے کہ ’’میں تجھے زمین کے کناروں تک عزّت کے ساتھ شہرت دوں گا اور تیرا ذکر بلند کروں گا۔‘‘

(تذکرہ صفحہ ۱۹۱)

۱۸۹۸ء میں فرمایا: ’’میرے رب نے میری طرف وحی کی اور مجھ سے وعدہ فرمایا کہ وہ میری نصرت فرمائے گا۔ یہاں تک کہ میری دعوت اور میرا سلسلہ زمین کے مشارق و مغارب یعنی زمین کے کناروں تک پہنچ جائے گا۔‘‘ (لجۃ النور)

اسی طرح ۱۹۰۰ء میں اپنی کتاب اربعین میں یہ الٰہی بشارت درج فرمائی:

اِنی حاشِر کُل قوم یا تونک جنذا انّی انرت مکانک تَنْزِیْلٌ مِّن اللّٰہِ العَزِیْزِ الرَّحِیم۔

(تذکرہ صفحہ ۳۲۰)

یعنی میں ہر قوم میں سے گروہ کے گروہ تیری طرف بھیجوں گا۔ مَیں نے تیرے مکان کو روشن کر دیا۔ یعنی دنیا پر ظلمت چھائی ہوئی ہوگی اور ہر قوم اور ہر ملک کی روحانی روشنی چاہنے والی سعید روحیں تیرے مکان کو روشن دیکھ کر روحانی روشنی حاصل کرنے کے لئے گروہ در گروہ تیرے مکان کا قصد کریں گی، امریکہ سے تیرے پاس لوگ آئیں گے یورپ سے بھی آئیں گے۔ افریقہ سے بھی آئیں گے۔ انڈونیشیا سے لوگ آئیں گے۔ چین اور جاپان سے بھی آئیں گے۔ روس سے بھی آئیں گے عرضیکہ ہر برّ اعظم سے اور ہر ملک سے اور ہر قوم سے اور ہر مذہب کے لوگ تیرے مکان میں آکر فروکش ہوں گے۔ اور روحانی نُور سے منور ہوں گے۔ اور فرمایا یہ پیشگوئی کسی انسان کا کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو عزیز اور رحیم ہے، جو ایک دن پورا ہو کر رہے گا۔

(اسلام کا عالمگیر غلبہ صفحہ 20)

یہ پیشگوئی پوری ہوگئی ہے

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس وقت جماعت احمدیہ کے سربراہ حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے ۸ سالہ دور خلافت میں جو بیرونی ممالک میں کامیاب دورے فرمائے ان کے نتیجہ میں جہاں احمدی احباب کے ایمانوں میں ایک تازگی اور ولولہ اور جوش و جذبہ پیدا ہوگیا ہے وہاں غیر از جماعت افراد کو یہ توفیق ملی کہ انہوں نے جماعت سے وابستگی رکھی اور لٹریچرس اور احمدی مبلغین و معلمین سے تبادلہ خیالات کیا اور جماعت احمدیہ میں داخل ہوئے اور اب اس وقت ۱۹۳ ممالک میں جماعت احمدیہ پھیل چکی ہے اور ہر قوم ہر ملک ہر طبقے سے لوگ بڑی تیزی کے ساتھ کثرت سے جماعت میں داخل ہو رہے ہیں اور بین الاقوامی جلسے جو جماعت احمدیہ منعقد کرتی ہے۔ جن میں بذات خود حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز شمولیت فرماتے ہیں۔ اُن جلسوں میں دنیا بھر کے ممالک سے احباب جماعت کثیر تعداد میں شرکت کرتے ہیں۔ اُن میں افریقہ، امریکہ، لندن، جرمنی، کینیڈا اور جاپان، فرانس اور باقی ممالک کے لوگ شامل ہیں۔

پھر خدا تعالیٰ نے اس زمانہ میں جماعت کو ایک اور نعمت ایم ٹی اے انٹرنیشنل کے رنگ میں عطا کی ہے جس کے ذریعہ جماعت کی تربیتی، تبلیغی مساعی کے علاوہ پیارے آقا کے خطبات خطابات اور باقی مجلس علم و عرفان کے پروگرام نشر ہوتے ہیں جس سے ساری دنیا مستفید ہو رہی ہے۔

غیروں کا اعتراف

☆...... جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی کا ذکر کرتے ہوئے پروفیسر غانا یونیورسٹی کالج اپنی کتاب "Christ of Mohammad" میں لکھتے ہیں:

’’غانا کے شمالی حصہ میں رومن کیتھولک کے سوا عیسائیت کے تمام اہم فرقوں نے محمدؐ کے پیروؤں کے لئے میدان خالی کر دیا ہے۔ اشانٹی اور گولڈ کوسٹ کے جنوبی حصوں میں عیسائیت آج کل ترقی کر رہی ہے۔ لیکن جنوب کے بعض حصوں میں خصوصاً ساحل کے ساتھ ساتھ احمدیہ جماعت کو عظیم الشان فتوحات حاصل ہو رہی ہیں۔ یہ خوش کن توقع کہ گولڈ کوسٹ جلد ہی عیسائی بن جائے گا اب معرض خطر میں ہے اور یہ خطرہ ہمارے خیال کی وسعتوں سے کہیں زیادہ عظیم ہے۔ اور یقیناً (بصورت حال) عیسائیت کے لئے کھلا چیلنج ہے۔ تاہم یہ فیصلہ ابھی باقی ہے کہ آئندہ افریقہ میں ہلال کا غلبہ ہوگا یا صلیب کا‘‘۔

(اسلام کا عالمگیر غلبہ صفحہ ۵۳)

☆...... مصر کا مشہور اخبار ’’الفتح‘‘ قاہرہ۔ اپنی اشاعت مورخہ ۲۵ رجمادی الثانی ۱۳۵۱ میں لکھتا ہے:

’’جو شخص بھی ان لوگوں (جماعت احمدیہ: ناقل) کے حیرت انگیز کاموں کو دیکھے گا وہ حیران و ششدر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ کس طرح اس چھوٹی سی جماعت نے اتنا بڑا جہاد کیا ہے جسے کروڑ ہا مسلمان نہیں کر سکے۔ صرف وہی ہیں جو اس راہ میں اپنی جانیں اور اموال خرچ کر رہے ہیں۔‘‘

(ترجمہ از عربی عبارت)

☆...... مشہور آریہ سماجی اخبار ’’تیج‘‘ دہلی ۲۵ رجولائی ۱۹۲۵ء کو لکھتا ہے:

’’تمام مسلمانوں میں سب سے زیادہ ٹھوس اور مؤثر کام کرنے والی طاقت احمدیہ جماعت ہے اور بلا مبالغہ احمدیہ تحریک ایک خوفناک آتش فشاں پہاڑ ہے جو بظاہر اتنا خوفناک معلوم نہیں ہوتا لیکن اس کے اندر ایک تباہ کن اور سیال آگ کھول رہی ہے جس سے بچنے کی کوشش نہ کی گئی تو کسی وقت ہمیں (آریوں) کو جھلس دیگی۔‘‘

☆...... مشہور ہندو اخبار روزنامہ ’’پرتاپ‘‘ لکھتا ہے کہ:

’’احمدی لوگ تمام دنیا کے مسلمانوں میں سب سے زیادہ ٹھوس کام کرنے والے ہیں اور ان کی تبلیغی جدّ و جہد اس وقت ہمیں سب سے زیادہ نقصان پہنچا رہی ہے۔‘‘(بحوالہ تبلیغ اسلام زمین کے کناروں تک)

حضرت مسیح موعودؑ کے الھامات اور موجودہ حالات : صداقت احمدیت کی دلیل {

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بے شمار الہامات اپنی جماعت کی ترقی اور بعض آمدہ مصائب ومشکلات اور مخالفین ومعاندین کے انجام سے متعلق ہوتے رہے۔ ۲۸/اگست ۱۹۰۱ء کی صبح کو حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ:

’’ہمارے مخالف دوقسم کے لوگ ہیں ایک تو مسلمان ملّا مولوی وغیرہ۔ دوسرے عیسائی انگریز وغیرہ۔ دونوں اس مخالفت میں اور اسلام پر ناجائز حملے کرنے میں زیادتی کرتے ہیں۔آج ہمیں ان دونوں قوموں کے متعلق ایک نظارہ دکھایا گیا اور الہام کی صورت پیدا ہوئی مگر اچھی طرح یاد نہیں رہا۔ انگریزوں وغیرہ کے متعلق اس طرح سے تھا کہ ان میں بہت لوگ ہیں جو سچائی کی قدر کریں گے اور ملّا مولویوں وغیرہ کے متعلق یہ تھا کہ ان میں سے اکثر کی قوت مسلوب ہوگئی ہے۔‘‘

(الحکم جلد ۵،صفحہ ٦)

۲/ستمبر ۱۹۰۱ء کوفرمایا:

’’آج ہم نے رؤیا میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا دربار ہے اور ایک مجمع ہے اور اس میں تلواروں کا ذکر ہورہا ہے تو میں نے اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے کہا کہ

سب سے بہتر اور تیز تر وہ تلوار ہے جو تیری تلوار میرے پاس ہے۔اس کے بعد ہمار ی آنکھ کھل گئی ہے اور پھر ہم نہیں سوئے کیونکہ لکھا ہے کہ جب مبشر خواب دیکھو تو اُس کے بعد جہاں تک ہوسکے نہیں سونا چاہئے اور تلوار سے مُراد یہی حربہ ہے جو کہ ہم اس وقت اپنے مخالفوں پر چلا رہے ہیں۔‘‘

(الحکم ۱۹۰۱ جلد ۵ صفحہ ۳۳)

۱۹/اپریل ۱۹۰۴ء کوفرمایا کہ:

میں اپنی جماعت کے لئے اور پھر قادیان کے لئے دعا کر رہا تھا تو یہ الہام ہوا۔

(۱)زندگی کے فیشن سے دُور جا پڑے ہیں

(۲) فَسَحِّقْهُمْ تَسْحِيْقًا۔

ترجمہ پس پیس ڈال اُن کو خوب پیش ڈالنا۔

فرمایا میرے دل میں آیا کہ اس پیس ڈالنے کو میری طرف کیوں منسوب کیا گیا ہے۔ اتنے میں میری نظر اس دعا پر پڑی جو ایک سال ہوا بیت الدعا پر لکھی ہوئی ہے اور وہ دعا یہ ہے یا رب فاسمع دعائی ومَزق اَعْدَآءک وَاَعْدَائی وَاَنْجِزْ وَعْدَکَ وَانْصُر عَبْدک وَاَرِنا اَیَّامَک وَشَهِّرْلَنَا حُسامَکَ وَلَا تَذَرْ مِنَ الْکَافرِیْنَ شَرِیْرًا۔

اس دعا کو دیکھنے اور اس الہام کے معلوم ہونے سے معلوم ہوا کہ یہ میری دعا کی قبولیت کا وقت ہے۔ پھر فرمایا ہمیشہ سے سنّت اللہ اس طرح پر چلی آتی ہے کہ اس کے ماموروں کی راہ میں جو لوگ روک ہوتے ہیں اُن کو ہٹا دیا کرتا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کے بڑے فضل کے دن ہیں۔ان کو دیکھ کر خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان اور یقین بڑھتا ہے کہ وہ کس طرح ان امور کو ظاہر کر رہا ہے۔

(الحکم جلد ۸ نمبر ۱۳- ۲۴/اپریل ۱۹۰۴ء)

۲۰/اپریل ۱۹۰۴ء کو الہام ہوا کہ:

انت مِنّی بِمَنْزِلَةِ لَّا یَعْلَمُهَا الْخَلْقُ۔ اَنْتَ مِنّی بِمَنْزِلَةِ عَرْشِیْ ۔ترجمہ: تو میرے نزدیک وہ مقام رکھتا ہے جس سے تمام مخلوق ناواقف ہے۔تو میرے نزدیک بمنزلہ عرش کے ہے۔

عرش پر آپ نے فرمایا کہ یہ لفظ اس لئے بیان کیا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کی تجلیات جمالی و جلالی کا اتم عرش ہے اور مسیح موعود اتم مظہر صفاتِ جمالیہ کا ہے جو کہ اس وقت ظاہر ہورہی ہیں اور اس لئے کل انبیاء کے ناموں سے مجھے خطاب کیا گیا ہے تا کہ اُن کے کُل صفات کا مظہر تام مَیں ہو جاؤں۔ خدا تعالیٰ صفات محی ممیت برابر کام میں زور سے لگی ہوئی ہیں۔ ایک طرف تو لوگ زندہ ہورہے ہیں اور ایک طرف مر رہے ہیں۔ پس چونکہ ان ایّام میں خدا کی صفات اپنی پوری تجلّی سے کام کر رہی ہے اس مناسبت کے لحاظ سے عرش کہا گیا ہے۔

(البدر جلد ۳ نمبر ۱٦-۱۷/اپریل وکیم مئی ۱۹۰۴ء)

زلزلوں اور سخت تباھی کی پیشگوئیاں

بکثرت زلازل وحوادث کے تعلق میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

’’یاد رہے کہ خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے۔ پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ پیشگوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے ایسا ہی یورپ میں بھی آئے اور نیز ایشیاء میں بھی آئے اور نیز ایشیا کے مختلف مقامات میں آئیں گے۔ اور بعض اُن میں قیامت کا نمونہ ہوں گے اور اس قدر موت ہوگی کہ خون کی نہریں چلیں گی۔ اس موت سے یہ نہ پرند بھی باہر نہیں ہوں گے اور زمین پر اس قدر سخت تباہی آئے گی کہ اس روز سے کہ انسان پیدا ہوا ،ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہوگی اور اکثر مقامات زیروزبر ہو جائیں گے کہ گویا اُن میں بالکل آبادی نہ تھی اور اُس کے ساتھ ہی اور بھی آفات زمین و آسمان میں ہولناک صورت میں پیدا ہونگی یہاں تک کہ ہر عقلمند کی نظر میں وہ باتیں غیر معمولی ہو جائیں گی اور ہیئت اور فلسفہ کی کتابوں کے کسی صفحے میں ان کا پتہ نہیں ملے گا۔ تب انسانوں میں اضطراب پیدا ہوگا کہ یہ کیا ہونے والا ہے اور بہتیرے نجات پائیں گے اور بہتیرے ہلاک ہو جائیں گے۔ وہ دن نزدیک ہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازے پر ہیں کہ دنیا قیامت کا نظارہ دیکھے گی اور نہ صرف زلزلے بلکہ اور بھی ڈرانے والی آفتیں ظاہر ہوں گی۔ کچھ آسمان سے اور کچھ زمین سے۔ یہ اس لئے کہ نوعِ انسان نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی ہے۔ اور تمام دل اور تمام ہمّت اور تمام خیالات سے دنیا پر ہی گر گئے ہیں۔ اگر میں نہ آیا ہوتا تو ان بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدّت سے مخفی تھے ظاہر ہوگئے.... یہ مت خیال کرو کہ امریکہ وغیرہ میں سخت زلزلے آئے اور تمہارا ملک اُن سے محفوظ ہے میں تو دیکھتا ہوں کہ شاید اُن سے زیادہ مصیبت کا منہ دیکھو گے۔ اے یورپ تُو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیاء تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔‘‘

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵٦ تذکرہ صفحہ ۵٦۵)

بین الاقوامی طریق پر جماعت احمدیہ کو نابود کرنے کی سازشیں

جماعت احمدیہ کے وجود میں آتے ہی مخالفین احمدیت نے سرتوڑ کوشش کی کہ اس پودے کو پنپنے نہیں دینا ہے۔ ہر قیمت پر اسے اُکھاڑ پھینکنا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں بڑی شدت کے ساتھ مخالفت ہوئی اور تمام حربے استعمال کئے گئے لیکن آخرکار ان کے حصے میں صرف اور صرف ناکامی اور خجالت نصیب ہوئی۔ بڑے بڑے جیّد علماء اور اکابرین امّت یہاں تک کہ غیر مسلم چوٹی کے لیڈر اور سرغنہ بھی آپؑ کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے تھے مگر خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اور آپؑ کی جماعت کو ان کے ہر شر سے محفوظ رکھا، سچ ہے:-

جو خدا کا ہے اُسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے رُوبہٗ زار ونزار

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا بلکہ پہلے سے بڑھ کر مخالفت تیز ہوتی چلی گئی۔ احرار نے کہا کہ ہم قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجادیں گے مگر خدا تعالیٰ نے ان گیدڑ بھبھکیاں دینے والوں کو عبرتناک سزا دی اور کیفر کردار تک پہنچایا۔ خلافت ثالثہ میں جماعت احمدیہ کو پاکستان میں آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دینے والے حاکم اور اُس کے اہلکاروں کو خدا نے جو سزا دی وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ ذوالفقار علی بھٹو کو تو پھانسی پر لٹکایا گیا جبکہ اس کے اراکین کو جیل میں ڈالا گیا تھا۔

خلافت رابعہ میں جنرل ضیاء الحق نے ایک آرڈی نینس کے تحت احمدیوں کو اُن کے بنیادی حقوق سے محروم کیا اور کلمہ پڑھنے اور مسجد کو مسجد کہنے یہاں تک کہ اذان دینے سے روکا گیا۔ احمدی مساجد سے کلمہ طیبہ کو حکام نے پولیس کے ذریعہ سے مٹایا۔ ضیاء الحق کو خدا نے اس مکروہ اور غیر اسلامی حرکات پر جو عبرتناک سزا دی، دنیا اُسے بخوبی جانتی ہے بلکہ پاکستان میں احمدیوں کو جس قدر ستایا گیا، تنگ کیا گیا، شہید کیا گیا اور جیلوں میں بند کیا گیا اللہ تعالیٰ نے آخرکار اپنی غیرت دکھلائی اور اس وقت جو حالات پاکستان کے ہیں وہ سب کی نظروں کے سامنے ہیں۔

خوں شہیدان امّت کا اے کم نظر
رائیگاں کب گیا تھا کہ اب جائے گا
ہر شہادت تیرے دیکھتے دیکھتے
پھول پھل جائے گی پھول پھل لائے گی

اللہ تعالیٰ سعید روحوں کو جلد از جلد آغوش احمدیت میں آنے کی توفیق عطا فرمائے ۔آمین۔

احمدیہ مسلم جماعت بھارت کی سماجی خدمات

(ادارہ)

معزز بھائیو! آج سائنس اور ٹیکنالوجی کا زمانہ ہے۔ ہر لحاظ سے ترقی ہو رہی ہے اور فاصلے سمٹتے جا رہے ہیں۔لیکن انسان خدا سے دور ہوتا جا رہا ہے اور تباہی کی طرف جا رہا ہے۔خدا تعالی کی شناخت کے لئے ہر زمانہ میں انبیا تشریف لاتے رہے ہیں اور لوگوں کو خدا کے قریب کرتے رہے ہیں ۔اس زمانہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام خدا کی طرف سے دنیا کی اصلاح کے لئے تشریف لائے ۔آپ نے اس زمانہ میں خدا سے قریب ہونے کی راہ دکھائی اور بنی نوع انسان کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کی طرف توجہ دلائی۔آج کی بدامنی خدا سے دوری کی وجہ سے ہے۔جماعت احمدیہ کا یہی پیغام ہے کہ خدا کے بندوں سے ہمدردی کے بغیر خدا سے تعلق بھی قائم نہیں ہوسکتا ۔خدا والا انسان خدا کے بندوں سے دشمنی نہیں کرسکتا۔

پیارے بھائیو! مسلم جماعت احمدیہ کی بنیاد حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے باذن الٰہی 1889ء میں پنجاب کے مشہور شہر لدھیانہ میں رکھی۔ جماعت احمدیہ شروع سے ہی اپنی پرامن تعلیم اور صلح پسند رویہ کی وجہ سے مشہور ہے۔اور مختلف قوموں اور ملکوں اور مذاہب کے لاکھوں انسانوں نے اس جماعت میں شامل ہوکر اخلاق اور روحانیت میں بہت بلند مقام حاصل کیا ہے۔ یہ جماعت جہاں بنی نوع انسان کا خدا تعالی سے تعلق قائم کرانے میں کوشاں ہے وہاں جماعت احمدیہ اپنے وطن عزیز ہندوستان اور اپنے سماج کی خدمات بھی نمایاں رنگ میں کررہی ہی۔

انسان سے ہمدردی کی پاکیزہ تعلیم:

احمدیہ مسلم جماعت کے بانی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعودؑ نے اپنے اعلی اخلاق اور اعمال کے ذریعہ بنی نوع انسان کی خدمت کی۔ آپ نے اپنی زندگی میں بلا لحاظ مذہب وملت انسانیت کی مختلف اوقات میں خدمات بجالائیں۔آپؑ کی زندگی بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے وقف تھی۔آپ ہر دم ہر کس و ناکس کی تکلیف کو دور کرنے کیلئے کوشاں رہتے تھے۔آپ نے اپنے ماننے والوں کو یہ پاکیزہ تعلیم دی کہ:

”:ہمارا یہ اصول ہے کہ کل بنی نوع انسان سے ہمدردی کرو اگر ایک شخص ایک ہمسایہ ہندو کو دیکھتا ہے کہ اسکے گھر میں آگ لگ گئی ہے اور نہیں اُٹھتا کہ تا آگ بجھانے میں مدد دے تو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ مجھ سے نہیں ہے۔اگر ایک شخص ہمارے مریدوں میں سے دیکھتا ہے کہ ایک عیسائی کو کوئی قتل کرتا ہے اور اسکے چھڑانے میں اسکی مدد نہیں کرتا ہے تو میں تمہیں بالکل درست کہتا ہوں کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ ......باایں ہمہ نوع انسان کی ہمدردی ہمارا حق ہے۔“

(سراج منیر، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 128)

اسی طرح فرماتے ہیں :ہم سب کیا مسلمان اور کیا ہندو باوجود صدہا اختلافات کے اس خدا پر ایمان لانے میں شریک ہیں جو دُنیا کا خالق اور مالک ہے اور ایسا ہی ہم سب انسان کے نام میں شراکت رکھتے ہیں یعنی ہم انسان کہلاتے ہیں اور ایسا ہی بباعث ایک ہی ملک کے باشندہ ہونے کے ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں اس لئے ہمارا فرض ہے کہ صفائے سینہ اور نیک نیتی کے ساتھ ایک دوسرے کے رفیق بن جائیں ۔اور دین اور دنیا کی مشکلات میں ایک دوسرے کی ہمدردی کریں اور ایسی ہمدردی کریں کہ گویا ایک دوسرے کے اعضاء بن جائیں۔

فرماتے ہیں :اے ہم وطنوں!وہ دین دین نہیں جسمیں عام ہمدردی کی تعلیم نہ ہو اور نہ وہ انسان انسان ہے جسمیں ہمدردی کا مادہ نہ ہو

(روحانی خزائن، پیغام صلح)

اسی طرح جماعت احمدیہ میں شریک ہونے کے لئے بانی جماعت احمدیہ نے جو بنیادی شرائط رکھیں ہیں ان میں سے ایک شرط ہی خدمت خلق سے تعلق رکھتی ہے ۔ آپ فرماتے ہیں۔

”یہ کہ عام خلق اللہ کی خدمت میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔“

جماعت احمدیہ دیش سیوا کے میدان میں:

جماعت احمدیہ اپنے قیام سے لیکر آج تک ملک کی وفادار اور خدمت گزار رہی ہے۔ملک عزیز پر جب کبھی کسی طرح کی مشکل آئی جماعت نے اپنی طاقت سے بڑھ کر اپنا تن، من، دھن وطن کے لئے قربان کیا ہے۔جماعت کی دیش سیوا کا اقرار ہندوستان کے مؤقر دانشوروں نے کیا ہے۔جماعت احمدیہ کی حکومت وقت کے ساتھ وفا شعاری کے متعلق سردار دیوان سنگھ ایڈیٹر صاحب ریاست فرماتے ہیں:

”احمدی جماعت مذہباً اور اصولاً حکومتِ وقت کی وفا شعار ہے۔ اس جماعت کے بانی نے اپنی امت کے لئے یہ لازمی قرار دیا ہے کہ حکومتِ وقت کی وفا شعار رہے، جو احمدی ہندوستان میں ہیں قولاً اور فعلاً ہندوستان کی موجودہ گورنمنٹ کے وفا شعار ہیں اور جو احمدی پاکستان میں ہیں وہ پاکستانی گورنمٹ کے اخلاص کے ساتھ وفا شعار ہیں ان لوگوں کی وفا شعاری پر شک کرنا صداقت پر پردہ ڈالنا ہے۔“

(اخبار ریاست 25 مئی 1953ء)

اسی طرح مشہور جرنلسٹ جسونت سنگھ صاحب لکھتے ہیں:”سیاسی لحاظ سے جماعت احمدیہ کا یہ اصول اور طریق ہے کہ احمدی جس ملک یا علاقہ میں رہتے ہیں وہاں کی قائم شدہ حکومت کے وفادار ہوتے ہیں اور ہر رنگ میں ملک کے قانون اور دستور کی اطاعت کرتے ہیں یہ بات ان کے بنیادی اصول اور مذہبی عقیدہ میں شامل ہے کہ وہ حکومت کے ساتھ تعاون کریں۔ اور کسی صورت میں بھی سٹرائیک (ہڑتال) تحریک عدم تعاون یا کسی بغاوت یا غیر قانونی کاروائی میں شامل نہ ہوں۔“

(”ہندوستان ٹائمز“ 25 دسمبر 1951ء)

ملکی فسادات کو روکنے میں جماعت احمدیہ کی خدمات:

پیارے بھائیو! کسی ملک کو اتنا نقصان جنگ سے نہیں پہنچتا جتنا کہ ملک میں فسادات کے نتیجہ میں نقصان ہوتا ہے۔ جماعت احمدیہ ہمیشہ فسادات کے خلاف ہے ۔اور جماعت ہمیشہ اس مقصد کو مدنظر رکھتی ہے کہ ملک میں امن قائم رے ۔ ملک کے تمام باشندے آپس میں پیار اور محبت سے رہیں ۔ جماعت احمدیہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے ہندوستان میں فسادات کو روکنے کے لئے 1908ء میں ایک پیاری کتاب پیغام صلح لکھی ۔آپ نے اس کتاب میں ملک کی دو بڑی قوموں کو آپسی اختلاف دور کر کے اتفاق سے رہنے کی تلقین فرمائی۔آپ فرماتے ہیں:

”اتفاق ایک ایسی چیز ہے کہ وہ بلائیں جو کسی طرح دور نہیں ہوسکتیں اور وہ مشکلات جو کسی تدبیر سے حل نہیں ہوسکتیں وہ اتفاق سے حل ہو جاتی ہیں .... فرمایا :اب تو ہندو مسلمان کا باہم چولی دامن کا ساتھ ہو رہا ہے۔اگر ایک پر کوئی تباہی آوے تو دوسرا بھی اسمیں شریک ہو جائے گا۔اگر کوئی اسمیں سے اپنے پڑوسی کی ہمدردی میں قاصر رہے گا تو اس کا نقصان وہ آپ بھی اُٹھائے گا۔جو شخص تم دونوں قوموں میں سے دوسری قوم کی تباہی کی فکر میں ہے اس کی اس شخص کی مثال ہے جو ایک شاخ پر بیٹھ کر اس کو کاٹتا ہے۔“ (پیغام صلح)

جماعت احمدیہ شروعات سے اس اصول پر قائم ہے۔ جماعت کی اس عمدہ تعلیم اور احسن عمل کا اقرار کرتے ہوئے پروفیسر شیر سنگھ صاحب ایم۔ایس۔سی لکھتے ہیں:

”احمدیوں کو یہ فخر حاصل ہے کہ ان کے بانی نے سب مذاہب کا یکساں عزت واحترام کیا اور منتشر انسانی دلوں کو یکجا کرنے کی کوشش کی۔ یہ امر اس دفتر زیارت کے کمرے میں داخل ہونے سے ہی ثابت ہو جاتا ہے۔ اس کمرہ میں دیواروں سے لٹکائے ہوئے چارٹ ہر مذہب کی آراء اور خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ احمدی یکجہتی اور اتحاد میں کمال حاصل کر چکے ہیں اور پاکستان بننے کے باوجود اپنے اس مادر وطن، اپنے مذہب کی جائے افتتاح میں خوش باش اور اعتناد سے لبریز نظر آتے ہیں۔ ان سے مل کر یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان لوگوں میں مجموئی طور پر انسان سے پیار اور محبت کا جذبہ موجود ہے۔خواہ وہ کسی بھی مذہب وملت کا ہو۔ یہ آثار بین الاقومی ترقی کہ لئے بہت موزوں ہے۔جس مذہب میں یہ باتیں ہوں اور خاص کر عمل کی زندگی میں ڈھل چکی ہوں وہ مذہب دن دگنی رات چگنی ترقی کرتا ہے اور میری آرزو ہے کہ ہر مذہب کے پیروکاروں میں یہ خیال عمل میں آنا چاہئے۔“

یہی ہے عبادت یہی دین وایمان

کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

(اخبار بدر قادیان 14 جولائی 1954ء)

جماعت احمدیہ فساد زدگان کی خدمت کے میدان میں:

جماعت احمدیہ جہاں فسادات سے دور رہتی ہے وہاں جماعت کی ایک خوبی یہ ہے کہ ملک بھر میں جہاں کہیں بھی فسادات ہوئے ہیں، جماعت احمدیہ نے بلا امتیاز ہندو مسلم فساد سے متاثر لوگوں کی امداد کی۔ یہ مدد ودوائیاں، روپیہ پیسہ اور انسانی ہمدردی کی شکل میں ہوتی رہی ہے۔ اس ضمن میں چند ایک فساد زدگان کی خدمات کے واقعات پیش خدمت ہیں:

(1) 24 اکتوبر 1989ء کو بہار میں شدید فسادات رونما ہوئے خاص کر بھاگلپور میں کئی سہاگ اُجڑے اور بہت بچے یتیم ہو گئے۔ جماعت احمدیہ نے وہاں علاقے کا جائزہ لیا اور جانی و مالی نقصان کا جائزہ لیکر تفصیلی رپورٹ جماعت احمدیہ کے سربراہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ کی خدمت میں پیش کی آپ نے ازراہ شفقت وہاں دو کالونیاں تعمیر کرنے کی ہدایت فرمائی۔ چنانچہ طاہر کالونی مسلمان متاثرین کو اور کرشن کالونی ہندو متاثرین کو دے دی گئی۔ (اخبار بدر)

(2) 6 دسمبر 1992ء کو ایک تاریخی مسجد کو شہید کر دیا گیا جسکی وجہ سے ملک بھر میں فسادات ہوئے اور کافی جانی و مالی نقصان ہوا۔ خاصکر ممبئی میں لوگ شہر چھوڑ کو بھاگ گئے۔ ایسے وقت میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی طرف سے مصیبت زدگان کی فوری امداد کی ہدایت موصول ہوئی۔ جسکی تعمیل میں جماعت ممبئی نے کئی مقامات پر اپنے امدادی کیمپ لگائے۔ کھانے پینے کی اشیاء کے ساتھ ساتھ گھروں کا ضروری سامان بھی تقسیم کیا گیا اور بے گھر ہو جانے والوں کو مکان بھی بنا کر دیئے گئے۔ جماعت کی اس خدمت انسانیت کا اعتراف کرتے ہوئے اخبار ہندوستان اُردو نے لکھا:

”فساد زدگان کی خدمت کے لئے جماعت احمدیہ کی طرف سے ریلیف کمیٹی قائم کی گئی ہے جہاں سے مختلف کیمپوں میں مدد پہنچائی جارہی ہے۔ اس کے لئے یہ طریق اختیار کیا کہ خود جائزہ لیا گیا جس میں جس چیز کی ضرورت تھی مثلاً کھانے پینے کی اشیاء اوڑھنے کے لئے کمبل، برتن نیز ادویات مہیا کی گئیں اور ابھی بھی کام جاری ہے۔ احمدی ریلیف کمیٹی کی طرف سے ایسے افراد کو جو بالکل خالی ہاتھ ہو گئے تھے اور اپنے وطن واپس جانا چاہتے تھے کثیر تعداد میں ٹکٹیں خرید کر دی گئیں کیمپوں میں ایسی عورتیں جو اُمید سے تھیں اُن کے نرسنگ ہوم میں داخلے اور اخراجات کا انتظام کیا گیا احمدیہ ریلیف کمیٹی کا ارادہ ہے کہ بعض لوگوں کو گھر بھی بنا کر دئے جائیں جس کے لئے جائزہ لیا جارہا ہے۔“

(روزنامہ ہندوستان اردو 24 جنوری 1993ء صفحہ 2)

(3) بمبئی فسادات کے موقع پر جماعت کی خدمت انسایت کا ذکر گجراتی زبان کے کثیر الاشاعت اخبار ’جنم بھومی‘ نے اس ہیڈنگ کے تحت کیا ”احمدیہ مشن کے ذریعہ ہندو مسلم کی تمیز کے بغیر فساد زدگان کو امداد“۔ اخبار لکھتا ہے:

”نامہ نگار بمبئی شہر میں ہوئے حالیہ فسادات کے فساد زدگان کو بلا تمیز مذہب وملت لندن میں مقیم جماعت کے خلیفہ مرزا طاہر احمد صاحب کے حکم سے بمبئی مشن کے انچارج نے راحت پہنچائی۔

گذشتہ مہینے علاقہ دھاراوی کے گنیشو دھیا مندر میں 35 ہندو اور 15 مسلم گھرانوں میں راحت کا سامان تقسیم کیا گیا اس موقع پر شمالی بمبئی کے ممبر پارلیمنٹ رام نائک صاحب رمیش مڈیکر صاحب اور جماعت احمدیہ بمبئی کے صدر موجود تھے۔ اس طرح بمبئی سینٹرل دھوبی گھاٹ۔ سات راستہ۔ مراٹھا مندر کے علاقوں کے فساد زدگان کو احمدیہ مشن پروائی ایم سی اے کے جنرل مینجر جیکب ابراہام اور یُوجنتا دل کے صدر نسیم صدیق صاحب کی موجودگی میں 12 ہندوؤں اور 37 مسلم گھرانوں کو راحتی سامان دیا گیا اسی طرح ان کی طرف سے ایک ایسا ہی پروگرام دھاراوی کے علاقہ بھگت نگر میں ہوا جہاں مہمان خصوصی جناب گووردھن چوہان تھے اُنکی موجودگی میں 11 ہندو اور 44 مسلم گھرانوں میں سامان تقسیم کیا گیا۔ اس کے علاوہ وڈالہ، پٹھان واڑی، ملاڈ، باندرہ پلاٹ، جوگیشوری، ملت نگر، اندھیری، مدن پورہ کے علاقے میں راحت کا سامان تقسیم کیا۔

اسی طرح جماعت احمدیہ نے قومی یکجہتی کے پیش نظر بھاگلپور فساد سے متاثرہ لوگوں کے لئے 1989ء میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے لئے دو کالونیاں تعمیر کیں جن میں سے ایک نام طاہر نگر دوسری کا نام کرشن نگر ہے۔“

(روزنامہ جنم بھومی گجراتی 8 فروری 1993 صفحہ 6)

جماعت احمدیہ زلازل کے وقت سماجی خدمت کے میدان میں:

جماعت احمدیہ دنیا میں کہیں پر بھی مصیبت آئے خدمت خلق کے لئے تیار رہتی ہے۔ قدرتی مصیبت کے کئی روپ ہوتے ہیں۔ جماعت احمدیہ ہر میدان میں خدمت کے لئے تیار رہتی ہے۔ ہندستان میں یا ہندوستان کے باہر جہاں کہیں انسانیت مشکل میں پڑ جاتی ہے جماعت اس کی مدد کے لئے تیار رہتی ہے۔ کچھ مثالیں پیش خدمت ہیں:

(1) 1990ء میں ایران میں ایک شدید زلزلہ آیا ہزاروں لوگ لقمہ اجل بن گئے جماعت احمدیہ نے اس مصیبت کے موقع پر اپنی روایت کے مطابق فوراً ایران حکومت کو دو لاکھ بیس ہزار روپے کی امداد بہم پہنچائی۔ اس کا شکریہ ایرانی سفیر مقیم دہلی نے ان الفاظ میں کیا:

” جماعت احمدیہ کی اس بہترین خدمت کا جو زلزلہ کے تعلق میں کی گئی ہم تہ دل سے شکر ادا کرتے ہیں۔ اور ہمارا یہ شکریہ جماعت کے سربراہ اور افراد جماعت کو پہنچا دیا جائے۔ “

(اخبار بدر 23 نومبر 2000ء صفحہ 138)

”احمدیہ جماعت زلزلہ سے متاثرین کو 10 لاکھ روپے کی اشیاء دے گی“

(2) روزنامہ دینک جاگرن جالندھر 1 فروری 2001ء نے جماعت احمدیہ کی گجرات میں زلزلہ کے موقع پر کی جانے والی انسانیت کی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے مندرجہ بالہ سرخی کا ساتھ لکھا کہ:

” گزشتہ دنوں گجرات میں آئے خوفناک زلزلہ سے تقریباً ایک لاکھ سے زائد موتیں ہوئیں اور لاکھوں زخمی ہوئے۔۔۔۔ احمدیہ جماعت بھارت کے مرکز قادیان سے گجرات کے زلزلہ سے متاثرین کی خدمت کے لئے ایک ٹیم روانہ ہوگئی ہے۔ اس ٹیم میں ایلو پیتھی، ہومیو پیتھی ڈاکٹر، مجلس خدام الاحمدیہ کے نوجوان، کھانے پینے کی اشیاء، ٹینٹ وغیرہ لیکر کل صبح 10 بجے روانہ ہو گئے۔ ٹیم وہاں پہنچ کر سب سے پہلے اُن علاقوں میں پہنچے گی جہاں ابھی تک کوئی دوسری امدادی ٹیمیں نہیں پہنچی ہیں۔۔۔۔۔ یہ ٹیم 10 لاکھ روپے سے زیادہ روپے کی اشیاء لے کر روانہ ہوئی ہے۔ بھارت کے دوسرے صوبوں سے بھی احمدی ڈاکٹروں اور خدام کی ٹیموں کو تیار رہنے کے لئے کہا گیا ہے۔ قابل ذکر ہے کہ قریب کے علاقوں سے پہلے ہی مجلس خدام الاحمدیہ کے خدام زلزلہ سے متاثرین کی مدد کے لئے رات دن ایک کئے ہوئے ہیں۔ احمدیہ ہسپتال کے S.M.O ڈاکٹر طارق احمد صاحب نے رپوٹروں کو بتایا کہ احمدیہ ہسپتال کے آدمی اور ایک ایمبولینس اس کام میں جٹی ہوئی ہے۔ مکرم برہان احمد ظفر نگران نے رپوٹروں بتایا کہ ہمارے کام کرنے کا طریق اس طرح ہے کہ پہلے سے کام کر رہی ٹیموں کو کچھ دن بعد واپس بھیج دیا جائے گا اور ان کے بدلہ میں دوسری ٹیموں کو بھیج دیا جائے گا۔ ضرورت پڑنے پر جماعت احمدیہ کے ذریعہ اور بھی روپیہ خرچ کیا جائے گا۔ زلزہ سے متاثرین کو خوں، ٹینٹ، کمبل، اور دوائیاں وغیرہ دی جارہی ہیں۔ “

(روزنامہ دینک جاگرن جالندھر 1 فروری 2001ء)

(3) مہاراشٹر علاقہ عثمان آباد اور لاتور میں سخت زلزلہ آیا حیدر آباد سے ایک ٹیم فوری طور پر ریلیف کا سامان لیکر وہاں پہنچی جس میں ڈاکٹر بھی موجود تھے وہاں کے متاثرین کے لئے جماعت نے دو لاکھ روپئے عزت ماب وزیر اعظم نرسمہا راؤ کی خدمت میں پیش کئے۔

(4) اسی طرح 2006ء میں کشمیر میں آئے تباہ کن زلزلہ میں جماعت احمدیہ نے لاکھوں روپے کی مالی امداد کی۔ اور زلزلہ کے متاظریں کو ہر ممکن مدد کی۔ نیز حالیہ لداخ کے علاقہ میں بادل پھٹ جانے سے ہزاروں جانوں کا نقصان ہوا، جماعت احمدیہ اس مصیبت کے وقت میں اپنے بھائیوں کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر کھڑی ہوئی ہے۔

جماعت احمدیہ سیلاب کے وقت سماجی خدمت کے میدان میں:

سورۃ بنی اسرائیل آیت 59 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روئے زمین میں کوئی ایسی بستی نہیں ہوگی جسے ہم قیامت کے دن سے پہلے ہلاک نہ کر دیں یا اُسے بہت سخت عذاب نہ دیں۔ یہ بات تقدیر الٰہی میں پہلے سے لکھی ہوئی

ہے۔قرآن کریم کے اس فرمان کے تحت دُنیا میں آباد مختلف بستیاں وقتاً فوقتاً الٹائی جاتی ہیں کہیں زلازل اپنا رنگ دکھاتے ہیں تو کہیں سیلاب وسونامی۔ایسی حالت میں نوع انسان ہمدردی کی مستحق ہوتی ہے۔ہندوستان ہو یا ہندوستان سے باہر کی دُنیا۔جماعت احمدیہ ہر وقت اپنے آپ کو خدمت انسانیت کے لئے پیش کرتی رہی ہے۔جماعت احمدیہ بھارت کی تاریخ اس بات پر گواہ ہے۔تقسیم ملک کے بعد ابھی چھ یا سات سال گزرے ہونگے کہ 1955ء میں پنجاب کے مختلف اضلاع بھیانک سیلاب کی چپیٹ میں آگئے۔قادیان میں اس وقت 500 کے قریب احمدی مقیم تھے، وہ بھی اس سے متاثر ہوئے، مگر اپنے نقصان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ان لوگوں نے اپنی گیہوں چاول اور اشیاء خوردنی بلا کسی مذہبی تفریق کہ سیلاب سے متاثرین میں تقسیم کر دی۔ان احمدیوں کو اپنے سے زیادہ دوسروں کی فکر دامن گیر ہوئی اور انہوں نے قادیان سے باہر نکل کر نوع انسان کی خدمت کا بہترین نمونہ پیش کیا۔اس بات کا ذکر کرتے ہوئے علاقہ کے معزز سرادر بشن سنگھ صاحب نائب تحصیلدار علاقہ بیٹ (بیاس تحریر) نے ان الفاظ میں کیا:

”میں علاقہ بیٹ کے سیلاب زدہ مختلف دیہاتوں سے مورخہ 26.3.1955 کو تقسیم گرانٹ کی غرض سے آرہا ہوں۔مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی ہے کہ جماعت احمدیہ قادیان کے بجن کئی دنوں سے دیہاتوں میں طبّی اور دیگر امداد کا کام بڑی سرگرمی اور شوق سے کر رہے ہیں جماعت کی طرف سے موضع پھیرو چچی میں ایک ریلیف کیمپ بھی کھلا ہے۔جہاں بیماروں اور مصیبت زدگان کی ہر طرح امداد کی جاتی ہے احمدی نوجوانوں کی امدادی پارٹیاں ادویات، پرہیزی، راشن اور کپڑے وغیرہ لے کر خود مختلف سیلاب زدہ دیہاتوں میں امداد کر رہی ہے۔مجھے اس بات کے اظہار سے خوشی ہے کہ جو پبلیک سیوا کا کام قادیان کے احمدی پوری ہمدردی اور خدمت کے جذبہ کے ساتھ سرانجام دے رہے ہیں، اس سے علاقہ بیٹ کے مصیبت زدگان جنتا کو بہت آرام پہنچے گا۔“

(اخبار بدر قادیان 14 نومبر 1954)

احمدیوں کی خدمات کا اقرار کرتے ہوئے جناب پنڈت گورکھ ناتھ شرما صاحب ایم۔ایل۔اے صدر کانگریس کمیٹی گورداسپور کا بیان ہے کہ:

”سیلاب کی شکل میں اس قدرتی قہر کا مقابلہ کرتے ہوئے جہاں باقی سیلاب زدہ حلقوں میں مختلف سبھا، سوسائیٹیوں کے ذریعہ ریلیف کا کام ہوا وہاں یہ بات کافی سراہنہ کے قابل ہے کہ جماعت احمدیہ نے بھی اپنی گزشتہ روایات کے مطابق علاقہ بیٹ بیاس پھیرو چچی میں اپنا ریلیف کیمپ قائم کر کے گردونواح کے سیلاب زدہ لوگوں کو محنت اور ہمدردی سے امداد بہم پہنچائی۔جماعت کی طرف سے نیشنل سپریٹ کے ساتھ جہاں دیہات میں آٹا، کپڑے اور ادویہ سے لوگوں کی مدد کی گئی وہاں قادیان میں بھی خاص مستحقین کو نقد مالی امداد دی گئی اور احمدی ایک مشنری اسپرٹ اور خدمت خلق کے جذبہ کے ماتحت بعض بے آسرا اور نحیف سجنوں کے مکان کی مرمت اپنے ذمہ لے رہے ہیں۔

جماعت احمدیہ کا یہ کام جہاں قابل ستائش ہے وہاں میں باقی جماعتوں سے بھی توقع رکھتا ہوں کہ ایسے آڑے وقت میں مصیبت زدگان کی تکالیف کو دور کرنے میں کوشش کر کے اپنا فرض ادا کریں۔“

(اخبار قادیان مورخہ 21 نومبر 1955ء)

1973ء میں سیلاب کے باعث مشرقی ومغربی پاکستان کے سیلاب زدگان کے لئے متعدد مواقع پر بیت المال سے معقول رقوم فراہم کی گئیں۔

1991ء میں اُڑیسہ سورو، بھدرک کا علاقہ فسادات کی لپیٹ میں آیا اور کئی دیہات اس کی زد میں آگئے۔چنانچہ جماعت احمدیہ نے متاثرین کے لئے چار لاکھ پچیس ہزار روپئے کی امداد کی۔اس موقع پر ہندو مسلمان دونوں کو مدد دی گئی۔

1992ء میں قادیان کا علاقہ خطرناک قسمکے سیلاب کی زد میں آیا۔یہ آسانی آفت اسقدر آناً فاناً تھی کہ کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔جس کے نتیجہ میں بہت سے لوگ پانی میں بہہ گئے بے تحاشہ مال کا نقصان ہوا۔ایسی مصیبت کی گھڑی میں جماعت احمدیہ قادیان نے لنگر خانہ حضرت مسیح موعودؑ جاری کیا اور بلا لحاظ مذہب وملت 5 یام تک لوگوں کو کھانا دیا جاتا رہا اور لوگوں کو محفوظ مقامات تک پہنچایا گیا جہاں تک بس چل سکتا تھا خداداد طاقتوں سے بنی نوع انسان کی خدمت کی گئی اور سات لاکھ روپئے تقسیم کئے گئے۔

جماعت احمدیہ کی تعلیم کے میدان میں خدمات:

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ ابتداء ہی سے تعلیمی میدان میں بڑھ چڑھ کر انسانی خدمت بجا لا رہی ہے۔ابتداء میں قادیان میں تعلیم الاسلام ہائی اسکول کھولا گیا پھر نصرت گرلز سکول کھولا گیا۔یہ دونوں اسکول میٹرک تک ہیں۔ان میں طلباء وطالبات کو مفت تعلیم دی جا رہی ہے۔اس وقت قادیان میں عربی کالج ہے جسمیں سارے ہندوستان کے احمدی طلباء مفت تعلیم حاصل کرتے ہیں اسکے علاوہ جامعۃ المبشرین کے نام سے بھی جامعہ ہے جس میں معلمین تیار کئے جاتے ہیں اور مفت تعلیم دی جاتی ہے۔نصرت گرلز کالج میں بچیاں فری تعلیم حاصل کرتی ہیں۔ایک وقف نو انگریزی پرائمری اسکول بھی ہے۔اس کے علاوہ اس وقت جموں کشمیر میں پانچ مقامات پر جماعت احمدیہ کے اسکول کالج چل رہے ہیں۔ناصر آباد میں 2+ تک ہے جسمیں 700 بچے مفت تعلیم حاصل کرتے ہیں۔آسنور میں میٹرک یاری پورہ میں میٹرک جبکہ یاری پورہ گاؤں میں مڈل اسکول اور چارکوٹ میں بھی ایک اسکول ہے نیز کیرالہ، اُڑیسہ، بنگال میں بھی جماعت کے اسکول چل رہے ہیں۔جہاں طلباء مفت تعلیم حاصل کرتے ہیں۔قادیان سے ان مدارس کو معقول گرانٹ دی جاتی ہے۔یاد رہے ان تعلیمی اداروں میں احمدیوں سے زیادہ غیر از جماعت اور دوسرے مذاہب کے بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں۔اور غیر از جماعت اسٹاف بھی ہے۔بھارت کے تمام صوبوں میں اس وقت جماعت کیہزاروں مبلغ ومعلم شہروں دیہاتوں میں پسماندہ علاقوں میں جا کر دینی تعلیم کے ساتھ جہاں ضرورت ہو وہاں دنیاوی تعلیم بھی دینے کی خدمات بجا لا رہے ہیں۔چنانچہ جلسہ سالانہ 2004ء کے موقع پر جناب وزیراعظم ہندوستان سردار منموہن سنگھ جی صاحب نے احمدیہ مسلم جماعت کے بارے میں اپنے پیغام میں فرمایا:

”حضرت اقدس مرزا غلام احمد کے ذریعہ 1889ء میں بنیاد رکھی گئی یہ جماعت احمدیہ تعلیم اور صحت کہ میدان میں انسانی خدمات پر اپنی ساری طاقت صرف کرنے کے لحاظ سے معروف ہے۔اسلام کی عظیم اور عمدہ روایات سے متصف یہ جماعت تعمیری کاموں کے لحاظ سے معروف ہے اور اتحاد اور اتفاق جیسی اعلیٰ اقدار پر قائم ہے اور اس جماعت نے دوسروں کو بھی اس اقدار پر قائم کیا ہے۔

178 ممالک میں پھیلی یہ جماعت انسایت کے اتحاد کے لئے ایک عظیم طاقت ہے۔جو اتحاد اور اتفاق اور افہام وتفہیم کی فضا کو دنیا میں پھیلا رہی ہے۔“

(بحوالہ اخبار بدر 18 جنوری 2005ء صفحہ 16)

جماعت احمدیہ کی صحت کے میدان میں سماجی خدمات:

جماعت احمدیہ طبی لحاظ سے بلا لحاظ مذہب وملت ابتداء سے انسانیت کی خدمات بجالا رہی ہے۔تسیم ملک کے بعد مشرقی پنجاب خصوصاً ضلع گورداسپور اور قادیان کے گرد و نواح کے علاقوں میں ہمارے ہندو سکھ بھائی جو ہجرت کر کے آئے تھے اکثر بے سروسامانی کی حالت میں تھے۔جماعت احمدیہ قادیان نے اپنے ان بھائیوں کو آباد کرنے کے لئے اور بسانے کے لئے ہر ممکن کوشش کی اور یہ تعاون صرف انسانی جذبہ محبت اور ہمدردی بنی نوع انسان کی وجہ سے تھا۔

جماعت احمدیہ قادیان نے تقسیم ملک سے قبل اپنا نور ہسپتال اجڑ جانے کے بعد دوبارہ احمدیہ شفا خانہ کے نام دے ایک ہسپتال شروع کیا۔اور قادیان میں موجود ڈاکٹر صاحبان نے بغیر کسی اُجرت اور قیمت کے جس قدر دوائیاں موجود تھیں، جمع کیں، اور علاقہ کے لوگوں کا علاج شروع کیا۔علاج کروانے والوں میں ہندو سکھ مسلمان مرد وزن شامل تھے۔اُس وقت سے لے کر آج تک احمدیہ ہسپتال، جو اب نور ہسپتال کے نام سے جاری ہے، ہر سال بغیر کسی مذہب وملت کی تفریق کے ہزاروں مریضوں کا علاج مفت کرتا ہے۔جماعت کے نور ہسپتال کے از سر نو تعمیر کے موقع پر پنجاب کے سوچنا ولوک نرمان منتری جناب نتھا سنگھ جی دالم نے کہا کہ:

”جماعت کے ذریعہ قادیان میں دوسو بستروں والے نئے تکنیکی آسائش والے بنائے جا رہے ہسپتال کے بارے میں کہا کہ اس کے مکمل ہونے سے اس پچھڑے علاقے کے لوگوں کو لدھیانہ، امرتسر اور پی۔جی۔آئی۔چنڈی گڑھ میں نہیں بھاگنا نہیں پڑے گا۔“

(روزنامہ دینک جاگرن جالندھر 23مارچ2001ء)

Blood donation:

صحت کے میدان میں جماعت احمدیہ کو دوسرا نمایاں کام یہ کرنے کا موقع مل رہا ہے کہ ہر سال جماعت احمدیہ کی طرف سے ہزاروں مریضوں کو بلڈ ڈونیٹ کیا جاتا ہے۔ جماعت کے نوجوان بلا مذہب وملت کی تفریق کے خون کا عطیہ کرتے ہیں اور اس طرح دکھی انسانیت کی خدمت کرتے ہیں اور یہ عطیہ خون دینے کا عظیم کام صرف قادیان کے خدام ہی نہں کر رہے بلکہ جماعت احمدیہ کے ہندوستان میں جہاں بھی خدام ہوتے ہیں وہ اپنے اپنے علاقہ میں خون کا عطیہ کرتے ہیں۔

Free Camps: اسی طرح ہر سال جماعت احمدیہ کی جانب سے ہر سال قادیان اور اسکے گردونواح میں فری آئی کیمپ، ڈینٹل کیمپ وغیرہ لگائے جاتے ہیں نیز قادیان میں مجلس خدام الاحمدیہ کے تحت بڑے پیمانے پر کیمپ لگایا جاتا ہے۔اور قرب و جوار کے مریضوں کا مفت علاج کیا جاتا ہے۔اور آنکھوں کے آپریشن بھی کئے جاتے ہیں جس سے علاقہ کے ہزاروں غریب اور نادار انسان فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ان مریضوں کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لنگر خانہ سے کھانے کا انتظام کیا جاتا ہے اور رہائش کا بھی انتظام کیا جاتا ہے۔

اسی طرح سارے ہندوستان میں ہومیوپیتھک ڈسپنسریاں جماعت احمدیہ کی طرف سے قائم ہیں جہاں مریضوں کو مفت ادویات دی جاتی ہیں۔ جماعت احمدیہ کے سابقہ امام حضرت مرزا طاہر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالی نے مسلم ٹیلیویژن احمدیہ کے ذریعہ ہومیوپیتھی علاج کو گھر گھر پہنچا دیا ہے۔جس سے لاکھوں لوگوں کو فائدہ ہوا ہے۔آپ کے یہ لیکچر جماعت احمدیہ نے کتابی شکل میں شائع کروائے ہیں اور عربی اُردو انگریزی زبان میں یہ کتاب فری تقسیم کی جارہی ہے تا کہ لوگ زیادہ سے زیادہ سستے اور آسان ہومیوپیتھی طریقہ علاج سے فائدہ اُٹھائیں اس غرض سے جماعت کی طرف سے ہر سال ملک بھر میں ہومیوپیتھک کیمپ بھی لگائے جاتے ہیں ،خصوصاً صوبہ پنجاب ، راجستھان، اُڑیسہ، یوپی، ہریانہ اور ہماچل میں کیمپ لگائے جاتے ہیں۔جماعت کی انسانی خدمت کا ذکر کرتے ہوئے پنجاب کے سوچنا ولوک نرمان منتری جناب نتھا سنگھ جی دالم نے قادیان میں گجرات میں آئے زلزلہ کے لئے ریلیف کو روانہ کرتے ہوئے کہا کہ:

’’ مریضوں ،ضرورت مندوں اور دکھی انسانیت کی خدمت دنیا کی سب سے اعلی خدمت ہے۔اور دنیا کے سارے مذہب بھی انسانیت کی خدمت اور آپسی پیار کی تعلیم دیتے ہیں۔شری دالم نے احمدیہ جماعت کے ذریعہ سماج بھلائی کے لئے کئے جارہے کاموں کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ اس جماعت نے ملک میں صحت اور تعلیم کے میدان میں خصوصی تعاون کے علاوہ جب ملک میں کوئی قدرتی آفت آئی تو انہوں نے سب سے اول قطار میں کھڑے ہوکر دکھی انسانیت کی خدمت کی ہے۔ اور گجرات کے زلزلہ سے متاثرین کے لئے 35 لاکھ روپے کی راحت امداد بھیجی ہے۔ انہوں نے کہا کہ مکھیہ منتری گجرات ریلیف فنڈ میں بڑی رقم دے کر اپنا تعاون دیا ہے۔احمدیہ جماعت کی لنڈن اور دوسرے مما لک سے آئی ٹیموں نے سب سے زیادہ متاثرہ علاقہ بھج میں جا کر لوگوں کی خدمت کی جو قابل تعریف ہے۔

(روزنامہ دینک جاگرن جالندھر 23مارچ2001ء)

اسی طرح جماعت احمدیہ کی جانب سے خدمت خلق کے تحت خاص دن مقرر کر کے بلا لحاظ مذہب وملت ہسپتالوں میں مریضوں میں پھل وغیرہ بھی تقسیم کئے جاتے ہیں۔ جماعت احمدیہ کی خدمت خلق کا اقرار حکومت وقت بھی کرتی ہے۔

جماعت کی خدمت انسایت کوئی گزرے وقت کی بات نہیں ہے بلکہ سوائن فلو کے موقع پر جماعت احمدیہ کی انسانی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے اخبار’ چھتیس گڑھ شبد‘ مقام اشاعت سرائے پالی صوبہ چھتیس گڑھ لکھتا ہے:

’’ چھوٹے پٹنی پنچایت کے سونا موندی گاؤں میں احمدیہ مسلم جماعت بسنہ کی طرف سے سوائن فلو کی دوائیاں مفت تقسیم کی گئیں ۔احمدیہ جماعت کے چھتیس گڑھ کے انچارج کی نگرانی میں دوائیاں تقسیم کی گئیں۔گاؤں کے کوٹوار پورشوتم چوہان نے منادی کر کے گاؤں والوں کو اس کی اطلاع دی۔

احمدیہ جماعت کے ذریعہ رمضان کے مہینہ میں لوگوں کی بھلائی کیلئے دوائی فری تقسیم کرنے کی گاؤں والوں نے جم کر تعریف کی ہے۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ گذشتہ سال احمدیہ مسلم جماعت کی طرف سے کینونٹا پالی پنچایت کے گاؤں آما بھونا میں بھی مفت سوائن فلو کی دوا تقسیم کی گئی تھی۔‘‘

(چھتیس گڑھ شبد 17 ستمبر تا 23 ستمبر 2010ء)

بھارت کی تعمیر میں احمدیہ مسلم جماعت کا تعاون: جماعت احمدیہ کی انسانی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے جناب وجے کمار چو پڑہ صاحب چیف اڈیٹر ہند سماچار گروپ جالندھر نے، جو جلسہ سالانہ 2004ء کے موقع پر قادیان میں اپنی تقریر کے دوران کہا: ’’ یہ(جماعت احمدیہ) بھارت کو جوڑنے والے لوگ ہیں۔یہ وہ لوگ ہیں جو ہمارے گوروں اور اپنے گوروں کو ایک ستھان پر رکھتے ہیں۔۔۔آپ میں کٹرتا نہیں ۔آپ میں کوئی ایسی بات نہیں جس سے کوئی آپ پر انگلی اٹھائے آپ اسی طرح بھارت واسی ہیں جیسے ہم ہیں اور اس لئے بھارت کے سب لوگ آپ سے پیار کرتے ہیں۔‘‘

(بحوالہ سوؤ وینیر جلسہ سالانہ 2004ء صفحہ 18)

ایک اور موقع پر مکرم وجے کمار چو پڑہ صاحب چیف اڈیٹر ہند سماچار گروپ جالندھر نے لکھا : ’’ احمدیہ فرقے نے حب الوطنی ، آپسی بھائے چارہ اور مذہبی اتحاد کو بڑھانے اور عوامی خدمت کا جو بیڑا اٹھایا ہے اس کے لئے انہیں ہمارا شکریہ‘‘

(پنجاب کیسری 20 دسمبر 2002ء و 26 دسمبر 2002ء بحوالہ سوؤ وینیر جلسہ سالانہ 2004ء)

انسان کی خدمت میں کوشاں جماعت : سوریش کمار گویل رپوٹر اخبار جگ بانی پنجابی جالندھر جماعت احمدیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

’’جماعت احمدیہ کا ہر ممبر خدمت خلق اور سماج کی خدمت کے لئے تیار رہتا ہے۔ دنیا کے کسی بھی حصہ میں جب انسیانت کسی بھی دکھ میں دکھائی دیتی ہے، تب احمدی کا دل پگھل جاتا ہے اور وہ اُس کو بچانے کے لئے تن، من، دھن سے لگ جاتا ہے۔

موجودہ زمانہ میں دنیا کے مختلف حصوں میں انسایت کی تکالیف کی ایک بڑی وجہ انتہا پسندی ہے۔ جماعت احمدیہ جبر کی، چاہے وہ کسی بھی مقصد کے لئے کی جائے ہمیشہ مخالفت کرتی ہے۔ اور مذہبی باتیں لوگوں کے اوپر جبراً تھوپنے کے ہمیشہ خلاف ہے۔ جہاد کی تعریف جو ایک طبقہ کی طرف سے کی جاتی ہے ،وہ جماعت احمدیہ کی نظر میں انسانیت کے خلاف ہے۔مقدس قرآن مجید اور احادیث کے مطابق جہاد آدمی کے برائیوں کے رجحان کا مقابلہ کرنا ہے۔‘‘

(روزنامہ جگ بانی پنجابی جالندھر مورخہ 26 دسمبر 2004ء صفحہ 4)

متفرق خدمات :

☆۔ہر سال موسم سرما میں ہزاروں نادار غریبوں کو رضائیاں اور کمبل تقسیم کئے جاتے ہیں۔

☆۔اب تک مختلف مذہبی کانفرسوں میں جماعت احمدیہ کی طرف سے سینکڑوں بیواؤں کو سلائی مشینیں دی گئی ہیں تا کہ وہ اپنے پیروں پر کھڑی ہوسکیں۔اسی طرح بہت سے افراد کو سائیکل اور رکشے خرید کر دئے گئے ہیں تا کہ وہ برسر روزگار ہوسکیں۔

☆۔ بہت سے افراد کو پانی کے نلکے لگا کر دئے گئے ہیں تا کہ وہ صاف پانی پی سکیں۔

☆۔ جماعت کی طرف سے مختلف اوقات میں گوردواروں اور مندروں کی صفائی کی خدمات بجا لائی جاتی ہیں۔☆۔اب تک سنیکڑوں بچیوں اور نوجوانوں کو شادیوں کے لئے احمدیہ جماعت نے توفیق کے مطابق تحائف دئے ہیں۔

☆۔سینکڑوں افراد کو تعمیر مکان کے لئے مدد دی جاتی ہے۔خصوصا ان علاقوں میں جہاں قدرتی آفات سے لوگوں کے گھر بار تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔ ☆☆☆

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا توکل علی اللہ

(مکرم منظور احمد صاحب،صدر حلقہ جلال کوچہ حیدر آباد)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں مسیح موعود ہوں جن کی نسبت نبی کریم ﷺ نے پیشگوئی فرمائی تھی ۔ان کا انکار نبی کریمؐ کا انکار ہے۔ میں فصیح اور بلیغ عربی میں قرآن شریف کی کسی بھی صورت کی تفسیر لکھ سکتا ہوں اور مجھے خدا کی طرف سے علم دیا گیا ہے۔

میرے بالمقابل یا بالمواجہ بیٹھ کر کوئی دوسرا شخص خواہ مولوی ہو یا فقیر یا گدی نشین ہو ایسی تفسیر ہر گز نہیں لکھ سکتا۔

حضرت مسیح موعودؑ جب اپنا معروف قصیدہ تصنیف فرما چکے تو آپ کا چہرہ مبارک خوشی سے چمکنے لگا۔اور فرمایا یہ قصیدہ جناب الٰہی میں قبول ہو گیا اور خدا نے مجھے فرمایا جو اس قصیدہ کو حفظ کرے گا اس کے دل میں اپنی اور اپنے رسولؐ کی محبت کوٹ کوٹ کر بھر دوں گا۔ اور اپنا قرب عطا کروں گا۔

حضرت حذیفہ بن یمان سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا جب ایک ہزار دو سو چالیس سال گزر جائیں گے تو اللہ تبارک تعالیٰ مہدیؑ کو ظاہر فرماوے گا اور ایک خلق کثر ان کے ہاتھ پر بیعت کرے گی۔

چنانچہ بانئ سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعودؑ اپنی بعثت کی غرض بیان کرتے ہوئے اپنی کتاب تریاق القلوب میں رقمطراز ہیں۔

’’اے تمام وہ لوگو جو زمین پر رہتے ہو اور اے تمام وہ انسانی روحو جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو پورے زور کے ساتھ آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے اور سچا خدا وہی خدا ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہے۔جس کی روحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے۔

ان کی پیروی اور محبت سے ہم روح القدس اور خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے انعام پاتے ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کی جو اولاد ہوئی وہ تمام کی تمام مبشر اولاد تھی۔اور اللہ تعالیٰ نے ان کی ولادت سے قبل ہی ان کی خوشخبری دی تھی اور پھر بعد میں حضرت مسیح موعودؑ نے ان بچوں کی نیک تربیت اور جو دعائیں کیں اس سے ان بچوں کا نیک ہونا واضح تھا چنانچہ جب حضرت مسیح موعودؑ کا وصال ہو گیا تو آپؑ کی زوجہ محترمہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ رضی اللہ عنھا نے ڈڈ الفاظ میں اپنے بچوں کو دلاسہ دیا کہ تم یہ مت سمجھو کہ تمہارے والد نے تمہارے لئے کچھ نہیں چھوڑا۔تمہارے والد نے تمہارے لئے دعاؤں کا خزانہ آسمان پر چھوڑا ہے۔

جب چودھویں صدی ہجری کے آغاز اور ۱۹ ویں صدی عیسوی کے آخر میں ہندوستان کی فضاؤں میں دین محمد مصطفیٰ ﷺ کے خاتمہ اور شرک کی بلندی کے نعرے بلند ہونے لگے تو حضرت مسیح موعودؑ نے ۱۸۸۰ء میں اللہ تعالیٰ اجل کا نعرہ ل اپنی معرکۃ الآراء تصانیف کے ذریعہ بلند فرمایا۔

سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد غیرت اسلامی کا احسن اظہار سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ ہوا۔آپ اس غیرت کے اظہار کے وقت کسی انسان سے خوف زدہ نہ ہوتے تھے خواہ وہ کیسے ہی منصب پر فائز ہو۔ ۱۹۰۳ میں حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف ایک مقدمہ کرم دین کی طرف سے ایک غیر مسلم مجسٹریٹ کی عدالت میں چل رہا تھا۔اور وہ مجسٹریٹ مقدمہ کو لمبا کر کے قریب قریب کی تاریخیں ڈال ڈال کر تنگ کیا کرتا تھا ایک دن اُس نے بھری عدالت میں سوال کیا کہ آپ کو خدا کی طرف سے الہام ہوا ہے کہ انی مھین من اراد اھانتک یعنی اس شخص کو ذلیل کروں گا جو تیری ذلت کا ارادہ رکھتا ہے۔

تب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بڑے وقار اور اعتماد سے فرمایا کہ ہاں یہ میرا الہام ہے۔خدا کا کلام ہے اور خدا کا مجھ سے یہی وعدہ ہے کہ جو شخص مجھے ذلیل کرنے کا ارادہ کرے گا وہ خود ذلیل کیا جائے گا۔

تب مجسٹریٹ نے پوچھا اگر میں آپ کی ہتک کروں تو؟ ایسے موقعہ پر اگر کوئی اور ہوتا تو بزدلی کا مظاہرہ کرتا مگر حضرت مسیح موعودؑ نے بڑے شوق سے جواب دیا خواہ کوئی کرے وہ خود ذلیل کیا جائے گا۔مجسٹریٹ نے آپ کو مرعوب کرنے کی غرض سے دو تین دفعہ یہی سوال دہرایا۔اور آپ ہر دفعہ انتہائی جلالی انداز میں یہی جواب دیتے گئے۔

حضور کے جواب سے مجسٹریٹ حیران اور مرعوب ہو کر خاموش ہو گیا۔

(اصحاب احمد جلد چہارم روایت ۴۹)

پھر اس مجسٹریٹ کے بارے میں حضرت مسیح موعودؑ کو کسی نے یہ اطلاع دی کہ اس کا ارادہ اچھا معلوم نہیں ہوتا۔وہ حضور کو قید کرنا چاہتا ہے۔

آپ اُس وقت ناسازی طبع کی وجہ سے لیٹے ہوئے تھے ۔یہ الفاظ سنتے ہی جوش کے ساتھ اُٹھ کر بیٹھ گئے اور بڑے جلال کے ساتھ فرمایا کہ:

وہ خدا کے شیر پر ہاتھ ڈال کر تو دیکھے

اگر ایک لومڑی خدا کے شیر کو نقصان پہنچانے میں کامیاب ہو جاتی تو حرف رب العالمین پر آتا۔اور اس مفہوم کو سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے اشعار میں بیان فرمایا ہے۔

جو خدا کا ہے اُسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبۂ زار و نزار
سر سے میرے پاؤں تک وہ یار مجھ میں ہے نہاں
اے مرے بدخواہ کرنا ہوش کر کے مجھ پہ وار

آپ کا اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان تھا اگر کوئی اس توکل کو کسی بھی رنگ میں استہزا کا نشانہ بنانے کی کوشش کرتا تو آپ کی غیرت جوش میں آتی۔

ایک دفعہ ایک مجسٹریٹ نے بھری عدالت میں آپ سے دریافت کیا کہ آپ کو نشان آسمانی کا دعویٰ ہے؟ تب حضرت مسیح موعودؑ نے جواب دیا کہ ہاں خدا میرے ہاتھ پر نشان ظاہر فرماتا ہے چونکہ مجسٹریٹ کے سوال میں مزاق کا رنگ تھا اس کے اس انداز تمسخر نے آپ کی غیرت اسلامی کو للکارا تھا آپ نے جواب دیکر توقف فرمایا کہ گویا خدا سے مدد کے طالب ہو رہے ہیں اور پھر بڑے جوش کے ساتھ فرمایا جو نشان آپ چاہیں میں دکھلا سکتا ہوں اور آپ نے ایسے جوش میں فرمایا کہ اُس وقت وہ سکتے میں آ گیا اور لوگوں اس کا بڑا اثر ہوا۔(اصحاب احمد جلد ۴)

یہ صرف دعوے ہی نہیں تھے بلکہ جس کسی مجسٹریٹ نے آپ کی غیرت اور جذبے کو جو کہ حق اور انصاف پر مبنی تھا ٹھیس پہنچائی اور ظلم و بے انصافی کی راہ اختیار کی تو وہ اپنے کیفر کردار کو پہنچ گیا۔ چنانچہ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے میں کپورتھلہ کی جماعت انتہائی مخلص جماعت تھی ان کی ایک مسجد پر قبضہ کرنے کیلئے مخالفین نے مقدمہ دائر کیا اور مخالف نے انتہائی کوشش کی کہ جماعت کو مسجد سے محروم کر دیں۔ افراد جماعت کی تعداد کم تھی اور اُس زمانے میں جوڈیشل معاملات میں خارجی اُمور بھی اثر انداز ہوتے تھے جس جج کے پاس یہ مقدمہ تھا اُس نے مخالفانہ رویہ اختیار کرنا شروع کر دیا۔

کپورتھلہ کی جماعت نے گھبرا کر حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں تشویشناک صورت حال لکھ دی اور دعا کی درخواست کی۔

سیدنا حضرت مسیح موعود نے یہ محسوس کیا کہ جماعت احمدیہ کپورتھلہ کی مسجد محض اس وجہ سے ان کے ہاتھوں سے جاری ہے کہ وہ سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے حکم کے مطابق امام مہدی پر ایمان لائے ہیں تو آپ کی غیرت اسلامی جوش میں آئی اور آپ نے اپنے رب پر توکل کرتے ہوئے بڑے جلال سے فرمایا اگر میں سچا ہوں اور میرا سلسلہ سچا ہے تو مسجد تمہیں ضرور ملے گی۔

جماعت احمدیہ کپورتھلہ نے حضرت مسیح موعودؑ کا یہ ارشاد شائع کر کے سارے شہر میں تقسیم کر دیا مگر دوسری طرف جج کے رویہ میں کوئی تبدیلی نہ آئی اُس نے اپنی مخالفت کو بدستور جاری رکھا۔ اور آخر اُس نے جماعت کے خلاف فیصلہ کر دیا۔

اور جب دوسرے دن یہ فیصلہ سنانے کیلئے عدالت میں جانے کی تیاری کر رہا تھا تو اُس نے نوکر سے کہا مجھے بوٹ پہنا دو۔تب نوکر نے ایک بوٹ پہنا دیا اور دوسرا ابھی پہنا رہا تھا کہ کھٹ کی آواز آئی ۔نوکر نے اُوپر دیکھا تو جج کا ہارٹ فیل ہو چکا تھا اس کے مرنے کے

(باقی صفحہ 51 پر ملاحظہ فرمائیں)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ اور چند معاندین

(مکرم آفتاب احمد صاحب ۔ مبلغ سلسلہ، کولکتہ)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کی دنیوی اور اُخروی بھلائی کے لئے پُرحکمت عطائیں ہیں۔ ایک طرف ان کے جسمانی وجود کی بقا اور نشوونما کیلئے فیضانِ اعم اور فیضانِ عام کا سلسلہ جاری رکھا تو دوسری طرف اس کی روحانی بقا اور اس کی نشوونما اور اس کے نتیجہ میں اُخروی نعماء کیلئے بھی حکیمانہ سلسلہ رکھا ہے۔ اس غرض کیلئے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے۔ اس کے بالمقابل ابلیس وشیطان نے بھی اس مقصد کے حصول میں رُکاوٹ ڈالنے کی مہلت لے رکھی ہے۔ ان دونوں رحمانی اور شیطانی قوتوں کی کشمکش کا سلسلہ جاری ہے مگر نتیجہ وہی ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا جو اس ارشاد خداوندی میں رکھ دیا گیا ہے فرمایا:

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِي

اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ کر چھوڑا ہے کہ ضرور میں اور میرے رسول ہی غالب آئیں گے۔ نیز فرمایا:

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۝

(سورۃ الصف آیت ۱۰)

یعنی وہ خدا ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے خواہ مشرک کتنا ہی ناپسند کریں۔

کراہت اور ناپسندیدگی کا مرجع ان معاندین کی کوکھ سے وہی کچھ نکلا کرتا ہے جو اس کے اندر ہوتا ہے۔ جیسا کہ عربی کا مقولہ ہے کل انا ء مایترشح بما فیه کہ ظرف میں جو ہوتا ہے وہی چھلک کر باہر آتا ہے۔ چنانچہ خدا کے بھیجے ہوئے انسان نما ماموروں سے لوگوں کو روکنے کیلئے مکروہ ہتکھنڈے ہی استعمال کئے جاتے ہیں۔ اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔ ان میں سے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ ان معاندین کی کرتوتوں کو مامور ین کے نام اور کام کے ساتھ بطور عبرت کے محفوظ رکھا جاتا ہے تاکہ آئندہ آنے والی نسلیں سبق سیکھیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب اذنِ الٰہی سے دعویٰ فرمایا تو سعید روحوں کا رجوع ہونے لگا تو اس رجوع خلائق کو روکنے کیلئے ایک مکروہ حرکت یہ کی گئی۔ حضرت میاں چراغ دینؓ لاہور فرماتے ہیں۔

’’ایک دفعہ کسی شریر نے ایک اخبار میں شائع کردیا کہ (نعوذ باللہ) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جذام ہوگیا۔ اس افواہ کی وجہ سے لاہور میں بڑی کھلبلی مچ گئی اور مخالفوں نے بڑا شور مچایا۔ گیارہ آدمی مخالفین میں سے اس بات کی تحقیق کرنے کیلئے قادیان روانہ ہوئے۔ اس افواہ سے مجھے بھی سخت اضطراب پیدا ہوا اور میں بھی قادیان آنے کیلئے روانہ ہوگیا۔ ان گیارہ اشخاص میں سے پانچ شخص تو بٹالہ پہنچ کر واپس چلے گئے۔ انہوں نے آپس میں صلاح کی کہ مرزا صاحب تو جادو کردیتے ہیں۔ اگر ہم وہاں گئے تو ہم پر بھی کردیں گے۔ اس خیال کی وجہ سے پانچ تو واپس لوٹ گئے اور چھ قادیان کی طرف روانہ ہوگئے۔ میں ان سے پہلے یکہ لیکر قادیان پہنچ گیا تھا۔ جب میں نے حضور کو خوش وخرم اور تندرست پایا تو مجھے بہت ہی خوشی ہوئی اور میں نے اس افواہ کا ذکر کرنا بھی آپؑ سے مناسب نہ سمجھا۔ حضور نے اپنا پاجامہ کھینچ کر ایک پنڈلی گھٹنے تک ننگی کردی اور جو آدمی پاؤں دبا رہے تھے ان کو فرمایا کہ خوب زور سے دباؤ پر حضور نے دوسری پنڈلی کو گھٹنے تک ننگا کیا اور دبانے کیلئے ارشاد فرمایا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضور نے خود بخود اپنے دونوں بازو کہنیوں تک یکے بعد دیگرے ننگے کئے۔ پھر حضور نے اپنا کُرتا اُٹھا کر اس کو پنکھے کی طرح اِس طرح سے ہلایا کہ جس سے حضور کا پیٹ ننگا ہو جاتا تھا۔ یہ دیکھ وہ آدمی جو لاہور سے آئے تھے بول اُٹھے کہ اخباروں والے کیسے جھوٹے اور شریر ہیں کہ اُنہیں جھوٹ بات شائع کرتے ہوئے شرم بھی نہیں آتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بات سن کر بھی کچھ نہ فرمایا اور خاموش رہے۔ اِن آدمیوں میں سے دو تین نے تو بیعت کرلی اور باقی جس طرح خالی ہاتھ آئے تھے ویسے ہی چلے گئے۔ چودھری حاکم علی صاحب اس افواہ کی نسبت یہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت مسیح موعودؑ کو اس بات کا علم ہوا کہ لاہور کے اخباروں میں ایسا مضمون شائع ہوا ہے تو حضور نے فرمایا کہ یاد رکھو جو آدمی اس غلط بیانی کا پہلا راوی ہے وہ اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک اُسے جذام نہیں ہوگا‘‘

(اخبار الفضل ۷؍ دسمبر ۱۹۱۴ء صفحہ ۵)

ایک اور دلچسپ واقعہ یوں ہے۔

اسلام کے فتح نصیب جرنیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام کی نمائندگی میں عیسائیوں سے (مئی جون ۱۸۹۳ء) امرتسر میں ایک مباحثہ کیا۔ اس سے فارغ ہونے کے بعد معاندین کو مباحثہ کی دعوت یوں دی۔

’’اب ہم عیسائیوں کے ساتھ مباحثہ سے فارغ ہو چکے ہیں اور آج سے تیسرے روز تک یہاں ٹھہریں گے۔ جس مولوی کو ہم سے بحث کرنی ہو وہ کوئی مقام تجویز کرکے بحث کرلیں۔ ایسا نہ ہو کہ بعد میں شور مچایا جائے کہ بھاگ گئے‘‘۔

حضرت اقدسؑ کے اس اشتہار سے مولوی صاحبان ایسے مرعوب ہوئے کہ کسی نے دم نہ مارا۔ اس پر خواجہ محمد یوسف صاحب رئیس امرتسر نے مولویوں سے کہا کہ ’’اب تم بحث کیوں نہیں کرتے جبکہ مرزا صاحب نے بحث منظور کرلی ہے جب وہ چلے جائیں گے تو تم اس وقت پھر شور مچاؤ گے کہ مرزا صاحب بھاگ گئے اور علمائے امرتسر سے بحث نہیں کی۔ مولویوں نے جواب دیا کہ ہم بحث کریں گے۔ باہم مشورہ کرلیں‘‘۔

’’مولوی محمد حسین بٹالوی نے مولویوں کو ڈرا رکھا تھا کہ تم میں سے کوئی مولوی بھی مرزا صاحب سے بحث نہیں کرسکتا وہ ذرا سی دیر میں تم کو قابو کرلیں گے اور ایک دو سوال وجواب میں ہی تمہارا ناطقہ بند کردیں گے۔ بہتر ہے کہ کسی بہانہ سے بحث کو ٹال دو۔ اس کے بعد تمام علمائے امرتسر مولوی عبد الجبار صاحب غزنوی وغیرہ غزنویاں اور مولوی ’’رسل بابا و مولوی غلام اللہ قصوری مشہور وغیر مشہور محمد جان کی مسجد کے ایک حجرہ میں بیٹھ گئے اور مؤذن سے کہہ دیا کہ حجرہ کا دروازہ مقفل کرکے چابی اپنے پاس رکھے اور مولوی ’’رسل بابا صاحب نے کہا کہ اگر کوئی پوچھے تو کہہ دینا کہ کہیں دعوت پر گئے ہیں۔ دیر میں آئیں گے خواجہ محمد یوسف صاحب (خواجہ یوسف شاہ صاحب اصل الفاظ ناقل)

اس مسجد میں مولویوں کو تلاش کرتے ہوئے آگئے۔ مؤذن سے پوچھا مولوی صاحبان کہاں ہیں؟ اس نے کہا دعوت پر گئے ہیں۔ پھر خواجہ صاحب موصوف مولوی عبد الجبار صاحب کے ہاں گئے وہاں سے بھی یہی جواب ملا کہ کسی دعوت پر گئے ہیں۔

خواجہ صاحب نے بلند آواز سے کہا کہ سب مولوی دعوت پر گئے ہیں۔ یہاں کوئی بھی نہیں اور آج کا دن بحث کا تھا۔ مرزا صاحب چلے جائیں گے۔ مولوی لوگ بعد میں شور مچائیں گے۔ آخر یہ بحث کب ہوگی۔ پھر وہاں سے پھر خواجہ صاحب مولویوں کی تلاش میں نکلے اور پتہ کیا کہ کس کے ہاں یہ دعوت ہے اور دوبارہ محمد جان کی مسجد کی طرف آئے تو اچانک کسی نے بتادیا کہ تمام مولوی اس مسجد کے نیچے حجرہ میں جمع ہیں اور باہر دروازے پر قفل لگا ہوا ہے تاکہ کسی کو پتہ نہ لگے۔ مؤذن سے خواجہ صاحب نے پھر پوچھا کہ مولوی صاحبان کہاں ہیں؟ مؤذن نے پھر یہی جواب دیا کہ دعوت پر گئے ہیں۔ خواجہ صاحب نے کہا کہاں کس کے یہاں؟ اس کا جواب اس نے خوف زدہ ہوکر دیا کہ مجھے معلوم نہیں۔ اس پر خواجہ صاحب نے کہا کہ مسجد کے نیچے کے حجرہ کی چابی کہاں ہے؟ اس نے کہا میرے پاس ہے۔ فرمایا۔ لاؤ۔ اس نے کنجی دے دی خواجہ صاحب نے حجرہ کھولا۔ جب اندر جا کر دیکھا تو سب مولوی حجرہ کے اندر بیٹھے ہوئے پائے۔ مولویوں کا رنگ زرد ہوگیا اور کانپنے لگے۔ خواجہ صاحب کہنے لگے کہ آج کا دن بحث کا ہے اور تم چھپ کر بیٹھے ہو۔ کل کو مرزا صاحب چلے جائیں گے تو بحث کس سے ہوگی۔ مولویوں نے کھسیانے ہوکر کہا کہ ہم مشورہ کررہے ہیں۔ تھوڑی دیر میں آپ کو اطلاع دیدی جاوے گی۔ آپ تسلی رکھیں۔ خواجہ صاحب تاکید کرکے چلے گئے...... (لیکن انہیں یہ یقین ہوگیا کہ مولوی صاحب بحث نہیں کرسکتے‘‘۔ لیکن جب حضرت اقدسؑ قادیان کو واپسی کے لئے تیار ہوئے تو مولوی صاحبان نے آپ کے اسٹیشن پر پہنچنے سے پہلے وہ مطبوعہ اشتہار جو پہلے سے چھپوا لیا گیا تھا (کھسیانی بلی

کھمبا نوچے کی مثال پر عمل کرتے ہوئے۔ ناقل) آپؑ کی سواری کے پیچھے پیچھے تقسیم کرنا اور شور مچانا شروع کر دیا اور دیواروں پر بھی لگا دیا۔ جس میں لکھا تھا کہ ”مرزا بھاگ گیا“ اور زبانی بھی واویلا کرتے جاتے تھے۔

(نور احمد صفحہ ۳۳ تا ۳۵ منقول از حیات طیبہ صفحہ ۱۳۱۔۱۳۲)

ایک اور دلچسپ طرز عمل بھی تاریخ میں محفوظ ہے جو مولویوں نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت میں پیش کیا ہے۔ امرتسر میں ہونے والے اس ”مرزا بھاگ گیا“ والے واقعہ کے دو چار روز بعد کا واقعہ خواجہ محمد یوسف صاحب ہی یوں بیان کرتے ہیں کہ ”پھر امرتسر کے سب مولوی جمع ہوئے اور مشورہ کرنے لگے۔ میں بھی اتفاقاً ادھر جا نکلا۔ معلوم ہوا کہ ہر ایک اپنی اپنی رائے میں کسی مولوی کو بحث کیلئے انتخاب کر رہا ہے۔ کوئی محمد حسین بٹالوی کو حضرت اقدس سے بحث کیلئے کھڑا کرنے کو کہتا تھا۔ کوئی مولوی عبد الجبار غزنوی کو کسی کی نظر مولوی رسل بابا امرتسری پر تھی۔ آخر مولوی غلام اللہ صاحب (مراد مولوی غلام علی یا مولوی صاحب نے خود ہی اپنا نام بعد میں غلام اللہ رکھ لیا ہو اواللہ اعلم بالصواب ۔ ناقل) قصوری بولے کہ بحث سے انکار تو نہیں کرنا چاہئے۔ ہاں یہ لکھ دو کہ کل یا مکہ معظّمہ یا مدینہ منورہ میں بحث ہونی چاہئے نہ وہاں جائیں گے نہ مباحثہ ہوگا“

(نور احمد صفحہ ۳۵ بحوالہ حیات طیبہ صفحہ ۱۳۲۔۱۳۳)

سعید روحوں کا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف رجوع کرنے کا سلسلہ پھر بھی رہا تو علماء کا طرز عمل بھی نئے نئے رنگ لانے لگا۔ کبھی یہ حربہ استعمال کیا تو کبھی وہ حربہ۔ ایک اور واقعہ ملاحظہ ہو۔ مولوی عمر الدین شملوی کا بیان ہے کہ

”میرے والد مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے بہت دوست ہوا کرتے تھے اور اُن کی مجھے ہدایت تھی کہ مولوی محمد حسین صاحب شملہ میں آیا کریں تو میں اُن سے ضرور ملنے کیلئے جایا کروں۔ ایک دفعہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی شملہ میں آئے۔ میں ان کو دبا رہا تھا کہ اتنے میں حافظ عبد الرحمٰن صاحب کتاب الصرف کے مصنف وہاں آ گئے اور مولوی محمد حسین صاحب سے کہنے لگے کہ مولوی صاحب مرزا صاحب قادیانی نے بڑی ترقی کر لی ہے۔ لوگ اس کے معتقد ہوئے جاتے ہیں اور یہ فتنہ روز بروز ترقی کر رہا ہے۔

مختلف گفتگوؤں کے بعد کسی نے کہا کہ ایسے شخص کو کوئی مار بھی نہیں ڈالتا۔ اس پر مولوی محمد حسین صاحب کہنے لگے مشکل یہ ہے کہ کئی دفعہ ایسا بھی لوگوں نے کرنا چاہا ہے مگر وہ کسی نہ کسی طرح بچ جاتا ہے“۔ مولوی عمر الدین شملوی آگے کہتے ہیں کہ ”جب وہ یہ باتیں آپس میں کر رہے تھے تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ مولوی آدمی ہیں انہیں ان باتوں کا کیا علم۔ میں خود یہ ثواب حاصل کروں گا اور ان کو ضرور قتل کر کے رہوں گا۔ یہ ارادہ میں نے پختہ طور پر کر لیا“۔

(تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۳۸۱ نیز خطبات محمود جلد سوئم صفحہ ۷۵)

پھر ایک اور طرز عمل بھی ملاحظہ ہو۔ بات یہ ہوئی کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ایک اشتہار کے ذریعہ یہ اعلان کر دیا کہ

”الیوم قضینا ما کان علینا من التبلیغات۔ وعصمنا نفسًا من مأثم ترک الواجبات وحان ان نصرف الوجہ من ھذہ المباحثات“ (انجام آتھم صفحہ ۲۸۲)

چونکہ بعد کے زمانوں میں غیر احمدیوں اور غیر مسلموں کی روش مناظروں میں تمسخر آمیز اور شرارت آلود رہی اور ان کا مقصد بالعموم سوائے بدکلامی اور سب وشتم کے اور کچھ نہیں تو ایک عرصہ کے تجربہ کے بعد یہ اعلان کر دیا کہ آئندہ ایسے مناظرات سے کنارہ کش رہیں گے۔ اس اشتہار نے ان معاندین کو بڑی خوشخبری دے دی۔ چنانچہ یہی مولوی عمر الدین شملوی کا ہی بیان ہے کہ ”جب دوسرا دن ہوا تو حافظ عبد الرحمٰن صاحب پھر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے ملنے کیلئے آئے اور کہنے لگے مولوی صاحب اب مرزا صاحب کے مقابلہ کا راستہ نکل آیا ہے۔ مرزا صاحب نے ایک اشتہار شائع کیا ہے جس میں لکھا ہے کہ خدا کے حکم کے ماتحت میں آئندہ کوئی مباحثہ نہیں کروں گا۔ یہ اشتہار ایسا ہے جس سے مرزا بالکل پکڑا جائے گا۔ ہم اس کے مقابلہ میں ایک مباحثہ کا اشتہار شائع کر دیتے ہیں۔ اگر اس نے مباحثہ کو مان لیا تو ہم کہیں گے دیکھو ایک طرف تو کہا جاتا ہے کہ خدا نے مجھے مباحثات سے روکا ہے اور دوسری طرف مباحثہ کو منظور کر لیا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ کہا گیا تھا وہ بالکل جھوٹ تھا اور اگر وہ مباحثہ کیلئے نہیں نکلے گا تب بھی اس کی شکست ہوگی کیونکہ ہم دنیا میں اعلان کر دیں گے کہ ہم مرزا صاحب کو مباحثہ کیلئے بلاتے ہیں مگر وہ میدان میں نکلنے کے لئے تیار نہیں اُن کی یہ بات سنتے ہی مولوی محمد حسین صاحب اُٹھ کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے حافظ صاحب آپ نے خوب بات نکالی ۔ یہ مرزا قادیانی کو لوگوں کی نگاہ سے گرانے کا نہایت کامیاب حربہ ہے“۔

(تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۳۸۱)

حضرت اقدس علیہ السلام کے موقف کو مدنظر رکھتے ہوئے مباحثہ کے چیلنج کا ڈرامہ واحد حربہ نہیں تھا بلکہ تاک میں یہ لوگ رہتے کہ کب کوئی موقف ظاہر ہو اور اس میں کوئی راہ نکلے۔ چنانچہ جنوری ۱۸۹۷ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عیسائیوں کو ایک ہزار روپے کا انعامی اشتہار دیا تھا جس میں حضورؑ نے لکھا تھا کہ ”میرا دعویٰ ہے کہ یسوع کی پیشگوئیوں کی نسبت میری پیشگوئیاں اور میرے نشانات زیادہ ہیں۔ اگر کوئی پادری میری پیشگوئیوں اور میرے نشانات کی نسبت یسوع کی پیشگوئیاں اور نشان ثبوت کے رُو سے قوی تر دکھلا سکے تو میں اُس کو ایک ہزار روپے نقد دوں گا“۔

اس اشتہار کو دیکھ کر کوئی عیسائی مردِ میدان نہ بن سکا تو ایک مسلمان عالم اصغر حسین صاحب نے گوڑ گانواں میں لالہ جوتی پرشاد مجسٹریٹ کی عدالت میں حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف نالش کی کہ میں مرزا صاحب کے اس چیلنج کو قبول کرتا ہوں کیونکہ میں بھی حضرت عیسیٰؑ کو مانتا ہوں۔ اس واسطے میں بھی عیسائی ہوں اور مجھے مرزا صاحب سے اُن کے اشتہار کے مطابق ایک ہزار روپیہ دلایا جائے ......

مقدمہ کا سمن قادیان پہنچا تو حضورؑ نے پیروی کے لئے مولوی محمد علی صاحب ایم اے مرزا خدا بخش صاحب اور مرزا افضل بیگ صاحب مختار قصوری کو بھجوایا۔ لالہ جوتی پرشاد نے سرسری سی کاروائی کی اور مقدمہ خارج کر دیا اور زبانی کہا کہ دراصل یہ مقدمہ تو اس بہانہ سے تھا حضرت مرزا صاحب کی زیارت ہو جائے گی مگر وہ تشریف نہیں لائے اس لئے اِسے یہیں ختم کرتا ہوں۔“

(ذکر حبیب صفحہ ۷۷ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ)

انبیاء اور ان کے معاندین کے سلوک عجیب وغریب ہوتے رہے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کے معاندین نے تو مقابلہ کی دعوت دی جادوگری کے معاملہ میں۔ حضرت عیسیٰؑ کے مخالفین نے عجیب طرز کے مقابلہ کی دعوت دی۔ مثلاً انہوں نے مطالبہ کیا کہ اپنے دعویٰ نبوت کی سچائی ثابت کرنے کیلئے کسی اُونچی جگہ میں چڑھ کر کود جاؤ اور بچ کر دکھاؤ۔ کبھی آنحضرت ﷺ کے مخالفین نے دعوت دی کہ آسمان میں چڑھ جاؤ اور وہاں سے کتاب لاؤ۔ بہرحال معاندین انبیاء کا یہ سلسلہ چلتا چلا آیا ہے۔ حضرت مسیح محمدیؑ کے معاندین میں سے ایک شیعہ مجتہد شیخ محمد رضا طہرانی تھے۔ سستی شہرت حاصل کرنے اور اپنے علم وفضیلت کا سکہ جمانے کیلئے حضرت اقدس علیہ السلام کے خلاف اشتہار بازی کا سلسلہ شروع کرتے ہوئے حق وکذب کے فیصلہ کا یہ مضحکہ خیز طریق پیش کیا کہ ہم دونوں لاہور کی شاہی مسجد کے منارے سے چھلانگ لگائیں جو صادق ہوگا وہ بچ جائے گا حضرت اقدس علیہ السلام نے یکم فروری ۱۸۹۷ء کو بذریعہ اشتہار اُن کے شاہی مسجد سے چھلانگ لگانے کے متعلق تو یہ لطیف جواب دیا کہ یہ عجیب بات ہے کہ دنیا میں اس طرز کا واقعہ دو مرتبہ ہوا ہے۔ شیخ نجدی (شیطان کا لقب ہے) نے حضرت مسیح علیہ السلام سے پہلی مرتبہ یہ کہا تھا اور اب شیخ نجفی مجھ سے تقاضا فرما رہے ہیں۔ پس میں بھی انہیں وہی جواب دیتا ہوں جو حضرت مسیحؑ نے شیخ نجدی کو دیا تھا کہ اپنے خدا کی آزمائش نہیں کرنا چاہئے۔

(متی باب ۴ آیت نمبر ۵۔۷)

......آپؑ نے پھر یہ بھی فرمایا کہ اب کسی مقابلہ (چھلانگ لگانے) کی ضرورت باقی نہیں رہ گئی تاہم ”تنزل کے طور پر راضی ہیں کہ وہ (شیخ نجفی شیعہ مجتہد) مسجد شاہی کے منارہ سے آپ (خود) نیچے گر کے (بچ کر) دکھلا ویں“

(تاریخ احمدیت جلد دوئم قدیم صفحہ ۴۱۳ لطائف صادق صفحہ ۲۶)

(باقی صفحہ 51 پر ملاحظہ فرمائیں)

بقیہ: احمدیت ایک آسمانی صداقت از صفحہ 30

خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا۔''

احمدیت کے پاس خدا کے فضل سے ایک مضبوط نظامِ خلافت ہے اور ساری جماعت اپنے محبوب و واجب الاطاعت امام کے ہر ارشاد پر لبیک کہنے کے لئے ہر وقت تیار رہتی ہے۔ اور یہ نظامِ خلافت ہی کی برکت ہے کہ جماعت ہر قسم کے نا مساعد حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ وہ ایک ہاتھ پر اُٹھتی ہے اور ایک ہاتھ پر بیٹھتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جو جماعت خلافت علیٰ منہاج النبوت کا نظام رکھتی ہو اللہ تعالیٰ کی تائید و نُصرت اسے ضرور حاصل ہوتی ہے۔ یہی اسلام کے صدرِ اوّل کا تجربہ ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔

احمدیت کا نظامِ تبلیغ و اشاعت اس قدر وسیع اور اتنا مؤثر ہے کہ آج ساری دنیا میں بفضلہٖ تعالیٰ احمدیہ تبلیغی مشنوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ ہمارے قدم دنیا کے تمام ملکوں میں مضبوطی سے جم چکے ہیں۔ اور وہ تخم ریزی جو حضرت مسیح موعود ﷺ کے ذریعہ ہوئی تھی، وہ تمام بیج پھوٹ نکلے ہیں نئی نئی کونپلیں اور نئی نئی شاخیں نکل رہی ہیں۔ اور قوموں کی قومیں احمدیت کے شجر سایہ دار کے تلے آرام کرنے کے لئے بڑھی چلی آ رہی ہیں اور خُدا کی قسم وہ وقت بہت قریب ہے جب احمدیت اور حقیقی اسلام ہی ساری دنیا کا مذہب ہوگا۔ اِنْ شَآءَ اللّٰه تعالیٰ۔

(بدر 18 تا 25 دسمبر 1969ء)

بقیہ: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آنے کی غرض۔ از صفحہ 32

بھی اسی نے یہ سلسلہ قائم کیا ہے۔''

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 125)

پھر فرمایا:-

''طرح طرح کے نشانات اور موجودہ حالات زمانہ کے اور صدی کا سر سب کے سب ضرورت مجدد ثابت کر رہے ہیں اور مجدد کا کام اپنے زمانہ کی اصلاح اور اس فتنہ موجودہ کا دور کرنا ہوتا ہے جو سب سے بڑا فتنہ ہو اور وہ اسی زمانہ کے مطابق ضروری اصلاح کرنے کے لئے آتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں اس سے بڑھ کر فتنہ نہیں کہ ایک طرف تو ایک عاجز بندہ کو خدا بنایا جائے اور اسی کو زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا سمجھا جائے اور دوسری طرف ایک صادق نبی کو جو دنیا میں سب سے بڑھ کر توحید کا حامی آیا ہے نعوذ باللہ جھوٹا قرار دیا جائے یہ وہ فتنہ ہے جس نے لاکھوں انسانوں کو خدا پرستی سے برگشتہ کر کے انسان پرست بنا دیا اور اسی کے اثر سے اکثر لوگ دہریہ بن گئے اور توحید کی محبت دلوں سے جاتی رہی اور اسلام صرف برائے نام رہ گیا اور سب کے سب چھوٹے بڑے اس فتنہ عظیمہ سے اثر پذیر ہو رہے تھے۔ سو خدا تعالیٰ نے اس زمانہ کی اصلاح کے لئے اور فتنہ کے مناسب حال جو امام اور مجدد بھیجنا تھا اس کا نام اسی فتنہ کو دور کرنے کے لئے مسیح رکھا۔

(ملفوظات جلد پنجم، صفحہ 341)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ ہمیں کسی مسیح موعود کو ماننے کی ضرورت نہیں اور کہتے ہیں کہ گو ہم نے قبول کیا کہ حضرت عیسیٰ فوت ہوگئے ہیں لیکن جبکہ ہم مسلمان ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور روزہ رکھتے ہیں اور احکام اسلام کی پیروی کرتے ہیں تو پھر ہمیں کسی دوسرے کی ضرورت ہی کیا ہے لیکن یاد رہے کہ اس خیال کے لوگ سخت غلطی پر ہیں اول تو وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کیونکر کر سکتے ہیں جبکہ وہ خدا اور رسول کے حکم کو نہیں مانتے حکم تو یہ تھا کہ جب وہ امام موعود ظاہر ہوں تو تم بلاتوقف اس کی طرف دوڑو اور اگر گھٹنوں کے بل چلنا پڑے تب بھی اپنے تئیں اس تک پہنچاؤ لیکن اس کے برخلاف اب لاپرواہی کی جاتی ہے کیا یہی اسلام ہے اور یہی مسلمانی ہے اور نہ صرف اس قدر بلکہ سخت گالیاں دی جاتی ہیں اور کافر کہا جاتا ہے اور نام دجال رکھا جاتا ہے اور جو شخص مجھے دکھ دیتا ہے وہ خیال کرتا ہے کہ میں نے بڑے ثواب کا کام کیا ہے اور جو مجھے کاذب کہتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ میں نے خدا کو خوش کر دیا اے وے لوگو جن کو صبر اور تقویٰ کی تعلیم دی گئی تھی تمہیں جلد بازی اور بدظنی کس نے سکھائی کونسا نشان ہے جو خدا نے ظاہر نہ کیا اور کون سی دلیل ہے جو خدا نے نہ پیش کی مگر تم نے قبول نہ کیا اور خدا کے حکموں کو دلیری سے ٹال دیا میں اس زمانہ کے حیلہ گر لوگوں کو کس سے تشبیہ دوں وہ اس مکار سے مشابہ ہیں کہ روز روشن میں آنکھیں بند کر کے کہتا ہے کہ سُورج کہاں ہے اے اپنے نفس کو دھوکہ دینے والے اول اپنی آنکھ کھول پھر تجھے سورج دکھائی دے گا۔ خدا کے مرسل کو کافر کہنا آسان ہے مگر ایمان کی باریک راہوں میں اس کی پیروی کرنا مشکل ہے خدا کے فرستادہ کو دجال کہنا بہت آسان ہے مگر اس کی تعلیم کے موافق تنگ دروازہ سے داخل ہونا دشوار ہے ہر ایک جو کہتا ہے کہ مجھے مسیح موعود کی پرواہ نہیں ہے اس کو ایمان کی بھی پرواہ نہیں ہے ایسے لوگ حقیقی ایمان اور نجات اور سچی پاکیزگی سے لاپرواہ ہیں اگر وہ انصاف سے کام لیں اور اپنے اندرونی حالت پر نظر ڈالیں تو انہیں معلوم ہوگا کہ بغیر اس تازہ یقین کے جو خدا کے مرسلوں اور نبیوں کے ذریعہ سے آسمان سے نازل ہوتا ہے ان کی نمازیں صرف رسم اور عادت سے ہیں اور ان کے روزے صرف فاقہ کشی ہیں۔''

(لیکچر سیالکوٹ، صفحہ 24.25 مطبوعہ نومبر 1904)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ''قدیم سے بزرگانِ دین کا یہی مذہب ہے کہ جو شخص حق کی مخالفت کرتا ہے رفتہ رفتہ اس کا ایمان سلب ہو جاتا ہے جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانے وہ کافر ہے مگر جو مسیح اور مہدی کو نہ مانے اس کا ایمان بھی سلب ہو جائے گا انجام ایک ہی ہے۔ پہلے تخالف ہوتا ہے پھر اجنبیت پھر عداوت پھر غلو اور آخر کار سلبِ ایمان ہو جاتا ہے یہ معمولی اور چھوٹی سی بات نہیں بلکہ یہ ایمان کا معاملہ ہے جنت اور دوزخ کا سوال ہے میرا انکار میرا انکار نہیں ہے بلکہ یہ اللہ اور اس کے رسول کا انکار ہے کیونکہ جو میری تکذیب کرتا ہے وہ میری تکذیب سے پہلے معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کو جھوٹا ٹھہرا لیتا ہے جب کہ وہ دیکھتا ہے اندرونی اور بیرونی عناد حد سے بڑھے ہوئے ہیں اور خدا تعالیٰ نے باوجود اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کے ان کی اصلاح کا کوئی انتظام نہیں کیا جبکہ وہ اس امر پر بظاہر ایمان لاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے آیت استخلاف میں یہ وعدہ کیا تھا کہ موسوی سلسلہ کی طرح اس محمدی سلسلہ میں بھی خلفاء کا سلسلہ قائم کرے گا مگر اس نے معاذ اللہ اس وعدہ کو پورا نہیں کیا اور اس وقت کوئی خلیفہ اس امت میں نہیں اور نہ صرف یہاں تک ہے بلکہ اس بات سے بھی انکار کرنا پڑے گا کہ قرآن مجید نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مثیل موسیٰ قرار دیا ہے یہ بھی صحیح نہیں ہے معاذ اللہ کیونکہ اس سلسلہ کی اتم مشابہت اور مماثلت کے لئے ضروری تھا کہ اس چودھویں صدی کے سر پر اس امت میں سے ایک مسیح پیدا ہوتا۔ اسی طرح جیسے موسوی سلسلہ میں چودھویں صدی پر ایک مسیح آیا اسی طرح پر قرآن شریف کی اس آیت کو بھی جھٹلانا پڑے گا جو اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ میں ایک آنے والے احمدی بروز کی خبر دیتی ہے اور اس طرح پر قرآن شریف کی بہت سے آیتیں ہیں جن کی تکذیب لازم آئے گی بلکہ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ الحمد سے لیکر والناس تک سارا قرآن چھوڑنا پڑے گا پھر سوچو کیا میری تکذیب کوئی آسان امر ہے۔ یہ میں از خود نہیں کہتا خدائے تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حق یہی ہے کہ جو مجھے چھوڑے گا اور میری تکذیب کرے گا گو زبان سے نہ سہی مگر اپنے عمل سے اس نے سارے قرآن کی تکذیب کر دی اور خدا کو چھوڑ دیا اس کی طرف میرے ایک الہام میں بھی اشارہ ہے۔ اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ بے شک میری تکذیب سے خدا کی تکذیب لازم آتی ہے اور میرے اقرار سے خدا تعالیٰ کی تصدیق ہوتی ہے اور اس کی ہستی پر قوی ایمان پیدا ہوتا ہے اور پھر میری تکذیب میری تکذیب نہیں رسول اللہ کی تکذیب ہے اب کوئی اس سے پہلے کہ میری تکذیب اور انکار کے لئے جرأت کرے ذرا اپنے دل میں سوچے اور اس سے فتوے طلب کرے کہ وہ کس کی تکذیب کرتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیونکر تکذیب ہوتی ہے اس طرح پر کہ آپ نے جو وعدہ دیا تھا کہ ہر صدی کے سر پر مجدد آئے گا وہ معاذ اللہ جھوٹا نکلا اور پھر آپ نے جو اِمَامُكُمْ مِنْكُمْ فرمایا تھا وہ بھی معاذ اللہ غلط ہوا ہے اور آپ نے جو صلیبی فتنہ کے وقت ایک مسیح و مہدی کے آنے کی بشارت دی تھی وہ بھی معاذ اللہ غلط نکلی''۔

(الحکم 17 مارچ 1906ء بحوالہ فتاوی حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 20 تا 23) ☆☆

(بقیہ: احمدیہ مسلم جماعت کے عقائد از صفحہ 13)

پکارنے والے کی آواز کو جب وہ مجھے پکارتا ہے سنتا ہوں۔ پس چاہئے کہ وہ میری باتوں کو مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ ہدایت پائیں۔

۸-ہم یہ بھی یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی خاص الخاص تقدیر کو دُنیا میں جاری کرتا رہتا ہے، صرف یہی قانونِ قُدرت اس کی طرف سے جاری نہیں جو طبعی قانون کہلاتا ہے، بلکہ اس کے علاوہ اس کی ایک خاص تقدیر بھی جاری ہے جس کے ذریعہ سے وہ اپنی قوت اور شوکت کا اظہار کرتا ہے اور اپنی قدرت کا پتہ دیتا ہے یہ وہی قدرت ہے جس کا بعض نادان اپنی کم علمی کی وجہ سے انکار کر دیتے ہیں اور سوائے طبعی قانون کے اور کسی قانون کے وجود کو تسلیم نہیں کرتے اور اسے قانونِ قدرت کہتے ہیں، حالانکہ وہ طبعی قانون تو کہلا سکتا ہے مگر قانونِ قدرت نہیں کہلا سکتا، کیونکہ اس کے سوا اس کے اور بھی قانون ہیں جن کے ذریعے سے وہ اپنے پیاروں کی مدد کرتا ہے اور ان کے دشمنوں کو تباہ کرتا ہے بھلا اگر ایسے کوئی قانون موجود نہ ہوتے تو کس طرح ممکن تھا کہ ضعیف و کمزور موسیٰؑ فرعون جیسے جابر بادشاہ پر غالب آجاتا۔ یہ اپنے ضعف کے باوجود عروج پا جاتا اور وہ اپنی طاقت کے باوجود برباد ہو جاتا، پھر اگر کوئی اور قانون نہیں تو کس طرح ہو سکتا تھا کہ سارا عرب مل کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تباہی کے درپے ہوتا مگر اللہ تعالیٰ آپ کو ہر میدان میں غالب کرتا اور ہر حملہ دُشمن سے محفوظ رکھتا اور آخر دس ہزار قدوسیوں سمیت اس سرزمین پر آپؐ چڑھ آتے جس میں سے صرف ایک جان نثار کی معیت میں آپؐ کو نکلنا پڑا تھا۔ کیا قانونِ طبعی ایسے واقعات پیش کر سکتا ہے ہرگز نہیں۔ وہ قانون تو ہمیں یہی بتاتا ہے کہ ہر ادنیٰ طاقت اعلیٰ طاقت کے مقابل پر توڑ دی جاتی ہے اور ہر کمزور طاقتور کے ہاتھوں سے ہلاک ہوتا ہے۔

۹-ہم اس بات پر بھی یقین رکھتے ہیں کہ مرنے کے بعد انسان پھر اُٹھایا جائیگا اور اس کے اعمال کا اس سے حساب لیا جائیگا۔ جو اچھے اعمال کرنے والا ہوگا اس سے نیک سلوک کیا جائے گا اور جو اللہ تعالیٰ کے احکام کو توڑنیوالا ہوگا اُسے سخت سزا دی جائیگی اور کوئی تدبیر نہیں جو انسان کو اس بعثت سے بچا سکے، خواہ اس کے جسم کو ہوا کے پرندے یا جنگل کے درندے کھا جائیں۔ خواہ زمین کے کیڑے اس کے ذرّے ذرّے کو جُدا کر دیں اور پھر ان کو دوسری شکلوں میں تبدیل کر دیں اور خواہ اس کی ہڈیاں تک جلا دی جائیں، وہ پھر بھی اُٹھایا جائیگا اور اپنے پیدا کرنیوالے کے سامنے حساب دیگا۔ کیونکہ اس کی قدرت کاملہ اس امر کی محتاج نہیں کہ اس کا پہلا جسم ہی موجود ہو تب ہی وہ اس کو پیدا کر سکتا ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ وہ اس کے باریک سے باریک ذرّہ یا لطیف حصّہ رُوح سے بھی پھر اس کو پیدا کر سکتا ہے اور ہوگا بھی اسی طرح۔ جسم خاک ہو جاتے ہیں مگر اُن کے باریک ذرّات فنا نہیں ہوتے اور نہ وہ رُوح جو جسم انسانی میں ہوتی ہے خدا کے اذن کے بغیر فنا ہو سکتی ہے۔

۱۰-ہم یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے مُنکر اور اس کے دین کے مخالف اگر وہ ان کو اپنی رحمتِ کاملہ سے بخش نہ دے، ایک ایسے مقام پر رکھے جائیں گے جسے جہنم کہتے ہیں اور جس میں آگ اور شدید سردی کا عذاب ہوگا جس کی غرض محض تکلیف دینا نہ ہوگی بلکہ ان میں ان لوگوں کی آئندہ اصلاح مدّ نظر ہوگی، اُس جگہ سوائے رونے اور پیٹنے اور دانت پیسنے کے ان کے لئے کچھ نہ ہوگا حتی کہ وہ دن آجائے جب اللہ کا رحم جو ہر چیز پر غالب ہے ان کو ڈھانپ لے اور يَـأْتِـيْ عَـلٰـے جَهَنَّمَ زَمَـانٌ لَيْـسَ فِيْهَـا اَحَدٌ وَنَسِيْمُ الصَّبَا تُحرِّكُ اَبْوَابَهَا کا وعدہ پورا ہو جائے (تفسير معالم التنزيل زير آية فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا (سورۃ ھود: ع۹)

۱۱-اور ہم یہ بھی یقین رکھتے ہیں کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے نبیوں اور اس کے فرشتوں اور اُس کی کتابوں پر ایمان لانے والے ہیں اور اس کے احکام پر جان و دل سے ایمان لاتے ہیں اور انکسار اور عاجزی کی راہوں پر چلتے ہیں اور بڑے ہو کر چھوٹے بنتے ہیں۔ اور امیر ہو کر غریبوں کی سی زندگی بسر کرتے ہیں اور اللہ کی مخلوق کی خدمت گذاری کرتے ہیں اور اپنے آرام پر لوگوں کی راحت کو مقدم رکھتے ہیں اور ظُلم اور تعدی اور خیانت سے پرہیز کرتے ہیں اور اخلاقِ فاضلہ کے حامل ہوتے ہیں اور اخلاقِ رذیلہ سے مجتنب رہتے ہیں وہ لوگ ایک ایسے مقام پر رکھے جائیں گے جسے جنت کہتے ہیں اور جس میں راحت اور چین کے سوا دُکھ اور تکلیف کا نام و نشان تک نہ ہوگا۔ خدا تعالیٰ کی رضا انسان کو حاصل ہوگی اور اُس کا دیدار اُسے نصیب ہوگا اور وہ اس کے فضل کے چادر میں لپیٹا جا کر اس کا ایسا قرب حاصل کرے گا کہ گویا اس کا آئینہ ہو جائے گا اور صفاتِ الٰہیہ اس میں کامل طور پر جلوہ گر ہونگی۔ اور اس کی ساری ادنیٰ خواہشات مٹ جائیں گی اور اس کی مرضی خدا کی مرضی ہو جائے گی اور وہ ابدی زندگی پا کر خدا کا مظہر ہو جائے گا۔

یہ ہمارے عقیدے ہیں اور ان کے سوا ہم نہیں جانتے کہ اسلام میں داخل کرنے والے عقائد کیا ہیں۔ تمام آئمہ اسلام انہی باتوں کو عقائدِ اسلام قرار دیتے چلے آئے ہیں اور ہم ان سے اس امر میں بکلّی متفق ہیں۔

(بحوالہ: دعوۃ الامیر صفحہ: ۴ تا صفحہ: ۹ نیا ایڈیشن)

(بقیہ: اداریہ از صفحہ اوّل)

تاریخوں میں گرہن لگے گا۔ (دار قطنی) اسی طرح مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث الایـــــات بعدالمأتین سے مشہور حنفی امام حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ استدلال کیا کہ بارہ صدیاں گزرنے کے بعد مہدی ظاہر ہوں گے۔ (حاشیہ مشکوٰۃ باب اشراط الساعۃ)

قارئین کرام! ایک طرف احادیث متواترہ کے ساتھ مہدی کے زمانہ اور کاموں کا تعین ہے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے وقت کے تقاضہ کے عین مطابق حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کو ۱۸۸۲ء میں مہدی کا ظہور فرمایا اور اُسے وحی والہام کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔ اور یہ مہدی برحق حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام ہیں۔

غور کیجئے جس موعود مہدی برحق سے اسلام کی نشاۃ ثانیہ مقدر تھی جس کی بعثت کی خبر اور زمانہ کا تعین آنحضرتؐ اور بزرگان اُمت فرما چکے تھے۔ اُس کی بیعت سے انکار صرف اور صرف اپنی کج بحثی اور روایتی تقلید کی وجہ سے کرنا کیا جاہلیت کی موت مرنا نہیں ہے۔ مہدی برحق حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کی قسمیں کھا کر بیان کیا کہ میں ہی موعود مہدی ہوں مگر اُمت کی اکثریت اندھی تقلید کے سبب حق کو پہچاننے سے محروم ہے۔ دیکھئے کس پیرایہ میں مامور زمانہ ہمیں توجہ دلا رہے ہیں۔

"اے عزیزو! یاد رکھو کہ جو شخص آنا تھا آچکا۔ اور صدی جس کے سر پر مسیح موعود آنا چاہئے تھا اس میں سے بھی سترہ برس گذر گئے اور اس صدی میں جس پر اُمت کے اولیاء کی نظریں لگی ہوئی تھیں۔ اس میں بقول تمہارے ایک چھوٹا سا مجدد بھی نہ پیدا ہوا۔ اور محض ایک دجال پیدا ہوا۔ کیا ان شوخیوں کا حضرت رب العزّت کی درگاہ میں جواب نہیں دینا پڑے گا گو کیسے ہی دل سخت ہو گئے آخر اس قدر تو خدا کا خوف چاہئے تھا کہ جو شخص صدی کے سر پر پیدا ہوا اور رمضان کے کسوف و خسوف نے اس کی گواہی دی اور اسلام کے موجودہ ضعف اور دشمنوں کے متواتر حملوں نے اس کی ضرورت ثابت کی اور اولیاء گذشتہ کے کشوف نے اس بات پر قطعی مہر لگا دی کہ وہ چودھویں صدی کے سر پر پیدا ہوگا" (اربعین نمبر ۲ صفحہ ۲۹۔ ۱۹۰۰ء)

اس طرح آپ خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر رمضان کے کسوف وخسوف کے تعین کے ذکر میں بیان کرتے ہیں۔ "میں خانہ کعبہ میں کھڑا ہو کر حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ اس نشان سے صدی کی تعین ہو گئی ہے کیونکہ جب یہ نشان چودھویں صدی میں ایک شخص کی تصدیق کے لئے ظہور میں آیا تو متعین ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ نے مہدی کے ظہور کے لئے چودھویں صدی ہی قرار دی تھی کیونکہ جس صدی کے سر پر یہ پیشگوئی پوری ہوئی وہی صدی مہدی کے ظہور کیلئے ماننی پڑی۔ تا دعوے اور دلیل میں تفریق اور بُعد پیدا نہ ہو۔ (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۵۴)

کیا ان واضح علامتوں کے ہوتے ہوئے اور خدا تعالیٰ کی شہادتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے بھی اُمت مسلمہ مہدی برحق کے دعاوی پر غور و فکر نہ کرے گی جبکہ اُمت کی موجودہ حالت اس بات کی پہلے سے بڑھ کر متقاضی ہے کہ حضرت امام مہدیؑ کو جلد از جلد مانا جائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اُمت مسلمہ کو موعود امام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہچاننے اور آپؑ کی سچائی کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(شیخ مجاہد احمد شاستری)

بقیہ: خلاصہ خطبہ جمعہ حضور انور از صفحہ 52

طرف رہا اُن کی تدبیریں نیک فطرتوں کے سینے فوراً کھول کر احمدیت کے حق میں ایسی ہوا چلاتی ہیں کہ جو کام ہمارے مبلغ سالوں میں نہیں کر سکتے وہ فوراً ہو جاتا ہے۔ کون ہے جو خدا تعالیٰ کے کام کو روک سکے۔ پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وارننگ ہے کہ اگر یہ لوگ مخالفت سے باز نہ آئے تو انجام اچھا نہ ہوگا۔ پہلے بھی وہ خدا تھا جو آج ہے۔ پہلے لوگ تو بہت طاقت والے تھے۔ مگر جب اللہ تعالیٰ کی لاٹھی چلی تو وہ سارے تباہ ہو گئے۔ پس اللہ والوں کے مخالفین کو سمجھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے کا مقابلہ خدا سے مقابلہ ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ بے وقوف لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم طاقت ور ہیں ہم ان لوگوں کو زیر کر لیں گے۔ دنیاوی نظر سے یہ بے وقوفی نہیں بڑی سوچ ہے کیونکہ طاقتور غالب آجاتے ہیں لیکن یہاں مقابلہ دنیا والوں کا دنیا والوں کے ساتھ نہیں جب الٰہی جماعت کا سوال آتا ہے حضرت مسیح موعودؑ کا سوال آتا ہے تو مقابلہ دنیا والوں کا اللہ سے ہوتا ہے۔ پس ہمارے لئے خوشخبری ہے مگر ساتھ ہی یہ ذمہ داری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق مضبوط کریں۔ ان لوگوں میں شامل ہو جائیں جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد ہوتی ہے۔ اگر ہم نے اس اصول کو اچھی طرح پکڑ لیا تو چاہے پاکستان کے طاقت ور ہوں یا انڈونیشیا کے طاقت ور ہوں یا بنگلہ دیش کے طاقت ور ہوں۔ وہ سب طاقت والے خدا تعالیٰ کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ پس ان مخالفین کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے اشارے کو سمجھیں اور اپنی اصلاح کی کوشش کریں ورنہ خدا کی تقدیر نے تو غالب آنا ہے اس وقت کوئی عُذر کام نہیں آئیں گے۔ خطبہ جمعہ کے آخر میں حضور انور نے جماعت احمدیہ کی کامیابی پر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایمان افروز اقتباسات پیش فرماتے ہوئے فرمایا کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

اے تمام لوگو! سن رکھو کہ یہ اس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا۔ وہ اپنی اِس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا اور حجت اور برہان کی رو سے سب پر اُن کو غلبہ بخشے گا وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا اور ہر ایک جو اس کے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔ اگر اب مجھ سے ٹھٹھا کرتے ہیں تو اس ٹھٹھے سے کیا نقصان کیونکہ کوئی نبی نہیں جس سے ٹھٹھا نہیں کیا گیا۔ پس ضرور تھا کہ مسیح موعود سے بھی ٹھٹھا کیا جاتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یاحسرة علی العباد مایاتیھم من رسول الاّ کانوابه یستھزء ون۔ پس خدا کی طرف سے یہ نشانی ہے کہ ہر ایک نبی سے ٹھٹھا کیا جاتا ہے۔ اگر ایسا آدمی جو تمام لوگوں کے روبرو آسمان سے اُترے اور فرشتے بھی اُس کے ساتھ ہوں اس سے کون ٹھٹھا کرے گا۔ پس اس دلیل سے بھی عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ مسیح موعود کا آسمان سے اُترنا محض جھوٹا خیال ہے۔ یاد رکھو! کہ کوئی آسمان سے نہیں اُترے گا۔ ہمارے سب مخالف جو اب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی ان میں سے عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی۔ اور ان میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا اُن کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گذر گیا اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی۔ مگر مریم کا بیٹا عیسیٰ اب تک آسمان سے نہ اُترا۔ تب دانشمند یک دفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰ کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا۔ اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۴۵-۴۶)

حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا حضرت مسیح موعودؑ کے کلام کی سچائی تو ہم لوگ دیکھ رہے ہیں آج اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدوں کے مطابق ایشیاء اور افریقہ جزائر اور ریگستانوں میں احمدیت کو پھیلا دیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے نشانوں کا حصہ بننے کیلئے پہلے سے بڑھ کر دعاؤں کی ضرورت ہے۔ دنیا کے حالات بڑی تیزی سے بدل رہے ہیں یقیناً یہ احمدیت کے حق میں مفید ہوں گے۔ پس خاص طور پر دُعاؤں پر دُعاؤں پر زور دیں اللہ تعالیٰ ہماری حالتوں کی پردہ پوشی فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆

بھارت کی ذیلی تنظیموں کے اجتماعات

سالانہ اجتماع مجلس انصار اللہ بھارت 22-23-24 اکتوبر 2011ء

سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہِ شفقت سالانہ اجتماع مجلس انصار اللہ بھارت کی تاریخوں کی منظوری عنایت فرمادی ہے۔ سالانہ اجتماع 22-23-24 اکتوبر 2011ء بروز ہفتہ، اتوار اور سوموار کو قادیان دارالامان میں منعقد ہوگا۔ انشاء اللہ۔ انصار بھائیوں سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ اس اجتماع میں شرکت تیاری کریں۔ (صدر مجلس انصار اللہ بھارت)

سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ بھارت

امسال مجلس خدام الاحمدیہ بھارت کے ۴۲ ویں اور مجلس اطفال الاحمدیہ بھارت کے ۳۳ ویں سالانہ اجتماع کیلئے سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت مورخہ ۱۸-۱۹-۲۰/اکتوبر ۲۰۱۱ء بروز منگل۔ بدھ۔ جمعرات۔ قادیان دارالامان میں منعقد کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ جملہ صوبائی/زونل/مقامی قائدین کرام اپنی مجلس کے خدام کی ٹکٹیں بروقت ریزرو کریں اور زیادہ سے زیادہ خدام کو اس روحانی اجتماع میں شرکت کی کیلئے قادیان دارالامان میں لانے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ (صدر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت)

مرکزی اجتماع لجنہ اماء اللہ و ناصرات الاحمدیہ بھارت

جملہ مجالس لجنات اماء اللہ بھارت کی آگاہی کیلئے اعلان کیا جاتا ہے کہ سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سالانہ اجتماع مجلس لجنہ اماء اللہ و ناصرات الاحمدیہ بھارت کیلئے مورخہ ۱۸-۱۹-۲۰/اکتوبر ۲۰۱۱ء بروز منگل۔ بدھ۔ جمعرات۔ قادیان دارالامان میں منعقد کرنے کی منظوری مرحمت فرمائی ہے۔ جملہ مجالس کی ممبرات سے درخواست ہے کہ ابھی سے اس بابرکت اجتماع میں شمولیت کیلئے تیاری شروع کر دیں۔ اجتماع کا تفصیلی پروگرام قبل ازیں تمام مجالس میں بھجوا دیا گیا ہے۔ اجتماع کے ہر لحاظ سے بابرکت ہونے کیلئے بھی دعا کی درخواست ہے۔ (صدر لجنہ اماء اللہ بھارت)

تعمیر مساجد

صدر انجمن احمدیہ قادیان میں تعمیر مساجد کی ایک مد قائم ہے بعض جماعتیں مقامی طور پر خوشی سے تعمیر مسجد کے کاموں کیلئے مالی قربانی کرتی ہیں۔ بعض جماعتیں جو مالی لحاظ سے کمزور ہیں وہ اپنی جماعت میں تعمیر کیلئے سارے اخراجات کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتیں۔ ایسی جماعتوں کو صدر انجمن احمدیہ حسب گنجائش بجٹ اپنی مختص رقم میں سے حسب ضرورت رقم دیتی ہے۔

جماعت ہائے احمدیہ بھارت کے مخلصین سے درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہونے والی خوشیوں کے موقع پر مثال کے طور پر نوکری میسر آئے۔ نوکری میں ترقی حاصل ہو، نیا مکان بنانے کی توفیق ملے تو اس موقعہ پر تعمیر مسجد کی مد میں حسب توفیق عطایا دینے چاہئیں نیز مخیّر احباب کو اس میں نمایاں حصہ لینا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ تمام احباب کے اموال میں غیر معمولی برکت عطا کرے۔ آمین۔ (ناظر بیت المال آمد قادیان)

بقیہ: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا توکل علی اللہ۔ از صفحہ 45

بعد دوسرے جج کو مقرر کر دیا گیا جس نے اس پہلے فیصلہ کو بدل کر جماعت احمدیہ کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ یہ نشان حضرت مسیح موعود کی خاص دعاؤں کے نتیجہ میں ظاہر ہوا۔ اس واقعہ سے احباب جماعت کے ایمان میں نئی جلا پیدا ہوئی۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ بھی کہا کہ میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔

یہ ہے خدا کا نشان۔ آج دنیا کے ۱۹۸ ممالک میں جماعت احمدیہ پھیل چکی ہے۔ انشاء اللہ قیامت تک جماعت پھیلتی چلی جائے گی یہ حضورؑ کی دعاؤں کا پھل ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے ایک موقع پر اپنے دعویٰ مہدویت کی صداقت کے دلائل کے ضمن میں فرمایا کہ آنے والے کا نام جو مہدی رکھا گیا ہے اس میں یہی اشارہ ہے کہ وہ آنے والا علم دین خدا سے ہی حاصل کرے گا اور قرآن اور حدیث میں کسی اُستاد کا شاگرد نہیں ہوگا۔

ہر لحاظ سے خدا نے حضرت مسیح موعودؑ کو علم عطا کیا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت قرآنی معیاروں اور خدا کی تائید سے ثابت ہے۔ جماعت احمدیہ پر طلوع ہونے والا ہر دن اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ آپ یقیناً سچے ہیں۔ اصل میں اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے جو ہمارے ساتھ ہے۔ اور ہر کام اور ہر کوشش میں وہی ہماری تائید کرتا ہے اور یہ اس زندہ خدا اور اسلام کے زندہ خدا کا نشان ہے جو ہر وقت ظاہر ہوتا ہے۔ اور جماعت احمدیہ کا ہر فرد اس کو محسوس کرتا ہے کہ بلکہ پوری دنیا بھی اس کو محسوس کرتی ہے یہ زمین اور آسمان کا وہ مالک خدا ہے جو اپنے بندوں کو جب دنیا میں دین کی اشاعت کیلئے بھیجتا ہے تو انہیں ہر قسم کی تسلی دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی موحد بننے اور بھیجے ہوئے فرستادہ کی کامل اطاعت اور فرمانبرداری کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی رحمت اور فضل کی چادر میں ہمیشہ لپیٹے رکھے اور اپنے قرب حاصل کرنے والا بناتا چلا جائے۔ ☆☆☆

بقیہ: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ اور چند معاندین۔ از صفحہ 47

خواہ کوئی کتنے حیلے اور ڈرامے کرے زور آزمائی کرے ہوگا وہی جو رسول کو بھیجنے والا چاہے گا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''میں آخر فتحیاب ہوں گا۔ مجھ کو کوئی نہیں جانتا مگر وہ جو میرے ساتھ ہے۔ میں ہرگز ضائع نہیں ہوسکتا۔ دشمنوں کی کوششیں عبث ہیں۔ حاسدوں کے منصوبے لاحاصل ہیں۔

اے نادانو اور اندھو! مجھ سے پہلے کون صادق ضائع ہوا جو میں ضائع ہو جاؤں گا۔ کسی سچے وفادار کو خدا نے ذلت کے ساتھ ہلاک کر دیا جو مجھے ہلاک کرے گا یقیناً یاد رکھو اور کان کھول کر سنو کہ میری روح ہلاک ہونے والی روح نہیں اور میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں۔ مجھے وہ ہمت اور صدق بخشا گیا ہے جس کے آگے پہاڑ ہیچ ہیں۔ میں کسی کی پرواہ نہیں رکھتا''۔

(انوار الاسلام) ☆☆☆

بقیہ: مسیح و مہدی آخر الزمان ہی حقیقی عاشق رسول ﷺ ہیں از صفحہ 27

(مستدرک حاکم کتاب الفتن باب ذکر نفخ الصور)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جو عیسیٰ ابن مریم کو پائے وہ اسے میرا سلام پہنچائے۔ واضح رہے کہ امام حاکم نے یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح قرار دی ہے۔ (مستدرک حاکم جلد ۴ صفحہ ۵۰۳ مطبع النصر الحدیثیہ ریاض)

اس حدیث مبارکہ سے آخری زمانے میں آنے والے مثیل مسیح کے مقام اور اسے قبول کرنے کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے جسے ان کے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا محبت بھرا سلام بھجوایا۔ اس سے اپنی اُمت کو گویا یہ پیغام دیا ہے کہ وہ میرا پیارا مسیح اور مہدی ہے اس کی قدر کرنا ہاں وہی مہدی جس کیلئے ہمارے مہدی کے الفاظ میں آپ نے اس کے ساتھ اپنی محبت اور پیار کا اظہار فرمایا تھا۔

(سنن دار قطنی کتاب العیدین باب صفۃ صلوٰۃ الخسوف والکسوف)

یاد رکھنا چاہئے کہ سلامتی کے اس پیغام میں یہ اشارہ بھی تھا کہ ہمیشہ کی طرح دنیا اس مامور زمانہ کی مخالفت کرے گی اور لعنت و ملامت کا سلوک کرے گی مگر اپنے سچے اُمتیوں سے آپؐ نے سلامتی کے پیغام کی ہی توقع رکھی۔ انہیں اس مسیح موعود کے ماننے اور قبول کرنے کی تاکید کی۔ کیونکہ محض سلامتی کا پیغام پہنچانے میں فضیلت تو ہے مگر یہ موجب نجات نہیں ہوسکتی۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فاذا رائیتموہ فبایعوہ ولو حبوًا علی الثلج فانہ خلیفۃ اللہ المہدی (ابن ماجہ کتاب الفتن باب خروج المہدی)

کہ تم اس مہدی کو دیکھو اور اس کا زمانہ پاؤ تو اس کی بیعت کرنا خواہ گھٹنوں کے بل برف پر چل کر جانا پڑے کیونکہ وہ خدا کا خلیفہ مہدی ہے پس سعادت مند ہیں وہ لوگ جنہوں نے خدا کے اس برگزیدہ مسیح مہدی کو جس کی دنیا صدیوں سے منتظر تھی پایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پہنچایا۔

مگر آہ صد آہ کہ اس امام مہدی کو ظاہر ہوئے ایک سو سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے مگر ابھی تک اکثریت اُسے پہچاننے سے محروم چلی آرہی ہے ان لوگوں کی خدمت میں بصد محبت عرض ہے کہ

''یارو مسیح وقت کہ تھی جن کی انتظار
راہ تکتے تکتے جن کی کروڑوں ہی مرگئے
آئے بھی اور آکے چلے بھی گئے وہ آہ!
ایام سعد ان کے بسرعت گزر گئے

لیکن اب بھی وقت ہے مسیح موعود اور مہدی موعود کا ہی مبارک زمانہ چل رہا ہے اور آپؑ کے بعد خلافت علیٰ منہاج نبوۃ کے زیر سایہ جماعت احمدیہ غلبہ اسلام کا جھنڈا اٹھائے ہوئے دنیا کے ۱۹۲ ممالک میں پہنچ چکی ہے آیئے آپ بھی جماعت احمدیہ کے پانچویں خلیفہ حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ہاتھ پر بیعت کرکے رسول اللہ ﷺ کے تاکیدی ارشاد پر عمل کرنے کی سعادت پائیں اور اس پاک جماعت میں شامل ہوکر احیائے اسلام اور اشاعت قرآن کی بابرکت مہم میں شریک ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆

ہم اس یقین پر قائم ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں

مخالفین کو سمجھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے کا مقابلہ خدا سے مقابلہ ہے

دُنیا کے حالات بڑی تیزی سے بدل رہے ہیں یقینا یہ احمدیت کے حق میں مفید ہوں گے۔
پس خاص طور پر دُعاؤں پر، دُعاؤں پر زور دیں اللہ تعالیٰ ہماری حالتوں کی پردہ پوشی فرمائے۔

خلاصہ خطبہ جمعہ سیدنا حضرت امیر المؤمنین مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 4 / مارچ 2011 بمقام مسجد بیت الفتوح لندن۔

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت فرمائی۔

اسْتِكْبَاراً فِي الْأَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّءِ وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّءُ إِلَّا بِأَهْلِهِ فَهَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ فَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلاً وَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلاً O أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَكَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعْجِزَهُ مِن شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ إِنَّهُ كَانَ عَلِيماً قَدِيراO

(سورہ فاطر: آیت 44-45)

ترجمہ: (ان کے) زمین میں تکبر کرنے اور بُرے مکر کرنے کی وجہ سے، اور بری تدبیر نہیں گھیرتی مگر خود صاحبِ تدبیر کو۔ پس کیا وہ پہلے لوگوں (پر جاری ہونے والی اللہ) کی سنت کے سوا کوئی اور انتظار کر رہے ہیں؟ پس تو ہرگز اللہ کی سنت میں کوئی تغیر نہیں پائے گا۔

کیا انہوں نے زمین میں سیر نہیں کی کہ وہ دیکھ لیتے کہ ان لوگوں کا کیا انجام ہوا جو اُن سے پہلے تھے حالانکہ وہ قوت میں ان سے بڑھ کر تھے؟ اور اللہ ایسا نہیں کہ آسمانوں یا زمین میں کوئی چیز بھی اسے عاجز کر سکے۔ یقیناً وہ دائمی علم رکھنے والا (اور) قدرت رکھنے والا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں اور ہم اس یقین اور ایمان پر قائم ہیں کہ یقیناً آپؑ اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں کیونکہ ہر آن اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت آپؑ کے شامل حال دیکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو آپؑ سے وعدے کئے ہیں ہم نے پورا ہوتے ہوئے دیکھے اور اللہ تعالیٰ کا یہ ثبوت ہمارے ایمان میں پختگی پیدا کرتا ہے جبکہ آپؑ کے وصال کے بعد بھی جن باتوں کی آپؑ نے اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر ہمیں بتایا اُن باتوں کو بھی پورا ہوتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔

پس آنحضرت ﷺ سے عشق کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو آنحضرت ﷺ کے کاموں کو آگے بڑھانے کی وجہ سے نبوت کا مقام عطاء فرمایا، مگر ظلی اور غیر تشریعی نبوت۔ یہ ایک اُمتی کا معراج ہے افسوس ہے کہ ہمارے مخالف مسلمان اپنے علما کی غلط رنگ میں مقام نبوت کی تشریح کے ذریعہ احمدیوں کے خلاف نہ صرف آوازیں اُٹھاتے ہیں بلکہ جس حد تک تکلیف پہنچا سکتے ہیں، پہنچاتے ہیں۔

بہر حال جب جماعتیں ترقی کرتی ہیں پھیلتی ہیں تو اس ترقی کو دیکھ کر مخالفین جہاں تک دشمنیاں کر کے اور ان سہاروں کے استعمال سے جن کو وہ بہت طاقتور اور قدرت والا سمجھتے ہیں اس ترقی کو روکنے کی اس طرح کوشش کرتے ہیں اور بعض دفعہ یہ بھی ہوتا ہے کہ اندر اندر کمزور ایمان والوں کو، نوجوانوں کو، کم تربیت والوں کو جو جوانی کی عمر میں قدم رکھتے ہیں بڑی چالاکی سے اپنی باتوں کے جال میں پھنسا کر حق سے دور لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لئے ہر احمدی کو اپنے علم کا اضافہ کرنا چاہئے۔ دوسرے ایمان کی سلامتی کیلئے خدا تعالیٰ سے مدد مانگنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے دلوں کے ٹیڑھے پن سے محفوظ رہنے کیلئے یہ دُعا بھی سکھائی ہے۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا۔

ترجمہ: اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ ہونے دے بعد اس کے کہ تو نے ہمیں ہدایت دی۔

پس ایمان کی سلامتی بھی خدا تعالیٰ کی رحمت سے ہوتی ہے۔ بعض لوگ مجھے کئی بار خط لکھتے ہیں کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی نہ کہا جائے تو کیا حرج ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے وقت میں بھی اس قسم کی بات ہوتی تھی۔ حضرت مسیح موعودؑ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

”دیکھو جو امور سماوی ہوتے ہیں ان کے بیان کرنے میں ڈرنا نہیں چاہئے اور کسی قسم کا خوف کرنا اہل حق کا قاعدہ نہیں صحابہ کرامؓ کے طرز عمل پر نظر کرو۔ وہ بادشاہوں کے درباروں میں گئے اور جو کچھ اُن کا عقیدہ تھا وہ صاف صاف کہہ دیا اور حق کہنے سے ذرا نہیں جھجکے جبھی تو لا یخافون لومۃ لائم کے مصداق ہوئے۔

(بدر جلد ۷ شمارہ ۹ مورخہ ۵ مارچ ۱۹۰۸ء صفحہ ۲)

پس یہ کھلا اور واضح اعلان ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق نبی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ میرے اور مسیح کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔ باقی رہیں مخالفتیں تو وہ الٰہی جماعتوں کی ہوتی رہی ہیں اور ہوتی رہیں گی۔ بڑے بڑے جابر سلطان مقابل پر کھڑے رہتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی جماعت ترقی کرتی چلی جاتی ہے اور آخر ایک وقت آتا ہے کہ یہ جتھے ختم ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر غالب آتی ہے کہ کتب اللہ لا غلبن انا ورسلی اور جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہمیں نبی اور اس کی جماعت کے خلاف تدبیریں کامیاب کر دیں گی تو یہ اُن کی بھول ہے۔ آخر کامیابی الٰہی جماعتوں کی ہوتی ہے۔

حضور انور نے فرمایا سازشیں اور جھوٹی سکیمیں بنانے میں چاہے کتنے بھی دوسروں کے ذہن تیز ہوں وہ خدا تعالیٰ کی تدبیروں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی تسلی فرمائی ہے کہ گندی اور ناپاک تدبیریں کامیاب نہیں ہوتیں۔ بے شک قربانی کا دور بھی آتا ہے۔ مگر آخری کامیابی الٰہی جماعت کی ہوتی ہے یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے۔ مومنوں کے ایمان کی مضبوطی کیلئے ان تدبیر کرنے والوں کی ناکامی کو اللہ تعالیٰ دکھا دیتا ہے گذشتہ دنوں انڈونیشیا میں جو ظالمانہ کاروائی ان لوگوں نے کی اس کے بعد مُلّاں کو اتنی جرأت ہوئی کہ انہوں نے اعلان کیا کہ یکم مارچ کو جکارتہ میں جلوس نکالیں گے جس میں لاکھوں لوگ شامل ہوں گے اور اس میں یہ مطالبہ ہوگا کہ احمدیوں کو بین(Bain) کر دیا جائے۔ یہ پلان تیار ہو رہا تھا اس پر جماعت کو بھی بڑی فکر تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا فرمائے کہ معمولی سا جلوس نکلا اور وہ بھی وقت سے پہلے ختم ہو گیا۔ ان کے جلوس سے چند دن پہلے اللہ تعالیٰ کے حکومت کے پروردہ مولوی کے دل میں پلان ڈالا کہ ہم جلسہ کریں اور اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے ان کی تدبیروں کا رد فرمایا۔ اس جلسہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس شدت پسند جلوس کے ناکام ہونے کے سامان پیدا کر دیئے۔ بہر حال ہم حکومت کے بھی شکر گذار ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا: یہاں یہ بھی بتا تا چلوں کو جس طرح لاہور کی شہادتوں کے بعد افریقہ میں بیعتیں ہوئیں اسی طرح انڈونیشیا کے واقعہ نے بھی جماعت کی ترقی کی راہیں کھولیں، اور بیعتیں ہوئیں۔ حضور انور نے بیعت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ دشمن چاہے چھپ کر تدبیریں کریں یا کھل کر کریں تا کہ نبی کے ماننے والے پیچھے ہٹ جائیں۔ لیکن مضبوط ایمان والوں کا خوف زدہ ہونا تو ایک

(باقی صفحہ 51 پر ملاحظہ فرمائیں)

احمدیہ مسلم جماعت کا روشن مستقبل

سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

’’اے لوگو! تم یقیناً سمجھ لو کہ میرے ساتھ وہ ہاتھ ہے جو اخیر وقت تک مجھ سے وفا کرے گا۔ اگر تمہارے مرد اور تمہاری عورتیں اور تمہارے جوان اور تمہارے بوڑھے اور تمہارے چھوٹے اور تمہارے بڑے سب مل کر میرے ہلاک کرنے کے لئے دعائیں کریں یہاں تک کہ سجدے کرتے کرتے اُن کے ناک گل جائیں اور ہاتھ شل ہو جائیں تب بھی خدا ہرگز تمہاری دعا نہیں سنے گا اور نہیں رُکے گا۔ جب تک وہ اپنے کام کو پورا نہ کرلے۔ اور اگر انسانوں میں سے ایک بھی میرے ساتھ نہ ہو تو خدا کے فرشتے میرے ساتھ ہوں گے۔ اور اگر تم گواہی کو چھپاؤ تو قریب ہے کہ پتھر میرے لئے گواہی دیں۔ پس اپنی جانوں پر ظلم مت کرو کاذبوں کے اور منہ ہوتے ہیں اور صادقوں کے اور.... میں اُس زندگی پر لعنت بھیجتا ہوں جو جھوٹ اور افترا کے ساتھ ہو اور نیز اُس حالت پر بھی لعنت بھیجتا ہوں کہ مخلوق سے ڈر کر خالق کے امر سے کنارہ کشی کی جائے.... یقیناً سمجھو کہ میں نہ بے موسم آیا ہوں اور نہ بے موسم جاؤں گا۔‘‘

(اربعین حصہ سوم صفحہ:4 وصفحہ 15)

اسی طرح آپ علیہ السلام ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:-

’’یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہے۔ خدا اس کو ہرگز ضائع نہیں کریگا۔ وہ راضی نہیں ہوگا جب تک اس کو کمال تک نہ پہنچاوے۔ اور وہ اس کی آب پاشی کریگا اور اس کے گرد احاطہ بنائے گا اور تعجب انگیز ترقیات دے گا کیا تم نے کچھ کم زور لگایا ہے۔ پس اگر یہ انسان کا کام ہوتا تو کبھی کا یہ درخت کاٹا جاتا اور اس کا نام ونشان باقی نہ رہتا۔‘‘

(روحانی خزائن جلد نمبر 11 انجام آتھم صفحہ:64)

اسی طرح فرماتے ہیں:

’’خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا۔ اور میرے سلسلہ کو تمام دنیا میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا۔ اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے۔ اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاویگا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلا آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اُٹھا دے گا اور اپنے وعدوں کو پورا کریگا.... سوائے سننے والو! ان باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا۔‘‘

(تجلیات الٰہیہ صفحہ 21و23)

اسی طرح ایک اور جگہ آپ فرماتے ہیں:

’’اسلام کے لئے پھر اُس تازگی اور روشنی کا دن آئی گا جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے۔ اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ پھر چڑھے گا جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے۔ لیکن ابھی ایسا نہیں۔ ضرور ہے کہ آسمان اُسے چڑھنے سے روکے رہے۔ جب تک کہ محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہو جائیں اور ہم سارے آراموں کو اس کے ظہور کے لئے نہ کھو دیں۔ اور اعزازِ اسلام کے لئے ساری ذلتیں قبول نہ کر لیں اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے۔ وہ کیا ہے ہمارا اسی راہ میں مرنا۔ یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے۔ اسی اسلام کا زندہ کرنا خدا تعالیٰ اب چاہتا ہے۔‘‘

(فتح اسلام صفحہ:11-10، روحانی خزائن جلد نمبر 3)

EDITOR
MUNEER AHMAD KHADIM
Tel. Fax : (0091) 1872-220757
Tel. Fax : (0091) 1872-221702
Tel : 0091 99153 79255
badrqadian@rediffmail.com

Registered with the registrar of the newspapers for India at No. RN 61/57

ہفت روزہ بدر قادیان Weekly BADR Qadian

Qadian - 143516 Distt. Gurdaspur (Pb.) INDIA

Vol. 60 Thursday 17-24 March 2011 Issue No. 11-12

SUBSCRIPTION
ANNUAL : Rs. 350
By Air : 35 Pounds or 60 U.S $
: 40 Euro
65 Canadian Dollars

مسجد مبارک قادیان

مسجد اقصیٰ قادیان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مکان کا منظر

کمرہ پیدائش حضرت مسیح موعود علیہ السلام

شاہ نشین حضرت مسیح موعود علیہ السلام (بہشتی مقبرہ قادیان)

بہشتی مقبرہ قادیان

منیر احمد حافظ آبادی ایم اے، پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا: پروپرائٹر نگران بدر بورڈ قادیان